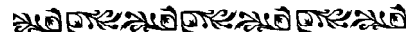


نہرست



(۱) حقوق و آداب!

01 حقوق کا بیان!

01 حقوق کے معنی و مطلب!

01 اللہ تعالیٰ کے حقوق!

(۲) قرآن مجید کے حقوق!

02 تلاوت قرآن مجید کے آداب!

(۳) مساجد کا بیان!

04 مساجد کی عظمت و اہمیت اور آداب کے بارے میں احادیث رسول اللہ ﷺ!

06 مسجد کے حقوق!

(۴) مسجد کے آداب!

07 مسجد کے آداب یہ ہیں!

08 حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق!

08 بندوں کے حقوق کیوں مقدم ہیں!

09 حقوق العباد کی اہمیت!

09 حقوق العباد تین چوتھائی دین ہے!

10 حقوق العباد میں امتحان کی سختی اور ان کی اہمیت!

10 حقوق العباد میں کوتاہی پر وعیدیں!

11 سورت المطففین کی ابتدائی آیات!

11 حقوق انسانی کے متعلق سورہ نساء کی پہلی آیت!

14 حقوق کے متعلق احادیث!

16 رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے حقوق!

(۵) صحابہ کرام ﷺ کے حقوق!

18 اساتذہ علماء اور مشائخ کے حقوق و آداب!

19 علماء و مشائخ کے فرائض و ذمہ داریاں!

23 طالب و شاگرد کے فرائض اور حصول علم کے آداب

(۶) والدین کے فرائض اور اولاد کے حقوق و آداب!

28 دینی تربیت اور حسن ادب کا طریقہ!

30 لڑکیوں اور بچیوں کی اچھی پرورش کا اجر و ثواب اور اہمیت!

32 اولاد میں برابری کا سلوک کیجئے!

33 اولاد کا نکاح اور شادی کا بندوبست!

35 والدین کے فرائض اور اولاد کی پرورش کے آداب کا خلاصہ!

(۷) والدین کے حقوق اولاد پر!

37 والدین کی خدمت نفلی جہاد سے بھی بہتر ہے!

37 ماں باپ اولاد کی جنت اور دوزخ ہیں!

38 بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی کرنے والا بد بخت اور محروم ہے!

38 والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی دنیوی برکات!

39 خدمت اور حسن سلوک کا فر اور مشرک والدین کا بھی حق ہے!

39 والدین کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے!

40 والدین کی نافرمانی کا وبال!

41 والدین کی بے ادبی اور ان کی ایذا رسانی حرام ہے اور ان کا ادب و احترام فرض ہے!

43 ماں باپ کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھنے کی فضیلت!

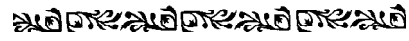
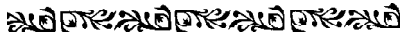
43 ماں باپ کے لئے دعا کی فضیلت!

44 والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت!

- 45 ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے!
- 45 والدین کو گالی دینا تو کجا ان کو گالی دلوانا بھی گناہ کبیرہ ہے!
- 45 والدین کے حقوق کا خلاصہ!
- 46 رضاعی ماں کے حقوق!
- 47 والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق!
- 47 دوسرے رشتہ داروں کے حقوق اور صلہ رحمی کی فضیلت اور اہمیت!
- 47 صلہ رحمی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا مستحق ہوتا ہے!
- 48 صلہ رحمی فراخی رزق اور درازی عمر کا ذریعہ ہے!
- 48 قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا!
- 48 صلہ رحمی کرنا کمال ایمان کی علامت ہے!
- 49 قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنے کا حکم!
- 49 داد ادا دی نانا نانی چچا اور بڑے بہن بھائی وغیرہ کے حقوق!
- 49 بڑا بھائی باپ کی طرح ہے!
- 50 خالہ کا اکرام و احترام!
- 50 چچا باپ کی مانند ہے!
- 50 ماں باپ کے علاوہ رشتہ داروں کے حقوق کا خلاصہ!

(۸) ازدواجی زندگی کے حقوق و آداب!

- 52 بیوی کے حقوق شوہر پر!
- 53 بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کمال ایمان ہے!
- 53 عورت کی کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی!
- 54 عورتوں سے زیادتی کرنے والوں کے لئے وعید!
- 54 کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے!
- 55 سفر میں ساتھ لیجانے کے لئے کسی بیوی کا انتخاب قرعہ کے ذریعہ کیا جائے گا! ..



- 55 بیوی پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنا بھی ظلم ہے!
- 56 شوہر کے حقوق بیوی پر!
- 57 جنتی عورت!
- 57 بیوی سخت حالت میں بھی شوہر کی اطاعت کرے!
- 57 بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے!
- 58 امانتدار و فادار فرمانبردار بیوی کے لیے جنت کی آسان بشارت!
- 58 جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو اس کی نماز پوری طرح قبول نہیں ہوتی! ...
- 58 میاں بیوی کے لئے چند ضروری ہدایات!
- عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوند کے سامنے دوسری عورتوں کا نقشہ نہ کھینچیں اور نہ
- 58 مرد اپنی بیوی کے سامنے دوسرے مرد کا نقشہ کھینچے!
- 59 نافرمان بیوی کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟
- 60 مرد عورت پر حاکم اور نگران ہے!
- 61 قوام اور شوہر کی فضیلت کس قدر ہے؟
- 62 مرد کو عورت پر جو فضیلت حاصل ہے اس فضیلت کی رو سے اس کی ذمہ داریاں!
- 62 نیک بیویاں!
- 62 سرکش بیوی کا بیان!
- 63 میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈالنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے! ..

(۹) ہمسایہ اور پڑوسی کا بیان!

- 65 اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام کی وصیت اور تاکید!
- 65 ہمسایہ اور پڑوسی کو ایذا نہ پہنچاؤ!
- 66 پڑوسی کی خبر گیری ضروری ہے!
- 66 اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوسی!
- 67 پڑوسی کے ستانے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سخت ناراض ہوتے ہیں! ..

67 بیڑوسی کے حقوق و آداب کا خلاصہ!

(۱۰) بے کسوں، کمزوروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق و آداب!

69 کمزوروں کا حق دبانے اپنے پیٹ میں انکارے بھرنا ہے!

مسکینوں یتیموں اور بے کسوں کی کفالت اور سرپرستی کرنے والے کا اجر و ثواب! 70

بے کسوں حاجتمندوں مسکینوں اور یتیموں کے حقوق و آداب کا خلاصہ! 71

(۱۱) عام مسلمانوں کے حقوق!

73 تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں!

73 مسلمان سب بھائی بھائی ہیں!

73مسلمان مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے!

74 بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت!

74مسلمان کو ایذا پہنچانے والا بے دین اور فاسق ہے!

کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر خوشی کا اظہار مت کرو! 75

75مسلمانوں کے حقوق کا خلاصہ!

(۱۲) دوستی کے حقوق و آداب!

77 اب دوستی کے حقوق و آداب کو ملاحظہ کیجئے!

(۱۳) ماتحتوں اور خادموں کے حقوق و آداب!

80 ماتحتوں اور خادموں کے ذمہ حقوق اور فرائض!

81 رعایہ کے ذمہ حکمرانوں کے حقوق!

82حکام کے حقوق کا خلاصہ!

(۱۴) حکام کے ذمہ رعایہ کے حقوق!

(۱۵) مہمان کے حقوق و آداب!

- 86 میزبان کے حقوق!
- 86 کسی کے یہاں کھانا کھا کر کھلانے والے کے لئے دعا کرنا!
- (۱۶) عام انسانوں اور غیر مسلموں کے حقوق و آداب!
- 89 عام غیر مسلموں کے ساتھ رویہ!
- (۱۷) ذمیوں کے حقوق و آداب!
- (۱۸) جانوروں کے حقوق و آداب!
- 92 حیوانات کے حقوق و آداب کا خلاصہ!
- (۱۹) تجارت اور کاروبار کے آداب!
- 94 حرام کمائی سے بچو!
- 94 کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنو!
- 95 کاروبار کے آداب کا خلاصہ!
- (۲۰) خریداروں کے حقوق و آداب!
- (۲۱) بیچنے والے کے حقوق و آداب!
- 99 خریدار اور بیچنے والے کے مشترک حقوق و آداب!
- (۲۳) ملاقات کا بیان!
- 100 ملاقات کے آداب!
- 101 اجازت حاصل کرنے کا بیان اور اس کا طریقہ!
- (۲۴) سلام کا بیان!
- 105 سلام میں پہل کرنے کی فضیلت!
- 105 سلام کے ثواب میں اضافے کا باعث بننے والے الفاظ!
- 105 گھر والوں کو بھی سلام کرو!

106 سلام کے احکام و آداب!

(۲۵) یوم جمعہ کے آداب!

108 جمعہ کے دن کے چند آداب!

(۲۶) مشورہ کا بیان!

114 انفرادی اور ذاتی معاملہ میں مشورہ لینا!

115 اجتماعی اور مشترک معاملات میں مشورہ!

115 مشورہ کن امور میں کیا جاتا ہے!

116 مشورہ کی ضرورت اور اہمیت!

116 اہم اجتماعی امور میں مشورہ نہ کرنے والا زیادتی کرتا ہے!

117 مشورہ کے فوائد اور برکات!

118 مشورہ لینے والے کے فرائض و آداب!

119 مشورہ دینے والے (یعنی مشیر) کے فرائض و آداب!

120 مشورہ لینے والا فیصلہ کس طرح کرے!

(۲۷) مجلس کے آداب کا بیان!

(۲۸) بات چیت کے آداب!

(۲۹) چلنے پھرنے کے آداب!

(۳۰) کھانے پینے کے آداب!

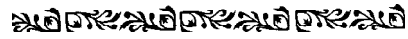
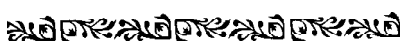
144 پانی وغیرہ پینے کے آداب!

145 کھانے پینے میں برکت کے معنی!

146 قضائے حاجت کے آداب!

146 ستر پوشی کا خیال رکھنا!

146 ایذا رسانی سے اجتناب!



147 پاکی اور صفائی کا خیال رکھنا!
(۳۱) تعظیم شعائر اللہ!

149 نعمت کی ناقدری اور ضیاع مال سے بچنا!
(۳۲) یاد الہی!

151 سونے اور جاگنے کے آداب!

157 تہجد کے فضائل!

158 خوشی کے آداب!

(۳۳) ہنسنے اور مسکرا نے کا بیان!

162 قہقہہ اور کھل کھلا کر ہنسا اور ہنسنے میں حد سے تجاوز درست نہیں!

164 عیادت اور بیمار پر سی کا بیان!

165 عیادت اور بیمار پر سی کے آداب!

166 رنج و غم اور خوف و ہراس کے آداب!

171 میت پر گریہ فطری ہے اور نوحہ و ماتم ناشکری اور نقصان دہ ہے!

172 حضرت یونس علیہ السلام کی دعا!

173 شدت غم و فکر کے وقت کی دعا!

173 ننانوے بیماریوں اور غموں کی دوا!

173 ہر تنگی اور ہر غم سے نجات کا علاج!

174 خوف و ہراس کے وقت کیا کیا جائے؟

175 مصیبت زدہ سے تعزیت اور ہمدردی!

(۳۴) سفر کے آداب!

180 اگر کسی قوم سے خوف ہو تو یہ دعا پڑھئے!

180 رات میں ضرر سے حفاظت کی دعا!

عرضِ اشعار

اللہ رب العزت نے ہم مسلمانوں کو ایک ایسا کامل اور مکمل دین عنایت فرمایا ہے جس میں ہماری زندگی کے ہر شعبے کے متعلق مکمل احکام موجود ہیں۔ ایمانیات، عبادات، معاملات سے لے کر اخلاقی آداب اور طرز معاشرت تک ہر عمل کی الحمد للہ تفصیلی راہنمائی اس دینِ متین میں موجود ہے۔

زیر نظر کتاب ”حقوق و آداب“ حضرت اقدس حضرت مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر طبع کتاب ”جواہر اسلام“ کا ایک حصہ ہے جس میں معاشرے کے اندر زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق حقوق و آداب کا ذکر ہے جو کہ تمام کے تمام قرآن و حدیث کی روشنی میں قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں زوجین، والدین، اولاد، مالک، ملازم، بازاروں اور محلوں میں الغرض معاشرے میں ہر طرف بگاڑ ہی بگاڑ نظر آتا ہے، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آج ہر شخص اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرتا ہے کہ مجھے میرے حقوق ملنے چاہیں مگر دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے بے خبر اور غافل ہے۔

قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حقوق ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے نہ کہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کا۔ اس لیے کہ اگر ان میں سے ہر ایک حقوق ادا کرنے والا بن جائے، مثلاً والدین اپنے حقوق ادا کریں، جو اس پر اولاد کے ہیں اور اولاد اپنے حقوق ادا کریں جو ان پر والدین کے ہیں۔ اسی طرح مالک اپنے حقوق، ملازم اپنے حقوق، زوجین اپنے حقوق، غرض ہر شخص اپنے اپنے ذمے کے حقوق ادا کرے تو کسی کو بھی اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور سب کے حقوق ادا ہوتے چلے جائیں گے۔ چونکہ حقوق العباد کا شعبہ لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو چکا ہے لہذا امید ہے کہ زیر نظر کتاب کا مطالعہ اور اس پر عمل ان شاء اللہ ایک مفید معاشرے کی تشکیل اور اس کمی کو پورا کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

ہر امکانی کوشش کے باوجود طباعت کے دوران کوئی غلطی رہ گئی ہو اور وہ دوران مطالعہ آپ کے علم میں آئے تو آپ سے گزارش ہے کہ اس کی نشاندہی کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کو دور کیا جاسکے۔ آپ کا یہ تعاون انشاء اللہ باعث اجر ہوگا۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کا لکھنا، مطالعہ اور اس پر عمل ہمارے لئے دونوں جہانوں میں کامیابی کا ذریعہ بنائے اور اس کی طباعت میں ”حضرت والا“ اور تمام معاونین کی خدمت کا یہ سلسلہ تاقیامت صدقہ جاریہ کی صورت میں برقرار رہے اور ان کاوشوں میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

دعاؤں کا طالب عبدالسلام عفی عنہ

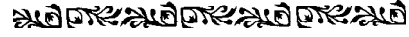
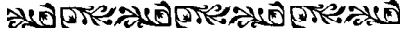
۲۵-۰۴-۱۴۳۳

۱۹-۰۳-۱۰۱۲

برائے اطلاع #۶۶۶۶۶۶۶۶-۳۰۴۱-۰۳۲۱

۰۳۲۱-۲۴۴۰۰۰۱

دارالایمان



نام کتاب..... حقوق و آداب
مصنف..... حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب مدظلہ
طبع اول..... 2011ء
طبع دوم..... 2012ء
تعداد..... 1100
مطبع..... القادر پرنٹنگ پریس 021-32722272

ملنے کے پتے

جامعہ زکریا دارالایمان، کربونہ شریف کوہاٹ۔
فون نمبر: 0925-662313
دارالایمان، ایمان منزل، مکان نمبر B-375، بلاک 10، فیڈرل بی ایریا کراچی۔
فون نمبر: 0321-3040666
مکتبہ انوار القرآن، محلہ جنگی، قصہ خوانی بازار، پشاور۔
ضیاء الرحمن فون نمبر: 0300-5722681
جامعہ زکریا للعلوم الاسلامیہ، ولی آباد، بیرون کوہاٹی گیٹ، پشاور سٹی۔
شبیر احمد خان فون نمبر: 03005902003
دارالایمان والتقویٰ، سورانی، بنوں۔ مولانا ذبیح اللہ۔
فون نمبر: 0928630062، 0331-2441353



حقوق و آداب!

دین اسلام سلامتی اور حقوق کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور حقوق کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ جن کا تعلق براہ راست بندوں کے حقوق سے ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں؟ اور ان حقوق کی ادائیگی کے طریقے کیا ہیں؟

دین اسلام کے اس حصے کو ”حقوق اللہ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرے حصے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں سے ہے حقوق کے اس حصہ کو ”حقوق العباد“ کہا جاتا ہے۔

حقوق کے معنی و مطلب!

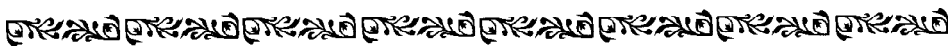
حقوق ”حَقٌّ“ کی جمع ہے اور عربی میں ”حَقَّقَ“ کا خاصہ ثبوت، قیام اور لزوم ہے (یعنی جو چیز ثابت اور اٹل ہو) نہ مٹنے والی ہو اور اس کا ہونا لازم اور ضروری ہو۔

﴿حَقَّقَ عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ ”یہ حکم لازم ہے پرہیزگاروں پر۔“ (بقرہ: ۱۸۰)

جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز فلاں کا حق ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز فلاں کے لئے ثابت ہے اور اس فلاں کو دینا اس کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقوق وہ امور اور ذمہ داریاں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق!

اللہ تعالیٰ کے حقوق سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری ہیں کیونکہ وہی ہمارا خالق و مالک اور ہمارے سب کام بنانے والا، ہم سب کی پرورش کرنے والا، رزق دینے والا وہی ہے، وہی نفع و نقصان کا مالک، عزت و ذلت اور ہر چیز کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی عظمت بہت بڑی ہے اور حقوق العباد بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے عائد کردہ حقوق ہیں لہذا حقوق العباد کی ادائیگی بھی اللہ تعالیٰ کے حق اطاعت کی ادائیگی اور اس کی فرمانبرداری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے حقوق یہ ہیں۔



(۱) اللہ تعالیٰ کو ایک اور یکتا ماننا اور اس کی ذات و صفات اس کے اختیارات اور اس کی عبادت

میں کسی کو شریک نہ کرنا۔

(۲) تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کو مقدم کرنا (یعنی مخلوق اور ہر چیز یہاں تک کہ اپنی جان

سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنا اور اس کی رضا کا طالب رہنا)۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض رکھنا، اسی کے لئے جینا اور اسی

کے لئے مرنا۔

(۴) انتہائی محبت و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ہر

چیز پر مقدم رکھنا (یعنی مخلوق کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنا) بلکہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کی

مخلوق کا حکم متصادم ہو جائے تو مخلوق کے حکم کو حقیر اور باطل جان کر چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو اختیار کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پوری تفصیل اسی کتاب (یعنی جواہر الاسلام) کے کتاب العقائد میں موجود ہے۔

قرآن مجید کے حقوق!

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کامل و مکمل کتاب ہے اور یہ کلام الہی قیامت تک

انسانوں اور جنات کے لئے بھیجی گئی ہے اور یہ سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ پر آپ ﷺ کی تینیس

(۲۳) سالہ زندگی میں بتدریج نازل ہوا ہے اس عظیم کتاب کے بڑے بڑے حقوق یہ ہیں۔

(۱) قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کامل و مکمل کتاب اور اس کا کلام ہے نہ

اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

(۲) قرآن مجید کے احکام معلوم کرنے اور اس کے سیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کی تلاوت کرنا۔

(۳) قرآن مجید کا ادب و احترام کرنا اور بغیر غلاف کے اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا۔

(۴) قرآن مجید کے احکامات اور اس کی ہدایات پر عمل کرنا۔

تلاوت قرآن مجید کے آداب!

قرآن مجید کی تلاوت بہت اہم عبادت ہے اور اس کے ہر حرف پر درس نیکیاں ملتی ہیں۔

”جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمائی اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے میں یہ نہیں کہتا کہ ﴿اَلَمْ﴾ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (یعنی اس طرح ﴿اَلَمْ﴾ پڑھنے والاتیس نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرتا ہے)۔“ (ترمذی)

تلاوت قرآن مجید کے فضائل میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل رسالہ ”فضائل قرآن مجید“ لکھا ہے اس کو پڑھ لیجئے۔

(۱) قرآن مجید کو طہارت اور پاکیزگی کی حالت میں با وضو ہو کر پڑھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے بڑے ادب و احترام اور ذوق و شوق کے ساتھ تلاوت کرے۔

(۳) قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہئے۔

(۵) اگر مسجد میں نمازی، نماز میں مشغول ہوں یا دینی تعلیم ہو رہی ہو یا کوئی پاس سو رہا ہو تو اس وقت اونچی آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہئے۔

(۷) قرآن مجید کی تلاوت ہر روز بلا ناغہ کرنے کی کوشش کریں۔

(۹) اگر کوئی قرآن مجید کے معنی سمجھتا ہے تو اسے آیتوں میں غور، فکر اور تدبر کے ساتھ تلاوت کرنی چاہئے۔ جب رحمت، مغفرت اور جنت کی لازوال نعمتوں کے تذکرے آئیں تو خوشی و مسرت کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرے اور جب اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال اور عذاب جہنم کی ہولناکیوں کا بیان ہو تو بدن پر یہ کیفیت ہو کہ کانپنے

لگے اور دل میں توبہ و ندامت کی کیفیت کی بنا پر آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑیں اگر یہ کیفیت طاری نہ ہو تو کم از کم رونے کی آواز اور صورت ہی بنالے۔

(۱۰) قرآن مجید کی تلاوت کے دوران اگر یہ تصور کر لے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوں اور اس کے سامنے اس کے عظیم کلام کی تلاوت کر رہا ہوں اور وہ میری تلاوت کو سن رہا ہے اور میرے دل کو دیکھ رہا ہے تو اس تصور سے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اس کے قہر و غضب کا خوف اور اس کی یاد پیدا ہوگی۔

مساجد کا بیان!

مساجد کی عظمت و اہمیت اور آداب کے بارے میں احادیث رسول اللہ ﷺ! حضور ﷺ نے مساجد کی اہمیت پر زور دیا ہے اور اُمت کو ترغیب دی ہے کہ تم اگر جسم کے اعتبار سے مسجد سے باہر بھی ہو لیکن تمہارے دلوں کا رخ ہر وقت مسجد کی طرف ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے مساجد کے حقوق و آداب اور ان کے فضائل بھی تعلیم فرمائے ہیں اور مساجد کے بنانے پر اجر و ثواب سے بھی اُمت کو آگاہ کیا۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ .

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح و شام جس وقت بھی مسجد میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی مہمانی تیار کراتا ہے (یعنی اس کا درجہ بڑھاتا ہے) وہ جتنی دفعہ بھی صبح و شام کو جائے۔“ (اس کے درجات بلند ہوتے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کے سامان کو بڑھاتا رہے گا) (بخاری و مسلم)

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والا مومن اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور میزبان پر حق ہے کہ مہمان کا اکرام اور اس کی خاطر داری کرے۔

صحیحین کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن جس میں اللہ تعالیٰ کے سایہ

رحمت کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کی بشارت دی ہے، اور ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت و دیکھ بھال کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترمذی وابن ماجہ، دارمی کنزانی المشکوٰۃ)

(۲) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكُعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ .

”حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھے۔“ (بخاری و مسلم)

(۳) (عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُتَنَتَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأْذَى مِمَّا تَأْذَى مِنْهُ الْإِنْسُ).

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔“ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری حدیث میں اس بدبودار درخت کا نام لے کر وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد ”البصل والثوم“ (یعنی پیاز و لہسن ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو یہ چیزیں کھانی ہو تو وہ پکا کر ان کی بدبو زائل کر لیا کرے۔ اس حدیث میں اور اسی طرح دوسری حدیثوں میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مساجد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی بدبو اور ہر قسم کی گندی چیزوں سے ان کی حفاظت کی جائے۔ ہر وہ چیز جس سے سلیم الطبع آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ بدبو جیسی کسی بھی چیز کو مسجد کے اندر نہ لایا جائے خواہ وہ لہسن ہو پیاز ہو یا میٹھی کاتیل بہر حال غرض یہ کہ بدبودار چیزوں اسی طرح عام گندی چیزوں جیسے کوڑا کرکٹ سے مسجدوں کی حفاظت ضروری ہے بلکہ مسجدوں

کو پاک، صاف اور خوشبودار رکھا جائے بعض حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بھی موجود ہے کہ مسجدوں کو پاک و صاف اور خوشبودار رکھا جائے۔ (دیکھئے ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ)

اسی طرح بعض حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت لڑائی اور جھگڑے کی باتوں اور چھوٹے بچوں کو مسجد کے اندر لانے اور مساجد میں شور و غل اور دنیوی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے مرسل روایت کیا ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

”ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت دنیوی معاملات کے متعلق ہوا کرے گی پس تمہیں چاہئے کہ ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔“ (مشکوٰۃ)

(۴) (عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ .)

”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی

خوشنودی کے لئے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایک محل تیار کرے گا۔“ (بخاری و مسلم)

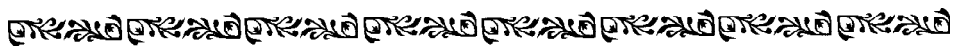
مسجدوں کا بنانا مسلمانوں کی مذہبی ضرورت کا بہم پہنچانا ہے اور ضرورت کے موقع پر مسجد بنانے کا بہت بڑا ثواب ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے واضح ہے بلکہ مسجد کے بنانے والے یا اس میں کسی طرح کی امداد کرنے کا اجر و ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک مسجد کی نمود باقی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسجدوں کی تعمیر میں حصہ لینے، ان کو پاک و صاف رکھنے اور ان کو ذکر و اذکار، تلاوت قرآن پاک اور نمازوں سے آباد کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسجد کے حقوق!

مذکورہ بالا حدیثوں کی روشنی میں مسجد کے حقوق کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

(۱) مسجد کو جاندار چیزوں کی تصاویر اور کوڑا کرکٹ سے پاک رکھنا اور اس میں کسی طرح کی گندگی نہ پھیلانا اور نہ رہنے دینا اور نہ اس میں بدبودار چیز کو لانا اور نہ بدبودار چیز کو رہنے دینا۔

(۲) مسجد کو خوشبودار رکھنا، اس کا ادب و احترام کرنا، اس کی خدمت کرنا، اس میں شور نہ مچانا اور نہ اس میں دنیوی باتوں کے لئے بیٹھنا، نہ اس میں لین دین، تجارت، خرید و فروخت کرنا، نہ اس میں بھاگنا، نہ دوڑنا،



نہ کھیل کود کرنا، نہ اس کو گزر رگاہ بنانا اور نہ ایسے چھوٹے بچوں کو لے جانا جو مسجد میں پیشاب یا پاخانہ کریں یا کھیلیں کودیں۔ غرض مسجد کا خوب ادب و احترام کرنا۔

(۳) مسجد کو پنج وقتہ نمازوں اور ذکر الہی جیسے نیک اعمال سے آباد رکھنا اور ہر قسم کی فضولیات اور بیہودہ باتوں سے محفوظ رکھنا۔

مسجد کے آداب!

مسجد کے آداب یہ ہیں!

(۱) مسجد میں دائیں پاؤں سے داخل ہونا اور بائیں پاؤں سے باہر آنا۔

(۲) داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

”بِسْمِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ اَللّهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ“

”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر، اے اللہ! میرے

لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔“

اور مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

”بِسْمِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .“

”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے اور درود و سلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔“

(۳) مسجد میں جب بھی داخل ہو تو بہتر یہ ہے کہ نقلی اعتکاف کی نیت کر لے (یعنی دل میں یہ نیت کرے کہ جتنی دیر مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا) یہ ایک آسان عمل ہے اس میں نہ وقت لگتا ہے نہ محنت بلکہ صرف نیت و ارادہ کا استحضار رکھنا ہوتا ہے اور اعتکاف کا ثواب مفت مل جاتا ہے۔

(۴) مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا البتہ اگر مکروہ وقت ہو (مثلاً استواء کا وقت ہو) تو مکروہ اوقات میں یہ نفل نہ پڑھیں بلکہ مسجد میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر و تلاوت میں مشغول ہو جائیں اسی طرح اگر جماعت کے وقت میں گنجائش نہ ہو (یعنی جماعت کھڑی ہونے میں اتنی دیر نہیں کہ اس میں دو

رکعت نفل پڑھے جاسکیں تو پھر ان نوافل کو نہ پڑھیں) بلکہ یہ دو رکعت نفل اس وقت پڑھیں کہ جب سنتوں اور جماعت کی نماز میں خلل نہ آئے اور ان دو رکعت نوافل کو تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے۔

(۵) مسجد میں جاتے ہوئے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں جا رہا ہوں اور وہاں اس طرح رہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال آپ کے دل پر چھایا ہوا ہو۔ اور مسجد میں نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مساجد کا ادب و احترام نصیب فرمائے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق!

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حقوق سارے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور تمام کے تمام حقوق اللہ تعالیٰ کے حق بندگی اور اطاعت کے تحت آجاتے ہیں ان دونوں حقوق، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق یہ ہے کہ جن حقوق کی ادائیگی کا تمام فائدہ خود ادا کرنے والے کو پہنچے تو ان کو حقوق اللہ کا نام دیا جاتا ہے اور جن حقوق کے فوائد دو طرفہ ہوں کہ ان کے فوائد ادا کرنے والے کو بھی پہنچیں اور دوسری مخلوق کو بھی تو ان کو حقوق العباد کہا جاتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حقوق اپنے بندوں پر لازم کئے ہیں ان سے نہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کو ان کی حاجت اور ان کے ادا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان ہے، اللہ کی ذات اس سے بہت بلند و بالا اور بے نیاز ہے بلکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے تو اس کا فائدہ خود بندے کو پہنچتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور پرستش کرتا ہے تو تزکیۂ نفس، حسن اخلاق، تکمیل انسانیت اور روحانی ترقیوں کی صورت میں خود ہی مستفید ہوتا رہتا ہے۔ اور جب وہ حقوق العباد کو ادا کرتا ہے تو یہ فائدہ دو طرفہ ہو جاتا ہے ایک طرف حق ادا کرنے والا بندہ دنیا میں بھی بہترین سیرت و کردار اور حسن اخلاق کا حامل ہونے کی وجہ سے عزت و احترام حاصل کرتا ہے اور پھر آخرت کی دائمی زندگی میں بھی سرخروئی اور کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے، اور دوسری طرف حق وصول کرنے والا اپنا حق وصول کر کے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ خوشی سے زندگی بسر کرتا ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی کی وجہ سے

بندوں کے حقوق کیوں مقدم ہیں؟

مذکورہ بالا بیان سے یہ سوال بھی حل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق پر اپنے بندوں کے حقوق کو کیوں مقدم فرمایا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کر کے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ خود اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور خود نقصان اٹھاتا ہے لیکن جب وہ حقوق العباد کو ادا نہیں کرتا تو اس کی وجہ سے وہ ایک طرف اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور دوسری طرف اسے نقصان پہنچاتا ہے جس کے حق کو وہ ادا نہیں کرتا اور یہی وہ ظلم ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ناقابلِ معافی ہے۔ اِلَّا یہ کہ خود صاحبِ حق اسے معاف کر دینے پر رضا مند ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حقوق تمام اللہ تعالیٰ کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم صرف ان حقوق کی ادائیگی کا رخ متعین کرنے کے لئے کی گئی ہے جو حقوق بندوں کو ادا کئے جاتے ہیں یا جن حقوق کا وصول کنندہ خود انسان ہے وہ حقوق العباد ہیں اور جن حقوق کا تعلق بندوں سے نہیں جیسا کہ نماز، روزہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں داخل ہوتے ہیں۔

حقوق العباد کی اہمیت!

حقوق العباد کی اہمیت مذکورہ بالا بیان سے بھی واضح ہے لیکن چونکہ یہ دین کا بہت اہم اور ضروری حصہ ہے اور عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ دین کے اس اہم حصے سے ایسے غافل ہیں کہ گویا یہ دین کا حصہ ہی نہیں، اس لئے ضروری سمجھا کہ اس اہم شعبے کے متعلق اختصار کے ساتھ کچھ ذکر کروں۔

حقوق العباد تین چوتھائی دین ہے!

اسلامی فقہ جس میں شریعت کے احکام بیان ہوئے ہیں اس کو اگر چار برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ایک حصہ عبادات کے بیان پر مشتمل ہے اور بقیہ تین حصے حقوق العباد کے بیان میں ہیں (یعنی ان تین حصوں میں معاملات اور معاشرت کا بیان ہے۔) مثلاً ہدایہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس کی چار جلدیں ہیں اس کی پہلی جلد میں عبادات (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے احکام بیان ہوئے ہیں

اور باقی تین جلدیں بندوں کے حقوق یعنی معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں (معاملات سے مراد لین دین کے معاملات ہیں جیسے قرض، امانت، خرید و فروخت اور نوکری اور معاشرت سے مراد رہن سہن کا وہ برتاؤ جو ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جن سے کسی قسم کا تعلق اور واسطہ پڑتا ہو جیسے ماں، باپ، اولاد، استاد، شاگرد اور سفر کے رفیق وغیرہ۔

بہر حال جب یہ معلوم ہوا کہ حقوق العباد دین کا تین چوتھائی حصہ ہے تو اس سے خود اندازہ لگائیے کہ جب مسلمانوں کے دیندار طبقے کی اکثریت بھی ایسی ہے جنہوں نے دین کے تین چوتھائی کو نظر انداز کیا ہے تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ کیسے حاصل ہوگا؟ اور مسلمان دنیا و آخرت کی زندگی میں کس طرح فلاح و کامیابی پاسکتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو کامل و مکمل دین کے اختیار کرنے پر ہے نہ کہ ناقص دین پر۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے اسی فعلِ بد پر تنبیہ فرمائی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اَفْسُوْا مَنۡ يَّبْعُضُ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاۗءُ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِی الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلَی الْعَذَابِ﴾

”کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور بعض حصے سے انکار کرتے ہو پس جو تم میں ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں (زوال پذیر اور) ذلیل اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب میں دھکیلا جائے گا۔“ (بقرہ: ۸۵)

بنی اسرائیل تو رات پر ایمان رکھتے تھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے تھے لیکن انہوں نے عملاً تورات کے بعض احکامات کو چھوڑ دیا تھا جیسا کہ خود اس آیت کے قبل مضمون سے یہ واضح ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں ذلت، رسوائی اور عذاب کی وعید سنائی۔

حقوق العباد میں امتحان کی سختی اور ان کی اہمیت!

حقوق العباد مثلاً معاملات اور معاشرت اس لحاظ سے بھی شریعت کے نہایت اہم ابواب ہیں کہ ان میں اپنی دنیوی منفعت و مصلحت اور اپنی خواہشات نفسانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی کشمکش اور مجاہدہ نفس

دوسرے تمام شعبوں عبادات سے زیادہ رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات اور معاشرت کے احکام (یعنی حقوق العباد کی ادائیگی میں ہے۔) شیطان بھی حقوق العباد کے امتحان میں فیل ہو گیا کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی پرستش اور اس کے سامنے جھکنے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ اس نے آدم علیہ السلام کے اس حق کی ادائیگی سے انکار کیا تھا جس کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا، لیکن شیطان نے تکبر کر کے آدم علیہ السلام کے حق کا اعتراف نہیں کیا اور اس کی ادائیگی سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گیا۔ مذکورہ بالا بیان سے حقوق العباد کی اہمیت واضح ہے اور ان میں گڑبڑ کرنے والا سخت محرومی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محرومی سے بچائے۔ آمین

حقوق العباد میں کوتاہی پر وعیدیں!

مخلوق پر ظلم کے بارے میں جس قدر وعیدیں آئی ہیں (مثلاً ناحق قتل، کسی کو سب و شتم، چغلی، غیبت اور حسد پر جو وعیدیں آئی ہیں) ان سب کا تعلق حقوق العباد میں کوتاہی سے ہے اور ان کا بیان ان کے اپنے اپنے ابواب میں موجود ہے البتہ یہاں صرف دو تین آیتوں اور حدیثوں کو نقل کرتا ہوں کہ جن سے حقوق العباد کی اہمیت اور ان میں کوتاہی کی سزا معلوم ہو جائے۔

سورة المطففين کی ابتدائی آیات!

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلٰى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَزُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مُّبْعَثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾
 ”بڑی تباہی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ جو لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لے لیں۔ اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔“ (سورة المطففين: ۶ تا ۱۰)

ان آیتوں میں ان لوگوں کی سخت تباہی کا بیان ہے کہ جو اپنا حق تو پورا وصول کرتے ہیں گویا وہ اس

بات کو خوب جانتے ہیں کہ آدمی کو اس کا پورا حق ملنا چاہیے اس لئے تو وہ اپنا حق پورا پورا وصول کرتا ہے لیکن جب دوسروں کو حق دینے کا وقت آتا ہے تو وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور نقصان کرتے ہیں ایسے لوگ آخرت میں اس حال میں پہنچیں گے کہ وہ وہاں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

نیز مذکورہ آیتوں کے بعد والی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ دوسروں کے حقوق میں کوتاہی کرتے رہتے ہیں ان پر بالآخر ایسا وقت آ جاتا ہے کہ ان کے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق کے بارے میں وہ بالکل بے حس ہو کر رہ جاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ سخت محرومی کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

حقوق انسانی کے متعلق سورہ نساء کی پہلی آیت!

(۲) اللہ تعالیٰ سورہ نساء کی ابتداء میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ج وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۝﴾

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتوں کو (پیدا کر کے زمین پر) پھیلایا اور ڈرو اس اللہ تعالیٰ سے جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال (اور اپنے حق کا مطالبہ) کرتے ہو رشتوں (کو قطع کرنے اور بگاڑنے) سے بچو بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔“ (سورہ نساء: ۱)

یہ سورہ نساء کا آغاز اور اس کی پہلی آیت ہے اس آیت کے بعد آگے چل کر انسانوں کے باہمی حقوق بیان ہوئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ خاندانی نظام اور ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہدایات دی گئی ہیں اور یہ آیت کریمہ بعد میں آنے والی آیتوں کے لئے ایک تمہید کی حیثیت رکھتی ہے اس آیت کریمہ میں چند باتوں کی طرف رہنمائی اور اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) یہاں ﴿الْأَرْحَامَ﴾ کو اسم جلالہ ﴿اللّٰہ﴾ پر عطف کیا گیا اور اس میں بندوں کے حقوق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بندوں خصوصاً رشتہ داروں کے حقوق کا مقام اور اس کی اہمیت کو واضح کر دیا جو ان

کو دین اسلام میں حاصل ہے۔

(۲) اس آیت کریمہ کی ابتداء میں فرمایا گیا کہ:

”انسانوں، عورتوں، مردوں کا پیدا کرنے والا تنها اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔“

اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسانوں، مردوں اور عورتوں کو زمین میں پھیلا دیا گیا جبکہ وہ پہلے موجود نہیں تھے بلکہ معدوم تھے اب سوال یہ ہے کہ اس دنیا میں ان لوگوں کو کون لایا؟ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ خود بخود اپنے ارادے سے آئے ہیں کیونکہ دنیا میں آنے سے پہلے وہ موجود نہیں بلکہ معدوم تھے اور معدوم کے لئے ارادہ کرنا ہی ناممکن ہے۔ معدوم تو اس جہاں میں آنے اور نہ آنے کا فیصلہ کر ہی نہیں سکتا اس لئے لازماً انسان کو ایسی ذات اس دنیا میں لائی ہے جو انسان کے وجود، اس کے ارادوں، اس کی خاصیتوں اور صلاحیتوں کی خالق اور مالک ہے، وہ عظیم ذات علیم وخبیر، مہربان و حکیم بھی ہے جو انسانوں اور اپنی تمام مخلوق کی ضرورتوں کو خوب جانتی ہے اس لئے اس نے انسان کی پیدائش سے پہلے اس کے لئے وہ انتظامات کئے جو اس کے لئے ضروری اور انسانی فطرت کے تقاضے اور مطالبے تھے۔ (اس کی پوری تفصیل کو راقم الحروف کی ”دھرمیت سے اسلام تک“ نامی کتاب میں پڑھ لیجئے۔)

وہ عظیم ذات اللہ ہے اگر لوگ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں تو وہ راہ راست کو پالیں گے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت کائنات اور آسمان وزمین میں بکھرے ہوئے لاکھوں عظیم الشان دلائل اور نشانیوں سے غافل ہیں اس لئے انہوں نے اپنے رب کو بھلا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔

(۳) تیسری حقیقت یہاں یہ بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نسل انسانی کو ایک ہی ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام و حوا کا گھرانہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو وہ ابتداء ہی سے بہت سے مرد اور عورتوں کے جوڑے پیدا فرمادیتے اور ابتداء ہی سے بہت سارے خاندان وجود میں آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کو ایک ہی جان اور ایک ہی نسل سے پیدا کیا تاکہ تمام نسل انسانی کو ایک ہی گھرانہ بنایا جائے اور تمام انسان نسل آدم ہونے کے اعتبار سے برابر ہوں۔ عربی، عجمی، کالے گورے میں کوئی فرق نہ ہو۔ اسی طرح

انسانوں کے درمیان مضبوط رابطہ اور رشتہ داری قائم ہوئی کیونکہ سب کے سب ایک اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی ہیں اور ایک ہی ماں، باپ کی اولاد بھی ہیں اور تمام انسانوں کا نسب بھی ایک ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی بندگی کرنے والے بن جائیں اور اسی سے ڈریں اور یہ کہ ہر انسان دوسرے انسان کو اپنا سمجھے اور سب کے سب مشترک گھرانے کے افراد کی طرح آپس میں مل جل کر حق و انصاف اور خیر خواہی سے زندگی بسر کرنے والے بنے رہیں۔

(۴) اس آیت کریمہ میں چوتھی حقیقت یہ بیان ہوئی کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام تمام نسل انسانی کے باپ ہیں اسی طرح حواؑ تمام نسل انسانی کی ماں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ”حوا“ کو حضرت آدم علیہ السلام ہی کی جان سے پیدا فرمایا اور دونوں ایک ہی جان اور جنس ہیں اور دونوں کی ایک ہی فطرت ہے لہذا عورت ذلیل، حقیر اور فطری گنہگار مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ شرف انسانیت میں مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔

مرد اور عورت دونوں کی فطرت میں کوئی فرق نہیں البتہ دونوں کی استعداد اور ان کے صنفی فرائض اور ذمہ داریوں میں فرق ہے۔ اس لئے عورت کو حقیر، ذلیل اور کمزور مخلوق سمجھ کر نہ تو دور جاہلیتِ قدیمہ کی طرح اس کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ دور جدید کی جاہلیت کی طرح اس کو گھر کی چار دیواری سے ہوٹلوں میں مزدوریوں اور نوکریوں کا بارگراں ڈال کر اس کو ذلیل اور رسوا کیا جائے گا اور نہ اس صنفِ نازک کو اس کے اپنے صنفی فرائض اور ذمہ داریوں سے ہٹا کر اس کی زندگی کو برباد کیا جائے گا۔ عورت کو جو مقام اسلام نے دیا ہے اور اس کے لئے جو حقوق متعین کئے ہیں اگر عورت کو وہی مقام اور حقوق دے دیئے جائیں تو وہ دورِ قدیم و جدید دونوں قسم کے ظلم و زیادتیوں سے نجات پائے گی اور خاندانی نظام قائم رہے گا۔ خاندان مربوط جڑے رہیں گے اور لوگوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی اور عورت عزت والی زندگی گزارے گی۔ اگر عورت پر ظالمانہ سلوک کو روکا رکھا جائے خواہ جاہلیتِ قدیمہ کی صورت میں ہو یا دورِ جدید کی جاہلیت کی شکل میں ہو دونوں صورتوں میں عورت کی حق تلفی ہوگی اور وہ ذلیل خوار ہو کے رہ جائے گی۔ اس ظلم کی وجہ سے لوگوں کی صرف آخرت تباہ نہ ہوگی بلکہ دنیا میں بھی خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

۱۔ اس فرق کی تفصیل اور دونوں کے فرائض اور ذمہ داریوں کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ مرد اور عورت کے حقوق میں بھی آئے گا اور ”اسلامی طرزِ حکومت“ کے بیان میں بھی اس کا ذکر ہوگا۔

اور ”اسلامی طرزِ حکومت“ کے بیان میں بھی اس کا ذکر ہوگا۔

اور ازدواجی زندگی درہم برہم ہو جائے گی جیسا کہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ یورپ اور مغربی ممالک میں ہو رہا ہے۔

(۵) اس آیت کریمہ میں پانچویں بات یہ بیان ہوئی کہ:

”ڈرو اس اللہ تعالیٰ سے جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور ڈرو رشتوں کے قطع کرنے اور بگاڑنے سے۔“

اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور ”رحم“ اور رشتہ داری کا واسطہ ہمیشہ سے باہمی ہمدردی پر ابھارتا رہا ہے لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر ایک دوسرے کے ساتھ معاہدے کرتے ہیں، اس کی قسمیں کھاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہی حال رحم اور رشتہ داری کا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر اپنا حق مانگتے ہیں لہذا لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کا پوری طرح احساس کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائیگی کے لئے چوکس رہیں ان کی پامالی اور ان میں کمی کوتاہی کرنے سے پرہیز کریں۔

(۶) اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حقوق کی پامالی اور ان میں کوتاہی پر سخت تنبیہ فرمائی ہے اور فرمایا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔“

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی بہت سخت ہے، وہ عظیم اور برتر ذات سب سے حساب لینے والی ہے، وہ علیم وخبیر ذات اپنی مخلوق کی ہر ادا اور ہر قول و فعل اور ہر خیال و ارادے سے پوری طرح باخبر ہے تو جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق میں کوتاہی اور دھاندلی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔

حقوق کے متعلق احادیث!

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی پر بھی اپنے (دوسرے مسلمان) بھائی کا اس کی عزت و آبرو سے متعلق یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس حق کو آج ہی (یعنی دنیا میں) اس دن کے آنے سے پہلے معاف کر لے جس دن نہ دینا رہوں گے اور نہ درہم

(۱) اس دن سارا حساب نیکیوں اور گناہوں سے ہوگا لہذا اگر آج دنیا میں اس نے اپنے حق کو معاف کر لیا تو بہتر ورنہ کل قیامت کے روز (ظالم) اور حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے کے پاس جو کچھ نیک اعمال ہوں گے ان میں سے اس کے ظلم کے بقدر نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) گناہ لے کر ظالم پر ڈال دئے جائیں گے۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے ارشاد فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ مفلس شخص وہ ہے جس کے پاس کوئی درہم (روپیہ پیسہ) اور (دنیا کا) کوئی سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نمازیں، روزے اور زکوٰۃ (دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا (لیکن اس کے معاملات اور اس کی معاشرت خراب ہوگی) اور اس کا حال یہ ہوگا اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا اور کسی کو مار پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی (اسی طرح ہر حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے بقدر نیکیاں دی جائیں گی) پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس (ظالم) شخص پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن مجلس نبوی میں کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں عورت کی زیادہ نماز، روزے اور کثرت صدقہ و خیرات کا بڑا چرچا ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں ڈالی جائی گی (پھر اس شخص نے دوبارہ) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ روزے کم رکھتی ہے اور صدقہ و خیرات بھی کم کرتی ہے اور نمازیں بھی کم پڑھتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا صدقہ و خیرات

چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت جنت میں جائے گی۔ (احمد، بیہقی، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص نفلی عبادت کرتا ہے تو بڑی اچھی بات ہے لیکن اگر نفلی اعمال نہ کرے تو آخرت میں سوال نہیں ہوگا کہ تم نے فلاں نفلی عبادت نماز، روزہ یا خیرات کیوں نہیں کی؟ لیکن فرائض، واجبات اور حقوق العباد وہ چیز ہے کہ اس بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا اور ان پر جنت و جہنم کا فیصلہ موقوف ہوگا۔ اس حدیث میں پہلی عورت کے متعلق فرمایا کہ وہ جہنمی ہے حالانکہ وہ نفلی روزے، نمازیں اور صدقات و خیرات میں زیادہ تیر تھی لیکن فرائض زندگی اور حقوق العباد کی ادائیگی میں وہ کوتاہی کرتی تھی اور اپنی زبان کے ذریعہ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی تھی اس عورت کی نفلی عبادات و خیرات اگرچہ افضل ترین اور بہترین عبادات ہیں لیکن اس کی یہ عبادتیں بھی اس کے حقوق العباد میں کوتاہی اور ظلم کا کفارہ نہیں ہوتیں۔ اس کے برعکس دوسری عورت جو فرائض، واجبات اور حقوق العباد کو ادا کرتی تھی لیکن نفلی نمازوں، نفلی روزوں اور نفلی صدقات و خیرات میں کمزور تھی تو وہ فرائض اور حقوق العباد کی وجہ سے جنت میں ہوگی۔ بہر حال حقوق العباد کی ادائیگی دین اسلام میں بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔ اس کے برعکس حقوق العباد کے بارے میں کوتاہی اور ظلم بندے کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ گناہوں سے بچتے رہیں اور اسلام کے فرائض، واجبات اور سنتوں پر عمل کرتے رہیں اور حقوق العباد کے بارے میں سخت محتاط رہیں کہ دنیا میں کسی کا ذرہ برابر حق اس کے ذمہ نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی ہدایات، تعلیمات اور احکامات پر پورا پورا عمل نصیب فرمائے آمین۔

رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے حقوق!

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑا درجہ رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ انسان کہاں سے آیا ہے؟ اور اس دنیا میں کس مقصد کے لئے آیا ہے؟ اور وہ کہاں جا رہا ہے؟ اور اس کے آگے کیا کیا مراحل اور مقامات آنے والے ہیں؟ ان مراحل اور مقامات کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہئے اور کن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے ہم ان تمام باتوں کو صرف ان حضرات کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں اور

ان کے ہم پر بہت زیادہ احسانات ہیں اس لئے ان کے حقوق بھی ہم پر بہت زیادہ اور تمام مخلوق سے بڑھ کر ہیں خصوصاً نبی کریم ﷺ کے احسانات تو اس قدر ہیں کہ ہم ان کا شمار بھی نہیں کر سکتے اور آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کے بعد نجات صرف اور صرف آپ پر اتری ہوئی تعلیمات اور ہدایات کے ماننے اور ان پر عمل کرنے میں منحصر ہے اور آپ ﷺ قیامت تک انس و جن کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی رسول و نبی آئے گا اور نہ آپ کے بعد کسی نبی و رسول کی ضرورت ہے۔ (اس کی پوری تفصیل ختم نبوت کے باب میں پڑھ لیجئے۔)

آپ ﷺ کے بڑے بڑے حقوق یہ ہیں۔

(۱) آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت پر ایمان و یقین رکھنا (یعنی یہ پختہ یقین و ایمان ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کی تفصیل باب العقائد میں موجود ہے۔)

(۲) آپ ﷺ کی محبت و احترام کو تمام مخلوقات کی محبت و احترام پر مقدم رکھنا یہاں تک کہ اپنی جان، اولاد اور والدین سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت رکھنا۔

(۳) آپ ﷺ کا ادب و احترام دل میں رکھنا اور آپ کی سنت کی عزت کرنا اور ہر ایسی بات سے پرہیز کرنا جس سے آپ ﷺ کی شان یا اس کی سنت میں نقص یا بے ادبی کا شائبہ ہو۔ (آپ ﷺ سے محبت کی فرضیت اور آپ کے احترام اور ادب کی پوری تفصیل راقم الحروف کی کتاب العقائد اور باب محبت الہی میں دیکھ لیجئے۔)

(۴) زندگی کے ہر شعبہ خواہ وہ عبادات ہوں اخلاقیات ہوں معاملات یا معاشرت ہو تمام کے تمام میں آپ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کرنا۔

(۵) آپ ﷺ پر کثرت سے درود شریف بھیجنا۔

(۶) ہر حال میں آپ ﷺ کی شریعت اور تعلیمات کا دفاع کرنا (یعنی دشمن اسلام جب اسلام میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرے یا وہ ہتھیاروں سے حملہ آور ہو یا آپ کی ذات یا شریعت پر حملہ آور ہو تو اس کا مضبوط دفاع مسلمانوں پر فرض ہے)۔

صحابہ کرام ﷺ کے حقوق!

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا درجہ صحابہ کرام و اہل بیت ﷺ کا ہے انہی کے واسطے ہمیں قرآن مجید اور آپ ﷺ کی تعلیمات پہنچی ہیں اور انہی کے ذریعہ فلاح و کامیابی والا دین ہم تک پہنچا ہے اور یہ حضرات آپ ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد اور آپ کے بلا واسطہ فیض یافتہ ہیں اور امت مسلمہ پر ان کے عظیم احسانات ہیں اس لئے ان حضرات کے حقوق بھی بہت زیادہ ہیں۔

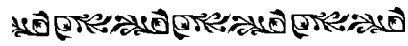
یہاں ان کے بڑے بڑے حقوق بیان کئے جاتے ہیں۔

- (۱) ان کا ادب و احترام کرنا اور ان سے محبت رکھنا۔
 - (۲) ان کو برا بھلا کہنے ان پر تنقید اور ان کی تنقیص کرنے سے پرہیز کرنا۔
 - (۳) ان کا دفاع کرنا (یعنی جو لوگ ان پر کچڑ اچھالتے ہیں اور ان کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں) ان شکوک و شبہات کا ازالہ کرنا اور صحابہ کرام ﷺ کے ناموس کی حفاظت کرنا۔
 - (۴) ان حضرات کی اقتداء اور اتباع کرنا اور اس مبارک جماعت کو معیار حق ماننا۔
 - (۵) تمام صحابہ کرام ﷺ کے عادل ہونے کا اعتقاد رکھنا۔
- (صحابہ کرام ﷺ کے ادب و احترام سے متعلق پوری تفصیل راقم الحروف کی ”کتاب العقائد“ اور ”باب حب الہی“ میں پڑھ لیجئے۔)

اساتذہ، علماء اور مشائخ کے حقوق و آداب!

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام ﷺ کے بعد سب سے زیادہ محترم و مکرم مشائخ اور علماء کرام ہیں یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، ان کے حقوق و آداب یہ ہیں۔

- (۱) علمائے اسلام اور مشائخ کا دل و جان سے احترام کریں۔
- (۲) ان کے لئے دعائے خیر کرنا۔
- (۳) اگر وہ زندہ ہیں تو ادب و احترام سے ان کے سامنے پیش آنا۔



(۴) ان سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

(۵) اگر کوئی کسی عالم دین سے مسئلہ معلوم کرنا چاہے تو بحث کے انداز میں مسئلہ معلوم نہ کرے بلکہ ادب کے ساتھ پست آواز سے بات کرے۔

(۶) اگر مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو کسی دوسرے عالم سے معلوم کر لیں مگر پہلے عالم کی تحقیر، تذلیل اور توہین سے پرہیز کریں۔

(۷) ان سے بغض و مخالفت کا رویہ نہ رکھیں۔

(۸) جو شر پسند عناصر علمائے اسلام اور مشائخ کی جان، مال یا عزت کے درپے ہوں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کا دفاع کریں اور شر پسند عناصر کو توہین سے روکیں اگر قدرت ہو تو توہین کرنے والوں کو مناسب سزا بھی دے دیں۔

(۹) حسب ضرورت ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کریں اور ان کی خدمت بھی کریں۔

(۱۰) شیخ اور پیر تو باعتبار تربیت و اصلاح ظاہری و باطنی کے روحانی باپ کی طرح ہے ان کے حقوق تو اور زیادہ ہیں ان کے ساتھ اور ان کے اقارب کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہئے جو حسن سلوک والدین کے ساتھ اور والدین کے اقارب و متعلقین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

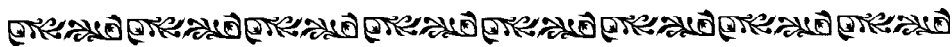
علماء و مشائخ کے فرائض و ذمہ داریاں!

علماء و مشائخ انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہوتے ہیں ان کی اصلاح و بگاڑ پر امت مسلمہ کی اصلاح و بگاڑ کا دار و مدار ہوتا ہے اس لئے ان حضرات کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں ان کی چند ذمہ داریاں یہ ہیں۔

(۱) علماء و مشائخ کا کردار، اعمال اور اخلاق اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوں۔

یاد رہے کہ صرف دینی امور کو سیکھنے کا نام علم نہیں اور نہ وہ شخص عالم کہلانے کا حقدار ہے جو علم کے مطابق عمل نہیں کرتا لہذا علم کے مطابق عمل ضروری ہے۔

جب بنی اسرائیل کی اکثریت بے عمل بن گئی تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:



﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ كَفَوا بِهَا﴾

”ان لوگوں کی مثال جن کو تورات کا حامل بنایا گیا پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا گدھے کی سی ہے

جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں۔“ (سورہ جمعہ: ۵)

اللہ تعالیٰ کی کتاب جس قوم کو دی جاتی ہے اس لئے دی جاتی ہے تاکہ وہ اس کو اپنی زندگیوں میں لائیں اور اس کے احکامات کی تعمیل کریں۔ جو قوم اور جو امت کتاب اللہ کا حق ادا نہ کرے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہوگی جس کے اوپر علمی کتابیں لدی ہوئی ہوں اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اگر گدھا محض اس بات پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میرے اوپر کیسی کیسی پر حکمت اور علمی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ بات اس کی حماقت میں اور اضافہ کر دے گی۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت کعب ؓ سے فرمایا کہ (تمہارے نزدیک) صاحب علم کون ہیں انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ:

(الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ) (داری، مشکوٰۃ)

”وہ لوگ جو اپنے علم کے موافق عمل کریں۔“ (اس کی پوری تفصیل باب العلم میں پڑھ لیجئے)

اگرچہ ایمان، عمل اور تقویٰ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ انہی امور پر فلاح و نجات کا دار و مدار ہے لیکن علماء کے لئے ان چیزوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے عوام الناس کی رہنمائی کرنی ہوتی ہے اگر علماء کا عمل ان کے علم کے خلاف ہو تو اس سے عوام میں بے عملی اور گناہوں پر جرأت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زبانی تبلیغ و نصیحت کا اثر بھی ہوتا ہے لیکن زبان کے چند نصیحت کا اثر اتنا نہیں ہوتا جتنا عملی مثال کا اثر ہوتا ہے لہذا علماء کے لئے ضروری ہے کہ وہ عام مسلمانوں کے لئے نبی کریم ﷺ کے اخلاق، طریقوں اور دین اسلام کا عملی نمونہ بنیں۔

(۲) تفکر و تدبر کے عادی ہوں۔

(یعنی قرآن مجید کے معنی و مطلب میں غور و فکر کریں) دین کے مختلف احکام کی مصلحت اور علت پر غور کر کے نئے پیدا شدہ مسائل کا حل تجویز کریں اور ایک عالم کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس میں خوب تفکر کر کے

اپنی خامیوں پر نظر کرے اور ان کی اصلاح میں لگا رہے تاکہ وہ اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار کا نمونہ بن جائے نیز عالم کو چاہئے کہ وہ عام مسلمانوں سے زیادہ کثرت ذکر، آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کا عادی ہو۔
(۳) لوگوں کو خیر اور نیکیوں کی طرف بلائے اور برائیوں سے منع کرے اور پورے دین کو پوری دنیا میں پھیلانے کی فکر اور کوشش کرے۔

(۴) مخلوق سے طمع و خوف نہ رکھیں اور علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کریں چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے اس لئے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے (اور ان سے مقابلہ کرے) یا بے وقوفوں سے جدال (اور بحث و مباحثہ) کرے یا لوگوں کا رخ اپنی طرف پھیرے (تاکہ ان سے مال یا عزت حاصل کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ڈال دے گا۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ: کتاب العلم)
نیز علماء حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام اپنی دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت سے کسی قسم کے عوض، بدلہ یا داد حاصل کرنے کے طالب نہیں تھے۔ (اس کی پوری تفصیل اسرار العرف باب التبلیغ میں دیکھ لیجئے۔)

چنانچہ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں سے یہ فرمایا:

﴿وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝﴾

”اور میں تم سے اس (دعوت و تبلیغ اور وعظ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو بس (صرف) اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔“ (سورۃ الشعراء: ۱۰۹)

نیز نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”جو کوئی علم دین محض اس لئے حاصل کرے کہ اس کے ذریعے دنیا کا سامان (دولت یا عزت) حاصل کرے تو قیامت کے روز اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

خلاصہ یہ کہ علماء کو چاہئے کہ وہ لوگوں سے کسی قسم کے مال اور عزت کا حصول اور مفاد و وابستہ نہ کریں اور نہ ان سے کسی دنیوی فائدے کی طمع اور لالچ کریں، نہ کسی کے سامنے جھکیں، نہ دین فروش اور ضمیر فروش

بہنیں بلکہ صبر و استقامت اور قناعت اختیار کریں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے راہ حق پر جسے رہیں۔

(۵) علماء کو چاہئے کہ وہ طلبہ کو معزز مہمان سمجھیں۔

(یعنی جو لوگ طالب بن کر علم دین حاصل کرنے کی غرض سے آئیں تو) علماء کو چاہئے کہ ان کو معزز مہمان سمجھیں اور ان کی تعلیم پر خاص توجہ رکھیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”لوگ تمہارے (صحابہ کرام کے) تابع ہیں اور لوگ اطراف زمین سے تمہارے پاس آئیں گے تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں لہذا جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے بارے میں تمہیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں (کہ ان سے خوب بھلائی کا معاملہ کرنا)۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ: کتاب العلم)

اس ارشاد میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ میرے بعد چونکہ اے میرے صحابہ تمہاری پیروی کی جائی گی اور تم ہی لوگوں کے پیشوا، مقتدا اور امام بنو گے اس لئے لوگ تمہارے پاس علم دین طلب کرنے کے لئے آئیں گے لہذا تمہیں چاہئے کہ جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو، ان کی نگہداشت اور تربیت میں کوتاہی نہ کرو اور ان کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرو اور ان کے دلوں کو علم دین کی اس مقدس روشنی سے منور کرو جس سے تمہارے قلوب فیضیاب ہو چکے ہیں۔

(۶) علماء کو نمائشی کاموں خود نمائی سے دور رہنا چاہئے اگرچہ ریاکاری، خود نمائی، فخر و غرور جیسی گندگیوں سے ہر مسلمان کو دور رہنا چاہئے یہ وہ تباہ کن بیماریاں اور خباثتیں ہیں جن کے سبب لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن بن جاتے ہیں لیکن علماء کا ان غلاظتوں سے دور رہنا بہت زیادہ اہم اور ضروری ہے کیونکہ علم اپنی لطافت اور نورانیت کے سبب ریاکاری، خود نمائی کی گندگیوں کو برداشت نہیں کر سکتا جب علم دین کی اولین کرن یہی چاہتی ہے کہ وہ بندے کے دل و دماغ سے ظلم و جہل کی تاریکی کو دور کر دے تو یہ کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے کہ ایک عالم کے دماغ میں علم کی مقدس روشنی بھری ہوئی ہو اس کے باوجود وہ ان غیر اسلامی اور گندی بداخلاقوں کا مظاہرہ کرے بلکہ علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک انسان تہذیب، شرافت اور روحانی ترقی کی انتہائی بلندیوں پر ہونے کے باوجود بھی سراپا انکسار اور متواضع بنا رہے۔ ریاکاری، خود نمائی، فخر و غرور جیسی

غلاظتوں سے پاک و صاف رہے اور جس شخص کا دل علم کے باوجود ان غلاظتوں سے بھرا ہوا ہو اس کا یہ علم اس پر قیامت کے دن حجت بنے گا اور یہ علم اسے فائدہ کے بجائے جہنم پہنچانے کا سبب بنے گا جیسا کہ اس حقیقت کی طرف حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت جو کہ نمبر ۴ میں گزر چکی ہے اشارہ کر رہی ہے۔

نیز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

”علم کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ علم جو دل کے اندر ہوتا ہے یہ علم تو نفع دیتا ہے۔ اور دوسرا وہ علم ہے جو زبان پر ہو (یعنی اخلاص اور عمل سے خالی ہو) تو ایسا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے خلاف (اس کے مجرم ہونے کی) حجت اور دلیل ہے (یعنی علم الزام دے گا کہ جاننے کے باوجود عمل کیوں نہیں کیا)۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

(۷) ملک و قوم میں پھیلی ہوئی برائیوں کی فہرست بنائیں اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اور ممکن وسائل کے ذریعے ہر برائی کے خلاف مہم کی کوشش کریں۔

(۸) جس برائی سے منع کریں اگر لوگ اس برائی سے نہ رکیں تو ان کے ہاں منعقد ہونے والی تقریب میں شرکت نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”بنی اسرائیل میں پہلی خرابی یہ آئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملتا تو اسے کہتا اے فلاں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو (برائی) تو کر رہا ہے اس سے باز آؤ یہ تیرے لئے جائز نہیں پھر اگلے دن اسے ملتا تو اس کے نہ ماننے (اور اسی گناہ پر قائم ہونے) کے باوجود بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے اس کے ساتھ کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے میں ویسا ہی معاملہ کرتا تھا جیسا کہ اس سے پہلے تھا جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعض (یعنی فرمانبرداروں اور ایسے واعظوں) کے دل بعض (یعنی نافرمانوں) کے دل کے ساتھ ملا دیئے (یعنی ان کے دل بھی نافرمانوں کی طرح سیاہ اور سخت کر دیئے جس کی وجہ سے وہ ہدایت سے محروم ہو گئے) پھر اس کی تائید میں آپ ﷺ نے کلام پاک کی یہ آیت:

﴿لَعَنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ سے ﴿فَاسِقُونَ﴾ تک پڑھیں اس کے بعد آپ ﷺ نے بڑی تاکید

مسائل میں سے کوئی مسئلہ سیکھنا، اور باب سے مراد وضو سے تعلق رکھنے والے پورے مسائل ہیں۔ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ خواہ اس وقت اس پر عمل ہو یا نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت اگرچہ اس باب پر عمل کرنے کا وقت نہ بھی ہو تب بھی اس کو اس قدر ثواب ملے گا مثلاً سیکھنے والے کے لئے عمل کی ضرورت نہ ہو یا حج کا وقت نہ ہو یا سیکھنے والے پر حج فرض نہیں وہ حج کو نہیں جا رہا پھر بھی حج کے مسائل سیکھنے پر ہزار رکعت نفل کا ثواب ملے گا۔

علم دین کا حصول جس قدر اہم ہے اسی طرح اس کے حصول کے آداب اور طالب علم کے فرائض بھی بڑے ہیں اس مختصر تمہید کے بعد طالب اور شاگرد کے فرائض کے آداب پڑھ لیجئے:

(۱) شکر کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پر شکر کریں کہ اس نے علم دین کی راہ میں لگایا اس سے بڑی نعمت کیا ہوگی جسے اللہ تعالیٰ اس راہ پر لگائے جس کے ذریعہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے علوم کا وارث بنتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

(مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي)

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے میں تو صرف (علم کو) تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۲) محنت اور یکسوئی کے ساتھ علم دین کو حاصل کریں

(۳) علم میں ترقی کا خواہشمند ہو۔ اللہ تعالیٰ خود نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾

”اور آپ یہ دعا کیجئے کہ میرے رب میرا علم بڑھا دیجئے۔“ (طہ: ۱۱۴)

(۴) علم کو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے حاصل کریں کہ دینی علم سیکھ کر اس پر عمل کروں گا اور علم کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کروں گا جیسا کہ اس

کامیاب علماء کے فرائض نمبر ۴ میں گزر چکا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیاوی اغراض پانے کے لئے حاصل کرتا ہے تو اس پر جنت کی بوجھام ہے۔

(۵) جو چیز سمجھ میں نہ آئے اس کے پوچھنے میں شرم اور عار محسوس نہ کریں۔

(۶) استاد اور معلم کے سامنے چوکنا بیٹھیں اور استاد پر اپنی آواز اونچی نہ کریں نہ ان پر اپنی علمی شان اور ذہانت کا دھونس جمانے کی کوشش کریں۔

(۷) استاد کو تنگ کرنے کے لئے کوئی سوال نہ کریں۔

(۸) معلم (یعنی استاد) کا دل سے ادب و احترام کریں اور اس کی جائز خدمت بھی کریں۔

(۹) جس سے علم حاصل کریں اس کو دیکھیں کہ وہ فاسق، دنیا پرست، جھوٹا یا گمراہ تو نہیں ہے۔

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ)

”یہ علم دین ہے پس دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۱۰) دین اسلام کے مطابق اپنی اصلاح و تربیت کریں اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو

دین اسلام کے رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کریں۔

والدین کے فرائض!

اولاد کا عطا ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس پر خوش ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئے۔ اولاد

ماں باپ کے پاس ایک امانت ہے اور قیامت کے روز ان سے اس بارے میں پوچھا جائے گا والدین اور بچے کے سرپرستوں کے فرائض آداب یہ ہیں:

(۱) جب بچہ پیدا ہو جائے تو نو مولود بچہ کا پہلا حق گھر والوں پر یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے

کانوں کو اور کانوں کے ذریعے اس کے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کا نام اس کی توحید اور ایمان کی دعوت سے

آشنا کریں اس کا بہترین طریقہ شریعت مطہرہ نے یہ بتایا ہے کہ اس کے کانوں میں اذان و اقامت پڑھی

جائے۔ اذان و اقامت میں دین حق کی بنیادی تعلیم اور دعوت نہایت مؤثر طریقہ سے دی گئی ہے، اس لئے

رسول اللہ ﷺ نے پیدائش کے وقت نومولود مسلمان بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی اور اس کی وجہ سے بچہ اُم الصبیان کی بیماری اور شیطانی اثرات سے بھی محفوظ رہے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ابوداؤد، ترمذی، مسند ابویعلیٰ اور کنز العمال)

(۲) بچے کے لئے ”تحنیک“ اور دعائے برکت کا مانگنا کھجور یا ایسی ہی کوئی اور میٹھی چیز چبا کر بچے کے تالو پر مل دینے کے عمل کو ”تحنیک“ کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام ؓ اپنے نومولود بچوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں لاتے تھے تاکہ آپ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کریں کھجور یا ایسی ہی کوئی چیز چبا کر بچے کے تالو پر مل دیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے تو آپ ﷺ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے تھے اور ”تحنیک“ فرماتے تھے۔
(صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

کتابِ حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش پر ”تحنیک“ کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ لہذا جب کسی گھرانے میں بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی نیک، صالح اور متقی بندے کے پاس لے جائیں اور ان سے اس کے لئے خیر و برکت کی دعا بھی کرائیں اور ”تحنیک“ بھی کرائیں۔ یہ ”تحنیک“ لازمی اور واجب نہیں البتہ مستحسن اور مستحب کام ہے۔

(۳) ساتویں دن عقیقہ کرنا۔ بچے کے سر مونڈنے کے وقت بچے کی خوشی اور شکرگزاری میں جو قربانی کی جاتی ہے اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔ اگر استطاعت ہو تو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہئے، لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا یا بکری اور لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے یا بکریوں کی قربانی کرنی چاہئے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو جس قدر صدقہ آسانی سے کر سکتے ہیں کر لیں۔

عقیقہ فرائض و واجبات کی طرح کوئی لازمی چیز نہیں بلکہ اس کا درجہ بھی استحباب کا ہے اسی طرح لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں کرنا بھی ضروری نہیں ہے ایک بکری یا ایک بکرا بھی کافی ہے ہاں اگر وسعت ہو تو دو کی قربانی بہتر ہے۔

(۴) ساتویں دن نومولود بچے کے سر کے وہ بال جو وہ ماں کے پیٹ سے لے کے پیدا ہوا ہے صاف کرائے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بچے کے ساتھ عقیقہ ہے لہذا بچے کی طرف سے قربانی کرو اور اس کا سر صاف کرو۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ کریں یہ عقیقہ مسنون یا مستحب عمل ہے تو دو کام ہوئے، ایک بچے کا سر منڈوا دینا اور اس کے سر کے بال اور میل کچیل کو دور کرنا اور دوسرا اس کی طرف سے شکرانہ اور فدیہ کے طور پر جانور قربان کر دینا۔ نیز بہتر یہ ہے کہ بچے کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی بھی صدقہ کیا جائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حضرت) حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک بکری کی قربانی کی اور آپ ﷺ نے (اپنی صاحبزادی سیدہ) فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس کا سر صاف کرو اور بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کرو (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہم نے وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا اس سے کچھ کم تھے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے دنوں میں حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ عقیقہ کی قربانی کر سکیں اس لئے نبی کریم ﷺ نے بکری کی قربانی تو اپنی طرف سے کر دی لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمادیا کہ بچے کے بالوں کے وزن برابر چاندی بھی صدقہ کر دیں تاکہ ان کی طرف سے بھی کچھ شکرانہ صدقے کی شکل میں اللہ کے حضور پہنچے۔ (۵) بچے کا اچھا نام رکھنا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔ (بیہقی، معارف الحدیث)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تم کو تمہارے اور تمہارے باپ کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا لہذا تم اچھے نام رکھا کرو۔ (احمد و ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۶) والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صحت کا خیال رکھیں اور ان کی حفاظت میں کوئی کوتاہی

(۷) لڑکے کا ختنہ پیدائش کے ساتویں دن بہتر ہے اگر کسی وجہ سے ساتویں دن نہ کیا جائے تو سات سال کی عمر کے اندر اندر ضروری ہے۔

(۸) دینی تربیت اور حسن ادب۔

دینی تربیت اور حسن ادب کا طریقہ!

(۱) جب بچہ باتیں کرنے کے قابل ہو تو سب سے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کا نام سکھائیں اور جب جملہ یاد کرنے کے قابل ہو تو ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ترتیب سے سکھائیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کہلو اور (بیہقی، ابن سنی)

(۲) بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کریں کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری عمر ذہن و دماغ پر چھایا رہ سکتا ہے اور ایسے بچے اکثر زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔

(۴) اولاد کو دینی تعلیم اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کیجئے اور اولاد کی تعلیم و تربیت میں بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیجئے یہ ایک مسلمان کی دینی ذمہ داری بھی ہے اور اولاد کے ساتھ عظیم احسان بھی اور اپنی ذات کے ساتھ بھی احسان و بھلائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال (اور گھروالوں) کو جہنم کی آگ سے۔“ (سورہ تحریم: ۶)

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ

”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر دے (مثلاً کنواں یا مسجد بنائی)۔ دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں تیسرے صالح اولاد جو باپ کے لئے

(۵) دوسروں کے سامنے بچوں کا عیب نہ بیان کیجئے اور نہ کسی کے سامنے اس کو شرمندہ کریں اور نہ بچوں کی ہر بے جا ضد پوری کریں بلکہ حکمت کے ساتھ ان کی یہ عادت چھڑانے کی کوشش کریں کبھی کبھی مناسب سختی بھی کریں تاکہ بے جا لاڈ و پیار ان کو ضدی اور خود سر نہ بنائے۔

(۷) اولاد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے اچھے اور پاکیزہ جذبات ابھاریئے اس کے لئے جس طرح پاکیزہ تعلیم کی ضرورت ہے اس سے زیادہ والدین کے کردار اور گھر کے ماحول کی پاکیزگی کی ضرورت بھی ہے۔ عملی زندگی اور کردار کا اثر اس سے معلوم کیجئے کہ کوئی شخص تعلیم سے اس قدر جلد اور حسن و خوبی کے ساتھ کوئی زبان نہیں سیکھ سکتا جس قدر جلد اور حسن و خوبی کے ساتھ وہ اس ماحول سے والدین کی زبان اور بولی کو سیکھ لیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عملی زندگی کے اثرات بہت زیادہ مؤثر اور بہت زیادہ گہرے ہوتے ہیں اس لئے والدین اور سرپرستوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کے سامنے حسن کردار اور حسن اخلاق کا ہمیشہ اچھا عملی نمونہ پیش کریں آپ کی زندگی بچوں کے لئے ہمہ وقتی خاموش معلم استاد ہے، بچوں کے سامنے کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولیں حضرت عبداللہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آؤ میں تمہیں (ایک چیز) دوں گی اس وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا کہ تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس کو ایک کھجور دینا چاہتی ہوں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یاد رکھو اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔“

(ابوداؤد، مشکوٰۃ)

یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بچپن کا ہے اس واقعہ میں اگر ایک طرف باریک جھوٹ اور وعدہ

خلافی کا بیان ہے تو دوسری طرف اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ اپنی اولاد کے سامنے جھوٹ سے سخت پرہیز کریں۔
لہذا اپنی اولاد کے سامنے نہ ستر کھولیں، نہ گالی گلوچ کریں، نہ جھوٹ بولیں، نہ بخل کا رویہ رکھیں، نہ کسی کی غیبت کریں، اور نہ ان کے لئے ایسے کھلونے لائیں جن سے ان کے اخلاق پر برا اثر پڑے۔ اور ان کوئی وی سے بھی دور رکھیں اور ان پر کڑی نظر رکھیں کہ وہ کسی برے ماحول یا بری صحبت کا شکار نہ ہو جائیں۔

بچیوں کی اچھی پرورش کا اجر و ثواب اور اہمیت!

بعض لوگ بچیوں کو بوجھ اور مصیبت سمجھتے ہیں اور ان کی پیدائش پر گھر میں بجائے خوشی کے غمی کی فضا قائم ہو جاتی ہے حالانکہ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ کے حق میں لڑکی اچھی ہے یا لڑکا بلکہ لڑکیوں کی اچھی پرورش اور ان کی دین کے مطابق تعلیم و تربیت پر بہت ہی اجر و ثواب ملتا ہے اور بچی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچ لاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ:

”جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی انہیں دینی تعلیم و تہذیب سکھائی اور ان کے ساتھ رحم و شفقت کا برتاؤ کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے نیاز کر دے (یعنی وہ بڑی ہو جائیں اور بیاہ دی جائیں تو) اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کر دیتا ہے، اس پر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو ہی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا دو لڑکیوں کی پرورش کا بھی یہی اجر اور بدلہ ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں بھی پوچھتے تو آپ ﷺ ایک کی پرورش پر بھی یہی بشارت دیتے۔“ (دیکھئے مشکوٰۃ: باب الشفقتہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے تکلیف پہنچائے اور نہ اس کی توہین و تحقیر اور ناقدری کرے اور نہ محبت و برتاؤ میں لڑکوں کو اس پر ترجیح دیں (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اس حسن سلوک کے بدلے میں اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ (احمد، مستدرک حاکم)

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی

لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو یہ لڑکیاں قیامت کے روز جہنم کی آگ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ) نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرے یہاں تک کہ وہ بلوغ کی حد تک پہنچ جائیں تو وہ شخص اور میں قیامت کے روز اس طرح ساتھ ہوں گے یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

اس طرح کی بشارت اور فضیلت اس شخص کے لئے بھی آئی ہے جو یتیم اور یتیمہ کی پرورش حسن و خوبی سے کرے۔ مذکورہ بالا حدیثوں سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک صرف ان کا حق ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جہنم اور دوزخ سے بچاؤ اور نجات کا وعدہ بھی ہے اور اس پر مزید یہ کہ وہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنت میں بالکل قریب قریب اس طرح اور ساتھ ہوں گے جس طرح ایک ہاتھ کی باہم ملی ہوئی انگلیاں ساتھ ہوتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیٹیوں اور یتیموں، بے کسوں کے ساتھ حسن سلوک ان کی پرورش پر آخرت کی دائمی زندگی میں اس قدر انعامات اور نعمتیں ملتی ہیں کہ جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اور آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے تاہم ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اچھی پرورش کی وجہ سے دنیا کی اس فانی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی اور مدد شامل حال ہوتی ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ:

جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آکر یہ کہتے ہیں کہ اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سایے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد شامل حال رہے گی۔ (طبرانی، مجمع الزوائد: ۸/۱۵۶)

اولاد میں برابری کا سلوک کیجئے!

حسن سلوک میں برابری بھی اولاد کا حق ہے، اولاد کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کیجئے

اور اس معاملے میں بے اعتدالی سے بچنے کی پوری کوشش کیجئے اگر طبعاً کسی بچے کی طرف زیادہ میلان ہو تو وہ معذوری ہے لیکن سلوک و برتاؤ اور لیں دین میں ہمیشہ انصاف اور برابری کا لحاظ رکھئے اور کبھی کسی ایک کے ساتھ ایسا امتیازی سلوک نہ کیجئے جس کو دوسرے بچے محسوس کریں۔

کسی کو زیادہ دینا، کسی کو محروم رکھنا یا کم دینا عدل و انصاف کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ اس کے علاوہ یہ امتیازی سلوک دوسرے بچوں میں احساسِ کمتری، مایوسی اور آخر کار بغاوت پیدا کر دیتا ہے اس کی وجہ سے اولاد میں باہم نفرت و بغض اور حسد پیدا ہوتا ہے جو فطری صلاحیتوں کے پروان چڑھنے میں زبردست رکاوٹ دین و تقویٰ اور روحانی ترقی کے لئے تباہ کن اور ہزار فتنوں کی جڑ ہے، نیز اولاد میں جس کے ساتھ نا انصافی ہوگی اس کے دل میں والدین کی طرف سے میل آئے گا اور شکایت پیدا ہوگی اور بالآخر یہ اولاد بغاوت پر اتر آئے گی۔

ان سب وجوہ سے نبی کریم ﷺ نے اولاد میں برابری کے سلوک اور ان کے درمیان عدل و انصاف کی سخت تاکید فرمائی ہے اور ان کے معاملے میں بے اعتدالی کو ظلم قرار دیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کر دیا ہے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ”کیا تم نے ہر بیٹے کو اس طرح کا ایک غلام دیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ نہیں (اوروں کو تو نہیں دیا صرف اسی نعمان کو دیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو یہ ٹھیک نہیں اور فرمایا کہ اس کو واپس لے لو ایک روایت میں ہے کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد یکساں طور پر تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار رہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یہ تو ضرور چاہتا ہوں تو آپ ﷺ فرمایا پھر ایسا نہ کرو (کہ ایک کو دو اور دوسروں کو محروم رکھو)۔

نعمان بن بشیرؓ کی ایک دوسری روایت میں (یہی واقعہ اس طرح بیان کیا گیا) ہے کہ میرے والد نے (میری والدہ کے اصرار پر) میرے لئے کچھ ہبہ کر دیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں اس وقت خوش اور مطمئن ہوں گی جبکہ تم رسول اللہ ﷺ کو اس ہبہ کا گواہ بنا دو گے چنانچہ میرے والد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی عمرہ بنت رواحہ سے میرا جو بچہ (نعمان) ہے میں نے

اس کے لئے کچھ ہبہ کیا ہے تو اس کی ماں نے مجھے تاکید کی ہے کہ میں آپ ﷺ کو گواہ بنا دوں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے دوسرے سب بچوں کے لئے بھی اتنا ہی ہبہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

(فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)

”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرو (حضرت نعمان ؓ فرماتے ہیں کہ) میرے والدین سن کرو واپس آئے اور ہبہ مجھ سے واپس لے لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: (لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرِ)

”میں ظلم کا گواہ نہیں بن سکتا۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم دیکھئے مشکوٰۃ: باب العطايا)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے معاملے میں بے اعتدالی کرنا اور ان کے درمیان امتیازی سلوک کرنا سخت ناپسندیدہ ہے البتہ یہ بات یاد رہے کہ یہ حکم اسی صورت میں ہے جبکہ یہ امتیازی سلوک کسی ایسی وجہ سے ہو جو شرعاً معتبر نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالا روایت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت بشیر ؑ کے ایک سے زائد بیویاں تھیں اور حضرت بشیر ؑ نے صرف اس بیٹے کو ہبہ کر دیا تھا جو ان کی بیوی عمرہ بنت رواحہ کے لطن سے تھا۔ بظاہر اس واقعہ میں حضرت نعمانؓ کے لئے کوئی معتبر شرعی وجہ موجود نہ تھی جس کی بنیاد پر وہ دوسرے بھائی، بہنوں سے زیادہ رحم و کرم کے مستحق ٹھہرتے۔ اس لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر امتیازی سلوک کے لئے کوئی معتبر شرعی وجہ موجود ہو اور خصوصی سلوک کی وجہ سے دوسرے بھائیوں کے اندر بغض و نفرت کے جذبات پیدا نہیں ہوتے تو تب یہ ترجیحی اور امتیازی برتاؤ درست ہوگا مثلاً اولاد میں سے کوئی کسی دائمی بیماری میں مبتلا ہے یا وہ معذور ہے اور دوسرے بھائیوں کی طرح معاشی جدوجہد نہیں کر سکتا یا اولاد میں سے کسی نے اپنے آپ کو دین اسلام کی خدمت میں اس طرح لگا دیا ہے کہ وہ معاشی جدوجہد میں زیادہ حصہ نہیں لے سکتا تو اس کے ساتھ خصوصی سلوک عدل و انصاف کے خلاف نہیں بلکہ مناسب حد تک یہ خصوصی سلوک جائز بلکہ ایک درجہ میں ضروری اور باعث اجر ہوگا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! تین باتوں کے کرنے میں دیر نہ کیا کرنا ایک نماز ادا کرنے میں جبکہ اس کا (مستحب) وقت ہو جائے۔ دوسرے جنازہ جبکہ وہ حاضر (اور تیار) ہو جائے۔ اور تیسرے بے خاوند عورت کے نکاح میں جبکہ اس کا (یعنی عورت کا ہم پلہ) مل جائے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ: باب تعجیل الصلوٰۃ)

اس حدیث میں گھر کے سرپرستوں اور والدین کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب ان کے ہاں اولاد پیدا ہو جائے تو پہلے وہ اس کا اچھا نام رکھیں کیونکہ اچھا نام بندے کی پوری زندگی پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، پھر جب وہ ہوش سنبھالے تو اس کی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کی طرف توجہ دیں اور اس کو ضروری دینی تعلیم دلوائیں اور اسلامی عقائد و ہدایات اور احکام و آداب سکھلائیں، اس کے مطابق اس کی عملی اور اخلاقی تربیت بھی کریں اور اس کو اسلام کے رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کریں اور جب تعلیم و تربیت کا یہ مرحلہ گزر جائے اور وہ بالغ ہو جائے تو اس کے بعد اس کی شادی کی طرف فوراً متوجہ ہو جائیں تاکہ وہ جنسی جذبات کی مغلوبیت کا شکار نہ ہو کر برائیوں کے راستہ پر نہ لگ جائے۔ افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس بارے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے پہلے تو اولاد کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتی جا رہی ہے اور پھر جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو پھر ان کی شادی کرانے میں حد سے زیادہ تاخیر کر دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی

وجہ یہ ہے کہ ہم نے نکاح و شادی کو بچہ بھاری اور بوجھل بنا دیا ہے اور غیر اسلامی طریقوں کو اپنا کر شادی و نکاح کو ایک مشکل کام بنا دیا ہے حالانکہ اگر ہم نکاح و شادی اس طرح کرنے لگیں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی شادیاں اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح کئے تھے اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی اتباع میں اپنی اور اپنی اولادوں کی شادیاں کیں تو یہ کام اتنا ہلکا ہو جائے کہ جتنا ایک مسلمان کے لئے نماز جمعہ کا ادا کرنا۔ اس نکاح اور شادی میں بڑی خیر اور برکتیں ہیں جن سے ہمارا معاشرہ محروم ہے۔ آخر میں پھر ایک بار خلاصہ پڑھ لیجئے۔

والدین کے فرائض!

(۱) اولاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھیں، اس پر خوش ہوں اور ان کی صحبت کا خاص خیال رکھیں اور ان کو ضائع ہونے سے بچانے میں پوری کوشش کریں۔

(۲) پیدائش کے بعد پہلے ان کے کانوں میں اذان و اقامت کہیں۔

(۳) کسی بزرگ اور متقی شخص سے ”تحنیک“ کرائیں۔

(۴) ساتویں دن عقیقہ کریں یا اس کی خوشی میں کچھ نہ کچھ صدقہ کریں۔

(۵) ساتویں دن اس کے سر کے بال اور میل کچیل بھی صاف کریں۔

(۶) بچے کا نام اچھا اور اسلام کے مطابق رکھیں۔

(۷) ابتداء ہی سے برابر اس کی دینی تعلیم و تربیت اور حسن ادب کا خوب خیال رکھیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔

(۸) اولاد میں برابری کا سلوک کریں ان کے معاملے میں بے اعتدالی سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں بلاوجہ کسی کے ساتھ کوئی خصوصی برتاؤ نہ کریں اور نہ لڑکیوں پر لڑکوں کو ترجیح دیں۔

(۹) پاک رزق سے ان کی پرورش کریں اور ان کو احساس کمتری و مایوسی میں مبتلا نہ کریں اور نہ ان کو خود سہ بنا لیں بلکہ شفقت و پیار کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ان پر سختی بھی کریں اور ان کو جفا کشی کا بھی عادی بنائیں۔

(۱۰) جب اولاد نکاح کے قابل ہو جائے تو ان کے نکاح کا جلد بندوبست کریں۔

(۱۱) مذکورہ بالا تمام عملی تدبیروں کے ساتھ ساتھ دل کی گہرائیوں کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک، صالح، متقی، مجاہد اور دین اسلام کا حقیقی معنوں میں خادم اور داعی بنائے۔

والدین کے حقوق اولاد پر!

اولاد کے وجود کا محسوس سبب اور راستہ ان کے والدین ہیں اور ان کی پرورش بھی والدین کے توسط سے ہوتی ہے اس لئے حسن سلوک اور احسان کے اعتبار سے مخلوق میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ ماں، باپ کے حق کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ماں، باپ کے حق کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ ماں، باپ کی شکرگزاری کی تاکید کی ہے۔

والدین کے حقوق کی فہرست بہت طویل ہے تاہم شریعت مطہرہ نے کچھ ایسے حقوق اور امور بیان فرمائے ہیں جو زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور جن کا لحاظ ضروری ہے یہاں انہی امور اور حقوق کو ذکر کیا جائے گا، وہ حقوق اور امور یہ ہیں:

(۱) والدین کا شکر گزار رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾

”(ہم نے وصیت کی) کہ میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر کرو۔“ (لقمان: آیت ۱۴)

اس آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں اور اسی طرح دوسری جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے ماں، باپ کے دکھ و تکلیف کا تذکرہ فرمایا ہے یہ وہی دکھ، تکلیف اور مشقت ہے جو والدین اپنے بچے کے بارے میں اٹھاتے ہیں جن کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ تکلیف اور مشقت ماں برداشت کرتی ہے وہ حمل کے زمانے میں دکھ پر دکھ اٹھاتی ہے اور ضعف پر ضعف برداشت کرتی ہے، پھر وضع حمل کے دوران ماں کو سخت جسمانی درد و تکلیف اور باپ کو ذہنی تکلیف ہوتی ہے، وضع حمل کے بعد دو برس تک ماں دودھ پلاتی ہے اس دوران ماں، باپ سخت تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور اپنے آرام و راحت

کو اس کے لئے قربان کر دیتے ہیں، بچہ بیمار ہو جا ہے تو ماں، باپ کی نیند حرام ہو جاتی ہے، گود میں اس کو لئے پھرتے ہیں، ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس آتے ہیں، بچہ گود میں پیشاب اور بستر پر پاخانہ کر رہا ہے اور روز روز اس کے کپڑے بدلے جا رہے ہیں یہ سب کچھ والدین انتہائی شفقت و بشارت سے کرتے ہیں، اس طرح بچہ والدین ہی کی پرورش اور نگرانی میں پھلتا پھولتا ہے، شعور و حد بلوغ تک پہنچ جاتا ہے اس محنت، مشقت اور محبت کا صلہ ظاہر ہے یہ ہونا چاہئے کہ ان کی عظمت، عقیدت، احسان مندی اور محبت سے اس کا دل سرشار ہو اور وہ اپنے ماں، باپ کا شکر گزار ہو اور یہ شکر گزاری صرف زبانی نہ ہو بلکہ ماں، باپ کی فرمانبرداری دل و جان سے ہو۔

(۲) والدین کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کریں ان کی دل و جان سے خدمت کیجئے اس احسان اس خدمت کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں، باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔“ (بنی اسرائیل: ۲۳)

والدین کی خدمت نفلی جہاد سے بھی بہتر ہے!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: ”فَفِيهِمْ مَّا فَجَّاهِدُ“ (پھر تم انہی میں (رہ کر) جہاد کرو) یعنی پوری محنت اور محبت کے ساتھ ان کی خدمت میں لگا رہو اور ان کی خدمت میں جو مال و جان خرچ کرو گے تمہارے لئے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہوگا۔ (بخاری و مسلم: کتاب الجہاد)

اس حدیث کا تعلق نفلی جہاد سے ہینبی کریم ﷺ کو کسی وجہ سے اس کے بارے میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس آدمی کے ماں، باپ اس کی خدمت کے محتاج ہیں اور یہ ان کو چھوڑ کر ان کی اجازت کے بغیر

جہاد کے لئے آگیا ہے اس لئے آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ گھر واپس جا کر ماں، باپ کی خوب خدمت کرے کیونکہ ایسی حالت میں ماں، باپ کی خدمت مقدم ہے۔ ہاں اگر جہاد فرض عین ہو جائے اور نفیر عام کا اعلان ہو جائے تو پھر والدین کی اجازت کی حاجت نہیں ہے بلکہ وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہیں مانا جائیگا البتہ نفلی جہاد میں جبکہ جہاد فرض نہ ہو اور ماں، باپ مسلمان ہوں تو ایسی صورت میں ماں، باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہی حکم نفلی حج، نفل نماز اور نفلی روزوں کا بھی ہے کہ اگر ان نفلی عبادات کی وجہ سے والدین کی خدمت میں کوتاہی ہوتی ہے تو ایسی صورت میں نفلی عبادات نہیں کرنی چاہئے۔

ماں، باپ اولاد کی جنت ہیں یاد دوزخ ہیں!

حضرت امامہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(هُمَا جَنَّاتُكَ وَنَارُكَ)

”وہ دونوں تیری جنت یا تیری (جہنم کی) آگ ہیں۔“ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا، ان کو راضی رکھنا، ان کی خدمت کرنا زندگی بھر ان کے آرام و راحت کی فکر کرنا، ان کی فرمانبرداری کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے اور ان کی نافرمانی کرنا، ان کو ستانا ان کو ناراض کرنا دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

بوڑھے ماں، باپ کی خدمت میں کوتاہی کرنے والا بد بخت ہے!

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی ذلیل ہو اور رسوا ہو، کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کون؟ (ذلیل و رسوا ہو) آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ بدنصیب جو ماں، باپ کو یاد دہانوں میں سے کسی ایک ہی کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنت کو حاصل نہ کرے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

ماں، باپ کی خدمت کرنا ہر وقت ضروری ہے تاہم جب ماں، باپ بڑھاپے کی عمر میں پہنچ جائیں تو

اس وقت وہ خدمت اور راحت رسانی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں اس حالت میں ان کی خدمت کرنا، ان کا دل خوش رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب اور مقبول عمل ہے اور جنت تک پہنچانے کا بہترین اور آسان راستہ ہے۔ لہذا جس بندے کو اللہ تعالیٰ یہ موقع میسر فرمائے پھر وہ ان کی خدمت نہ کرے اور اس موقع کو ضائع کر کے جنت حاصل نہ کرے تو وہ شخص بہت بڑا بد نصیب اور محروم ہے، اللہ تعالیٰ محرومی سے بچائے۔ آمین

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی دنیوی برکات!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت و فراخی اور اس کی عمر دراز کی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کا رزق بڑھائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔ (رواہ احمد و رجالہ رجال صحیح کذا فی مجمع الزوائد: ۱۳۶/۸)

ایک روایت میں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اپنے ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرو تو تمہاری اولاد تمہاری فرمانبرداری اور خدمت گزار ہوگی۔“ (طبرانی، مجمع الزوائد)

خدمت اور حسن سلوک کا فر اور مشرک والدین کا بھی حق ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَأَنْ جَاهِدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهَا فِي

الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾

”اگر ماں، باپ دونوں تجھ پر دباؤ (اور زور) ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک بنا جس

حضرت اسمائت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے (صلح حدیبیہ والے) معاہدہ کے زمانے میں میرے پاس میری والدہ ایسی حالت میں (مدینہ منورہ) آئیں کہ وہ اس وقت مشرکانہ مذہب پر قائم تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہے اور وہ راغبہ! ہیں تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرو۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۳) ماں باپ کی دل و جان سے اطاعت کیجئے، ان کو خوش رکھئے اگرچہ ان کے کچھ مطالبے آپ کے ذوق اور مزاج پر گراں ہوں تب بھی ان کی اطاعت کریں بشرطیکہ وہ دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہ ہوں۔

والدین کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے!

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو (یعنی شریعت مطہرہ کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور ان کی بات مانتا ہے) تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں، اور اگر ماں باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کرتے ہوئے صبح کی کہ وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھلا ہوئے ہوئے ہوتا ہے۔“ (یعنی وہ اس بات کی توقع اور خواہش رکھتی ہیں کہ میں اس کی کچھ مالی و جانی خدمت کروں)۔

دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کے حق میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو (یعنی والدین کے حقوق کو ادا نہیں کرتا) تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھلے رہتے ہیں اگر ماں، باپ میں سے ایک موجود ہو اور اس کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کرے تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھلا رہتا ہے، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں، باپ نے اس پر ظلم کیا ہو (تب بھی یہی حکم ہے) آپ نے فرمایا اگرچہ ماں، باپ نے اس پر ظلم کیا ہو اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو اگرچہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

”اگرچہ ماں، باپ نے اس پر ظلم کیا ہو“ یہ جملہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا یہ ماں، باپ کی اطاعت، فرمانبرداری اور حسن سلوک کی اہمیت کو ظاہر کرنے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی شدت تاکید کی بنا پر ہے کہ اولاد کو چاہئے کہ وہ بہر حال اپنی ذمہ داری کو پورا کریں، اگر ماں، باپ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے اور ظلم پر اتر آئیں ہیں تو ان کے ظلم کا وبال انہی پر پڑے گا اور ان سے اس کی پوچھ ہوگی لیکن اولاد کو چاہئے کہ وہ بہر حال والدین کی اطاعت اور خدمت کریں اسی میں اولاد کی نجات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی رضامندی (اور خوشی) والد کی رضامندی (اور خوشی) میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

نوٹ! اس حدیث میں ”والد“ کا لفظ آیا ہے اور یہی حکم والدہ کا بھی ہے کیونکہ ماں کا حق تو والد سے بھی زیادہ ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔

والدین کی نافرمانی کا وبال!

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (شرک کے علاوہ) تمام گناہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے جس قدر چاہتا ہے بخش دیتا ہے مگر ماں، باپ کی نافرمانی کو نہیں بخشتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو ماں، باپ کی نافرمانی کرنے والے کو موت سے پہلے اس کی زندگی میں جلد ہی سزا دے دیتا ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

مذکورہ بالا روایتوں سے ثابت ہے کہ والدین کی اطاعت اور ان کو خوش رکھنا از حد ضروری ہے اور ان کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور ان کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے البتہ خلاف شرع میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۴) والدین کا ادب و احترام کریں ان سے محبت رکھیں، ان کے سامنے عاجزی اور انکساری کریں، ان کی ایذا رسانی اور ان کے دل کو دکھ پہنچانے اور ان کی بے ادبی سے سخت پرہیز کریں۔

والدین کی بے ادبی اور ان کو ایذا حرام ہے!

اللہ تعالیٰ والدین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿مَا يَلْعَنُ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَاحْفَظْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۖ﴾

”اگر وہ (یعنی ماں، باپ) تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان میں سے ایک یا دونوں تو ان کو آف (تک) نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب و احترام کے ساتھ بات کرو اور ان کے لئے حمد لانہ (اطاعت اور) عجز کے بازو جھکاؤ۔“ (بنی اسرائیل: آیت ۲۳-۲۴)

ان آیتوں میں بڑھاپے تک پہنچ جانے کا حوالہ دیا گیا ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اس عمر میں جا کر اکثر لوگوں کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں اور زیادہ بڑھاپے میں اعصاب بھی کمزور پڑ جاتے ہیں برداشت کم ہو جاتی ہے تنگ دلی اور کمزوری کی وجہ سے غصہ بھی زیادہ آتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی کاروبار اور روزی کمانے کے قابل بھی نہیں ہوتا، دوسری طرف وہ اس وقت خدمت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے یہی وقت ایسا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ماں، باپ ایک بوجھ محسوس ہوتے ہیں جو اپنے ماں، باپ کی ان سابقہ قربانیوں اور جاں فشانیوں کو بھول جاتے ہیں جو انہوں نے ان کے لئے بچپن میں کی ہوتی ہیں وہ اتنا نہیں سوچتا کہ ایک دن وہ تھا جبکہ وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں والدین کی گود میں آیا تھا اور انہوں نے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر اس کی پرورش کی اور آج اس طرح اس کے والدین بوڑھے ہو کر اس کے حوالے ہو گئے حالانکہ انہی والدین کی خدمت اور خوش رکھنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی اور فائدے نہیں بلکہ یہ اس

کا ایک فرض ہے کہ ان کے احسانات کا کچھ نہ کچھ بدلہ احسان کی صورت میں دے چونکہ ہر شخص اس بات کو یاد نہیں رکھتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی یاد دہانی فرمائی اور ان کے بڑھاپے کا ذکر کیا ورنہ ماں، باپ کا احترام و ادب اور ان کی فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

ان آیتوں میں جو ہدایات اور احکامات دیئے گئے وہ یہ ہیں:

(۱) والدین کی کسی طرح بھی دل آزاری نہ کریں اور نہ بے ادبی کا کوئی کلمہ ان کے سامنے نکالیں یہاں تک کہ ان کو ”اف“ بھی نہ کہیں جب ان کے سامنے ”اف“ کہنے کی بھی اجازت نہیں تو ان کو جھڑکنا اور ڈانٹنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ لیکن پھر بھی واضح فرمانے کے لئے خاص طور سے جھڑکنے اور ڈانٹنے کی صاف اور واضح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔

(ب) والدین کے ساتھ ادب و احترام والی شریفانہ بات کریں اور ان کے سامنے کوئی بھی ایسی بات اور حرکت نہ کریں جو ان کے ادب و احترام کے خلاف ہو۔

(ج) والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت عاجزی و انکساری، محبت و شفقت سے کیجئے۔ (یعنی ان کی خدمت و اطاعت، فرمانبرداری اور ان کے سامنے یہ عاجزی و انکساری تمام تر ایسی شفقت اور محبت پر مبنی ہو کہ اس میں کسی اور جذبہ کا کوئی دخل نہ ہو) جیسا کہ انہوں نے تمہارے بچپن میں تمہیں صرف دلی محبت و شفقت کے بازوؤں کے نیچے چھپائے رکھا تھا۔ محض مہربانی اور رحم کی بنیاد پر تمہاری خوشی اور حفاظت کے لئے دن، رات ایک کیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ صرف ظاہری خدمت اور اطاعت مطلوب نہیں بلکہ پاکیزہ دلی جذبہ محبت اور دلی لگاؤ بھی مطلوب ہے۔

(۵) والدین کے لئے برابر دعا کیجئے۔ (یعنی یہ دعا ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی برابر اور مسلسل ہونی چاہئے۔)

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا﴾

”اور دعا کرو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری

پرورش کی تھی۔“ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۴)

یہاں والدین کی خدمت اور ان کی اطاعت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دعا کرتے رہنے کی بھی تاکید کی جا رہی ہے کہ اے میرے رب! بچپن کی بے بسی میں جس طرح شفقت و رحمت اور مہربانی سے انہوں نے میری پرورش کی اور میری خاطر اپنا عیش اور نیند آرام کو قربان کیا اسی طرح اس بڑھاپے میں تو ان پر اپنی محبت اور رحمت نازل فرما میں تو ان کو کوئی بدلہ نہیں دے سکتا تو ہی ان پر رحم فرما اور ان کو اجرِ عظیم نصیب فرما۔

اور قرآن مجید نے ماں، باپ کے لئے یہ دعا بھی سکھائی کہ:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ط﴾

”اے ہمارے رب! میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی اور مومنین کی اس روز جبکہ حساب

قائم ہوگا۔“ (ابراہیم: ۴۱)

ماں، باپ کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھنے کی فضیلت!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ماں، باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا جوڑکا بھی اپنے والدین کو محبت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے بدلے ایک مقبول (نفلی) حج کا ثواب لکھتا ہے صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں“ اللہ تعالیٰ (تمہارے تصور سے) بہت بڑا اور (تنگ دلی جیسے عیبوں سے بالکل پاک اور) بہت پاکیزہ ہے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

ماں، باپ کے لئے دعا کی فضیلت!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ (ایسا بھی ہوتا ہے) کہ بندہ کے ماں، باپ وفات پا جاتے ہیں یادوں میں سے ایک وفات پا جاتا ہے اس حال میں کہ یہ شخص ان کی نافرمانی کرتا رہا پھر ان کی موت کے بعد وہ ان کے لئے ہمیشہ (سچے دل سے) دعا کرتا رہتا ہے اور ان کے لئے استغفار کرتا رہتا ہے (اور اپنی سابقہ نافرمانیوں پر نادم ہو کر اس طرح اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ماں، باپ کا فرماں بردار (اور ان کے

ماں، باپ کے لئے اخلاص والاحاح سے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرنا ایسا عمل ہے جو والدین کے لئے قبر میں راحت و سکون کا ذریعہ بنتا ہے اور اس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک طرف والدین کی ناراضگی اور ناخوشی کو ختم کر دیتا ہے تو دوسری طرف اس سے اولاد کے ان قصوروں کی کچھ تلافی بھی ہو جاتی ہے جو ماں، باپ کی فرمانبرداری اور خدمت میں ان سے ہوئی ہیں۔

(۶) والدین کے کئے ہوئے عہد و پیمان اور وصیت کو پورا کریں اور ان کے ذمہ کسی کا قرض رہ گیا ہو تو اس کو ادا کریں۔ (یعنی ماں، باپ نے اپنی زندگی میں کسی کو کچھ مال دینے کا وعدہ کیا ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام کوئی نذرمانی ہو یا ان کے ذمہ کچھ قرض رہ گیا ہو اور وہ ان کو ادا کرنے کا موقع نہ پاسکا ہو یا مرتے وقت کچھ وصیتیں کی ہوں تو اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنی حتی المقدور کوشش سے ان سارے کاموں کو پورا کریں۔)

والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت!

ایک حدیث میں ہے کہ ”ماں، باپ کے دوستوں (اور سہیلیوں) کا اکرام کیا جائے۔ (ابوداؤد وابن ماجہ، مشکوٰۃ)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”(باپ کے ساتھ) سب
سے بڑے حسنِ سلوک میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی بندہ اپنے باپ کی غیر حاضری میں (خواہ وہ وفات
پا گیا ہو یا کہیں سفر پر چلا گیا ہو) اس کے دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”اپنے باپ کی دوستی کا خیال رکھو اس کو قطع نہ کرو ورنہ (کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی دوستی قطع کرنے کی

وجہ سے) اللہ تعالیٰ تمہارا نور بجھا دے گا۔“ (الادب المفرد للبخاری)

(۸) ماں، باپ کی قبر پر بھی کبھی کبھی جانا چاہئے۔

ماں، باپ کی قبر پر جا کر عبرت حاصل کریں اور موت کو یاد کریں اور والدین کے لئے کچھ نہ کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش، رحمت اور ترقی درجات کی دعائیں کریں قبرستان جا کر بدعتوں اور شرکیہ کاموں سے سخت پرہیز کریں، قبرستان جانا آپ کے لئے عبرت، آخرت اور موت کی یاد ہے، اپنے اقرباء اور مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینا ہے نہ کہ اس کو شرک و بدعت اور استعانت بغیر اللہ کا اڈہ بنانا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے ہر جمعہ کو اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور ماں، باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیا جائے گا۔ (بیہقی مرسلاً کذا فی مشکوٰۃ)

ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے!

حسن سلوک میں ماں کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ (رشتہ داروں میں) مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری والدہ، پھر تمہاری والدہ، پھر (اس کے بعد) تمہارے باپ کا حق ہے پھر جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔ (بخاری، مسلم تفصیل کے لئے دیکھئے مشکوٰۃ: باب البر والصلة)

خدمت اور حسن سلوک کے بارے میں ماں کا حق باپ سے زیادہ اور مقدم ہے کیونکہ ماں حمل اور ولادت اور پھر دودھ پلانے اور پالنے کی محنت و مشقت برداشت کرتی ہے اس لئے ماں کی خدمت اور اس کی دیکھ بھال باپ سے بھی زیادہ ضروری ہے ماں جانی اور مالی خدمت کی محتاج اور ضرورت مند بھی زیادہ ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی ضروریات کے لئے باہر کسب معاش کی دوڑ دھوپ بھی نہیں کر سکتی اور وہ طبعاً کمزور بھی ہوتی

ہے اس لئے خدمت گزاری اور مالی امداد و عطا میں ماں کا حق زیادہ ہے البتہ اعزاز، احترام، ادب و تعظیم میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہے۔

والدین کو گالی دینا تو کجا ان کو گالی دلوانا بھی گناہ کبیرہ ہے!

والدین کا ادب و احترام اور ان کی خدمت کے بارے میں قرآن مجید اور احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ بہت زیادہ ہے اگر ان تمام کو جمع کیا جائے تو ان آیتوں اور روایتوں سے ایک ضخیم کتاب بن جائے گی یہاں جو کچھ لکھا گیا نہایت ہی اختصار کے ساتھ اور بطور نمونہ تھوڑا سا نقل کیا ہے۔ آخر میں ایک حدیث کو نقل کروں گا جس سے اندازہ ہوگا کہ والدین کی عزت، احترام اور ان کی حفاظت کس قدر ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے ماں، باپ کو گالی دے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی اپنے ماں، باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں“ (اس کی صورت یہ ہے کہ) کوئی آدمی کسی دوسرے کے ماں، باپ کو گالی دے تو وہ جواب میں اس کے ماں، باپ کو گالی دے گا۔ (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں، باپ کو گالی دلوائی) (صحیح بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

والدین کے حقوق کا خلاصہ!

والدین کے اہم حقوق کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) والدین کا شکر گزار رہنا۔

(۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنا اپنی جان و مال سے ان کی خدمت کرنا اور اس خدمت کو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ سمجھنا۔

(۳) والدین کی دل و جان سے اطاعت اور فرمانبرداری کریں، ان کو خوش رکھئے بشرطیکہ ان کی اطاعت اور خوش رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو مثلاً اگر وہ حکم دیں کہ فرض نہ پڑھیں یا کسی کو ناحق قتل کر دیں یا گالیاں دیں وغیرہ وغیرہ تو ان کی ایسی باتوں کو پورا نہ کریں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو۔

(۴) والدین کا ادب و احترام کریں اور ان سے محبت کریں، ان پر محبت اور شفقت بھری نگاہ ڈالیں، اپنی آواز کو ان کی آواز پر اونچا نہ کریں اور نہ بلا ضرورت ان کے آگے چلیں اور نہ ان کو ان کے نام سے پکاریں اور نہ اپنے اہل و عیال کو ان پر ترجیح دیں، نہ ان کو کسی قسم کی ایذا و تکلیف پہنچائیں اگرچہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہو اور ان کے سامنے عاجزی اور انکساری اور ادب سے پیش آئیں اور شریفانہ بات کریں۔

(۵) والدین کے لئے برابر دعا کیجئے ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے لئے دعائے مغفرت اور رحمت کریں۔

(۶) والدین کے ذمہ جو قرض رہ گیا ہو اور انہوں نے جو عہد و پیمان کئے ہیں یا نذرمانی ہے یا ان کے ذمہ حج رہ گیا ہے وغیرہ وغیرہ ان تمام امور کو ادا کرنے اور پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں اور ان کو نوافل، صدقات اور ذکر و اذکار کا ایصال ثواب بھی کیا کریں۔

(۷) والدین کے دوستوں اور ملنے والوں کے ساتھ تعلق برقرار رکھیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور نیک برتاؤ کریں۔

(۸) کبھی کبھی والدین کی قبر کی زیارت کریں۔

رضاعی ماں کے حقوق!

رضاعی ماں کے ساتھ بھی حسن سلوک کریں، اس کی خدمت کریں اور اس کے سامنے بھی ادب و احترام سے پیش آئیں۔ حضرت ابو طفیل ؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ؐ کو دیکھا کہ آپ ؐ گوشت تقسیم فرما رہے ہیں اتنے میں ایک عورت آئی اور نبی کریم ؐ کے بالکل قریب پہنچ گئیں، آپ ؐ نے ان کے لئے اپنی مبارک چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئیں، یہ ماجرا دیکھ کر میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ ؐ کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ ؐ کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

لہذا جو کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس کے ساتھ اس کے شوہر کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنا چاہئے۔

والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق!

انسان کے اصل رشتہ دار تو ماں، باپ ہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوا ہے اور دوسری رشتہ داریاں انہی کے رشتہ کی وجہ سے پیدا ہوئیں باپ کا باپ، دادا اور اس کی والدہ ”دادی“ اوپر تک اور ماں کا باپ ”نانا“ اور اس کی والدہ ”نانی“ اوپر تک کا سلسلہ ہے اسی طرح ماں کا بھائی ”ماموں“ ہے اور اس کی بہن (خالہ) ہے اور باپ کا بھائی (چچا) ہے اور اس کی بہن (پھوپھی)، اسی طرح ماں، باپ کی اولاد ایک دوسرے کے بھائی بہن ہوتے ہیں۔ اور ان رشتہ داروں کے ذریعے قرب اور بعد کے بہت سے رشتے نکلتے چلے جاتے ہیں ان سب رشتوں کا واسطہ ماں، باپ ہی ہیں، ان سب رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اور حسبِ قوت و قدرت حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کرنا اللہ تعالیٰ نے ان تمام رشتہ داریوں کے درجہ بدرجہ ان کے قرب و بعد کے اعتبار سے حقوق مقرر فرمائے ہیں جن کا پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی اہمیت!

قرآن مجید میں جہاں والدین کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے وہیں ﴿ذَوِی الْقُرْبٰی﴾ فرما کر دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق قربت کی ادائیگی کی بھی وصیت فرمائی گئی ہے۔ یہاں چند وہ حدیثیں پڑھ لیجئے جن میں صلہ رحمی کی اہمیت اور ان کے فضائل و برکات بیان فرمائے گئے ہیں۔

صلہ رحمی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا مستحق ہوتا ہے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لفظ ”رحم“، ”رحمن“ کے لفظ سے نکلا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے رحم! یعنی رشتہ داری) جس نے تجھے جوڑے رکھا (یعنی تیرے حقوق ادا کئے) میں اسے (اپنی رحمت سے اور اپنے سے) وابستہ رکھوں گا، مطلب یہ ہے باہم قرابت اور رشتہ داری ”رحم“ کی ایک شاخ ہے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ”رحمن“ سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی اس کا سرچشمہ ہے اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا (یعنی رشتہ داری کے حقوق

ادا کرے گا) اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان اور بھلائی کا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ وابستہ کر لے گا اور اس کو اپنا مقرب بنالے گا اور جو کوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے کاٹ دے گا اور دور کر دے گا۔

صلہ رحمی فراخی رزق اور درازی عمر کا ذریعہ ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور فراخی ہو اور دنیا میں اس کے آثار قدم تا دیر رہیں تو وہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اس حدیث میں بتایا گیا کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک وہ مبارک عمل ہے جس کی وجہ سے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے اور اس کے شب و روز خوشی و اطمینان سے گزرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو صالح اولاد سے نوازتے ہیں جو اس کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں۔

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا!

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

قطع رحمی (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا ہاں جب اس کو جہنم کی آگ سے تپایا جائے اور اس گناہ سے پاک کیا جائے یا کسی وجہ سے اس کو معاف کر دیا جائے تو پھر وہ جنت میں جاسکے گا۔

صلہ رحمی کرنا کمال ایمان کی علامت ہے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

(وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کا معاملہ کرے)۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب الضیافۃ)

قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنے کا حکم!

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہیں کرتے ہیں اور وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بھی نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ان سے بھی صلہ رحمی کا معاملہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابری کا معاملہ کرتا ہے (یعنی دوسرے کے اچھے برتاؤ پر اس سے اچھا برتاؤ کرے) بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے تو وہ اس حالت میں بھی صلہ رحمی کرے۔“ (بخاری، مشکوٰۃ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے بعض رشتہ دار ہیں میں تو ان کے ساتھ صلہ رحمی اور تعلق جوڑتا ہوں لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بد سلوکی کرتے ہیں، میں ان کی زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں (یعنی مجھے برا بھلا کہتے ہیں اور مجھ سے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں گرم گرم راکھ جھونک رہے ہو اور جب تک تم اس خوبی پر قائم رہو گے تو تمہارے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

دادا، دادی، نانا، نانی، چچا اور بڑے بھائی، بہن کے حقوق!

دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، خالہ، بڑے بھائی، بہن اور سوتیلی ماں کے حقوق بھی ماں، باپ جیسے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ قرب و بعد کے لحاظ سے حسب مراتب ان کا احترام و قدر، ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے گا جیسے باپ، دادا بڑے بھائی سے زیادہ حسن سلوک اور خدمت کے مستحق ہیں یہی حال چچا اور پھوپھی کا بھی ہے۔

- وبعد کے لحاظ سے تمام رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ حسن سلوک اور ان کی مالی و جانی خدمت کرنی چاہئے۔
- (۲) اگر رشتہ دار محتاج ہوں اور کھانے، کمانے پر قادر نہ ہوں تو خوش حال اور مالدار آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنے محتاج رشتہ داروں کی بقدر ضرورت نان نفقہ کی خبر گیری کرے۔
- (۳) کبھی کبھی رشتہ داروں سے ملاقات کرتا رہے۔
- (۴) ان سے قطع تعلق نہ کرے بلکہ اگر وہ توڑنا چاہیں تو آپ ان سے تعلق اور رشتہ داری جوڑنے کی پوری کوشش کریں۔
- (۵) رشتہ داروں کی خوشی و غمی میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

ازدواجی زندگی کے حقوق و آداب!

انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ آدمی کی ازدواجی زندگی ہے اس تعلق کے خاص مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کو پاکیزگی کے ساتھ زندگی کی وہ خوشیاں حاصل ہو جائیں جو اس تعلق سے حاصل ہو سکتیں ہیں اس کی وجہ سے آدمی گندگی اور آوارگی سے محفوظ ہو کر زندگی کے فرائض ادا کر سکے۔ اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ انسانی نسل کا تسلسل بھی انسانی عظمت اور شرف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق جاری رہے۔ انسانوں کے باہمی تعلقات میں ازدواجی تعلق کو خاص اہمیت حاصل ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر قسم کی قرابتوں اور رشتہ داریوں کی جڑ یہی نکاح ہے یہ نہ ہوتا تو دنیا کا کوئی رشتہ پیدا نہ ہوتا اس لئے دنیا کی ہر قرابت اور رشتہ داری اسی کی بدولت ہے اور اسی نکاح کی بدولت مختلف گھرانے باہم جڑتے ہیں اور ان کے درمیان باہم محبت اور مودت پیدا ہوتی ہے اور اس تعلق میں خرابی کی وجہ سے خاندانوں میں انتشار اور پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ نکاح اور ازدواجی زندگی کے یہ تمام مقاصد اسی صورت میں بہتر طریقے سے پورے ہو سکتے ہیں جبکہ فریقین میں زیادہ سے زیادہ محبت، یگانگت، یکجہتی اور تعلق میں زیادہ سے زیادہ خوشگواہی ہو۔ قرآن وحدیث میں میاں بیوی کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا خاص مقصد یہی ہے کہ یہ تعلق فریقین کے لئے زیادہ سے زیادہ الفت ومحبت اور راحت کا باعث ہو اور ان کے دل باہم جڑے رہیں تاکہ وہ مقاصد جن کے

لئے یہ تعلق قائم کیا جاتا ہے بہتر طریقے پر پورے ہوں۔ آج کل زندگی کے اس اہم شعبہ میں جس قدر خرابیاں اور بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ شادی کرنے والا جوڑا اپنے ازدواجی تعلقات میں قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات و ہدایات کو نظر انداز کرتا ہے جس کے نتائج دنیا میں بھی بدمزگی اور دو گھرانوں کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اخروی نتائج تو اس قدر ہولناک اور درد ناک ہیں جن کا اس دنیا میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اس مختصر تمہید کے بعد پہلے بیوی کے حقوق کو بھی پڑھ لیجئے۔

بیوی کے حقوق شوہر پر!

(۱) شوہر کو چاہئے کہ خوش دلی سے بیوی کو طے شدہ مہر ادا کرے۔ اگر وہ نکاح کے بعد مہر کو معاف کر دے تو بیوی کا یہ حق ساقط ہو جاتا ہے۔ (سورۃ النساء: آیت ۴)

(۲) اپنی وسعت کے مطابق اس پر خرچ کرے (یعنی خوش حال اور مالدار اپنی خوش حالی اور مالداری کے مطابق اس پر خرچ کیا کرے جو خود کھائے وہ اس کو بھی کھلائے اور بقدر استطاعت لباس پوشاک کا انتظام بھی کرے اور جو تنگ دست ہو وہ اپنی تنگدستی کے مطابق اس پر خرچ کرے۔ دین اسلام نے زوجین میں سے ہر ایک کے دائرہ عمل کو متعین فرمایا ہے عورت کا کام گھر بیٹھنا اور خانگی زندگی کی ضرورتوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے اور مرد کا کام کمانا اور اپنے اہل و عیال کے لئے ضروریات فراہم کرنا ہے۔

(۳) بیوی کو دینی احکام اور ضروری علم دین اور تہذیب سکھانا اور اس کو اسلامی اخلاق سے آراستہ کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔“ (سورۃ التحریم: ۶)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾

”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔“ (سورۃ طہ: ۱۳۲)

(۴) کبھی کبھی اس کے محارم (ماں، باپ، بھائی، بہن) سے ملنے دینا۔
 (۵) بیوی کے ساتھ خوش اخلاق اور خوشگوار زندگی گزارنا (یعنی اس کی معمولی خامیوں اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر صبر کرنا) اگر کسی بات کی اصلاح کرنا مقصود ہو تو حکمت اور محبت کے ساتھ اس کی اصلاح حال کی کوشش کریں اور ایسے مواقع فراہم کریں جس کی وجہ سے محبت بڑھتی رہے۔
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

”اور ان کے (یعنی اپنی بیویوں کے) ساتھ اچھی طرح زندگی گزارو۔“ (سورۃ نساء: ۱۹)

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا کمال ایمان ہے!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَالْأَطْفُفُهُمْ بِأَهْلِهِ)

”مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق (اور برتاؤ سب لوگوں کے ساتھ) اچھے ہوں اور (خاص کر) اپنے اہل و عیال پر زیادہ مہربان ہو (اور ان کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہو)۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ: باب عشرة النساء)

ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں زیادہ اچھے ہوں۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)
 عورت کی کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مسلمان مرد اپنی مسلمان بیوی سے نفرت نہ کرے اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو اس کی دوسری کوئی عادت اس کو پسند بھی ہوگی۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر کو اپنی بیوی کی کوئی عادت اور خصلت بری اور ناپسندیدہ بھی معلوم ہو تو اس کی وجہ سے اس سے نفرت اور بیزاری کا رویہ اختیار نہ کرے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے اور اس میں جو خوبیاں

ہیں ان پر نظر رکھے تو اس کی وجہ سے اس کے دل کے اندر اس ناپسندیدہ اور خلاف مرضی بات کی زیادہ اہمیت بھی باقی نہیں رہے گی۔ دوسری بات یہ کہ اس کی اس ناپسندیدہ بات کی اصلاح و تربیت کا موقع بھی مل جائے گا، خلاصہ یہ کہ آدمی کو ناشکر انہیں بننا چاہئے کہ عورت میں کوئی خلاف مرضی بات دیکھے تو اس کی وجہ سے وہ اس سے بالکل لا تعلق ہو جائے بلکہ صبر و تحمل کرے اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھے تو شکر کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور دل کو تسلی بھی ہوگی اور اللہ تعالیٰ اصلاح حال فرمائے گا خیر و خوبی کے راستے بھی کھول دے گا۔ اس صورت حال کے بارے میں قرآن مجید میں یہ ہدایت دی گئی ہے:

﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُنَّ شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

”پس اگر وہ تمہیں ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بڑی خیر و خوبی رکھی ہو۔“ (سورہ نساء: ۱۹)

(۶) ظلم سے پرہیز کرنا۔ (یعنی مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے) اور کمزور بیوی پر کسی طرح بھی ظلم نہ کرے۔ اگر کئی بیویاں ہیں تو ان کے درمیان عدل و انصاف رکھیں اور برابری کا سلوک کریں (یعنی ان کی باری، لباس، رہائش اور خوراک میں پورا عدل و انصاف کا رویہ رکھیں)۔ خلاصہ یہ کہ انصاف و برابری سے مراد معاملات اور برتاؤ میں برابری ہے، رہی یہ بات کہ کسی بیوی سے محبت زیادہ ہو تو یہ انسان کے بس میں نہیں اس لیے اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی گرفت بھی نہیں۔

عورتوں سے زیادتی کرنے والوں کے لئے وعید!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضَرَارًا لِتَعْتَدُوا مَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط وَلَا تَتَّخِذُوا إِلَيْتِ اللَّهُ هُزُوًا﴾

”اور عورتوں کو ستانے اور زیادتی کرنے کی غرض سے نہ روکو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر ہی ظلم (اور اپنا ہی برا) کرے گا اور اللہ کی آیتوں کو مذاق (اور کھیل) نہ بناؤ۔“ (بقرہ: آیت ۲۳۱)

متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں کسی ایک کی طرف مائل ہو اور دوسری بیوی یا بیویوں کو نظر انداز کرنے اور ان کے درمیان نا انصافی کرنے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلُوا بَيْنَكُمْ سَبِيلًا﴾

”کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو لگی ہوئی کی طرح چھوڑ دو۔“ (سورۃ نساء: ۱۲۹)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾

”پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو۔“ (سورۃ النساء: ۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس شخص کے نکاح میں (ایک سے زیادہ مثلاً) دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان عدل اور برابری کا سلوک نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے!

اگر کوئی اپنی باری اپنی کسی سوکن کو دے دے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ کہ ان میں شوہر کی طرف سے کسی قسم کے جبر کا دخل نہ ہو، نیز وہ جب چاہے اپنی باری کو واپس لے سکتی ہے چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہو گئیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی باری کا دن جو آپ نے میرے لیے مقرر کیا تھا وہ عائشہ کو دے دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو دن رہنے لگے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے کسی بیوی کا انتخاب قرعہ کے ذریعہ کیا جائے گا!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اب قرعہ میں جس کا نام نکل آتا تو اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

خلاصہ یہ کہ ظاہری برتاؤ اور حسن سلوک کے لحاظ سے کسی بیوی کو کسی پر فوقیت نہیں دینی چاہئے تمام بیویوں کے ساتھ ہر لحاظ سے برابری اور انصاف کا معاملہ کرنا چاہئے اور نا انصافی کی صورت میں خاوند ظالم ہوگا اور ظلم کی سزا نہایت سخت ہوتی ہے۔

بیوی پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنا بھی ظلم ہے!

جو مرد اپنے بیٹے کی نسبت کا انکار کرے کہ یہ بچہ مجھ سے نہیں اور اپنی بیوی پر تہمت باندھے تو اس کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد و نسائی)

نیز کمزور علامتوں کی وجہ سے اپنے لڑکے کو اپنا نہ سمجھنا اور بیوی پر بدگمانی کرنا جائز نہیں گویا یہ بھی بیوی کے ساتھ ظلم ہے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اس کا اپنے بیٹے کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ رنگ کا کالا ہے میرا ہرنگ نہیں اس لیے اس کا باپ کوئی اور ہوگا تو آپ ﷺ نے ان کی فکر کی اصلاح یوں فرمائی کہ تمہارے پاس اونٹ بھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا رنگ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ سرخ رنگ کے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا ان میں کوئی خاکستر رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رنگ ان میں کہاں سے آیا؟ حالانکہ اس کے ماں، باپ اس رنگ کے نہیں اس پر اس دیہاتی نے عرض کیا کہ ان کی نسل میں کوئی اونٹ اس رنگ کا ہوگا جس کے یہ مشابہ ہے تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا شاید اس لڑکے کی اصل (دادیوں اور داداؤں) میں کوئی کالا ہوگا جس کے ہم شکل یہ لڑکا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

خلاصہ یہ کہ بیوی پر بلا وجہ بدگمانی نہیں کرنی چاہئے تاوقت یہ کہ قوی اور واضح دلائل اس کے نہ پائے جائیں مثلاً بیوی سے صحبت تو کی ہی نہیں اور بچہ پیدا ہو گیا تو اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ بچہ کہاں سے لائی ہو؟ بہر حال مرد کو چاہئے کہ اپنی بیوی پر کسی قسم کا ظلم نہ کرے اور نہ بلا وجہ اس کی پٹائی کرے البتہ جب وہ کھلی نافرمانی پر اتر آئے تو اس صورت میں اس کو جو سزا دی جاتی ہے اس کے کچھ مسائل اور طریقے ان شاء اللہ زوجین کے حقوق کے بعد بیان کئے جائیں گے۔

بیوی پر شوہر کے حقوق!

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بعد بیوی پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے

شریعت مطہرہ میں سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس کے سوا کسی دوسرے کے لیے حتیٰ کہ سید الانبیاء اور سید البشر حضرت محمد ﷺ کے لیے بھی کسی طرح کے سجدہ کی کوئی گنجائش نہیں اور غیر اللہ کے لیے تو سجدہ قطعی حرام اور شرک عملی ہے۔ حدیث کا مدعا یہی ہے کہ عورت جب کسی کے نکاح میں آجائے تو اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہوتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس کی فرمانبرداری میں اور اس کی رضا جوئی میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ اب اس تمہید کے بعد شوہر کے حقوق کو پڑھ لیجئے:

(۳) جانی اور مالی خیانت نہ کرے۔ (یعنی نہ شوہر کے مال میں خیانت کرے کہ اس کو بے جا اڑائے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کا رکھا ہوا مال خرچ کرے اور نہ خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف غلط نگاہ اٹھا کر دیکھے) ایسی تمام باتوں سے دور رہے جن سے اس کے دامن عصمت پر داغ لگنے کا اندیشہ ہو۔

(۴) شوہر کے ماں، باپ سے اس انداز میں پیش نہ آئے جس سے شوہر کو تکلیف پہنچے۔

(۶) اولاد کی اچھی پرورش اور اچھی تربیت کرے۔

جنتی عورت!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”جو عورت اس حال میں دنیا سے جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

بیوی سخت حالت میں بھی شوہر کی اطاعت کرے!

مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی ضروری کام میں مشغول ہو مثلاً بیوی تنور اور چولہے کے پاس ہو اور روٹی توے پر ڈال دی ہے اور اس حالت میں شوہر جماع کے لیے بلائے تب بھی وہ شوہر کے پاس پہنچ جائے اور اپنی ضروری مشغولیت کو چھوڑ دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو ہم بستر ہونے کے لیے بلائے اور وہ (بغیر کسی شرعی وجہ کے) انکار کر دے اور شوہر (اس کے انکار کی وجہ سے) رات بھر غصہ کی حالت میں رہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے!

حضرت ابوسعیدؓ کی ایک طویل روایت جس میں ایک خاتون نے نبی کریم ﷺ کو یہ شکایت کی کہ میرا شوہر نفلی روزہ تڑوا دیتا ہے شوہر نے جواب میں کہا کہ یہ روزے رکھتی چلی جاتی ہے (یعنی ہمیشہ روزہ رکھتی ہے) اور میں ایک جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَا تَصُومُ امْرَأَةُ الْإِبَادِنِ زَوْجَهَا) (ابوداؤد، ابن ماجه، مشکوٰۃ)

”کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کا خاوند گھر پر ہو اور وہ اس کی اجازت کے بغیر (نقلی) روزہ رکھے۔ (ترغیب وترہیب)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب (کوئی مسلمان) عورت پانچ وقت نماز پڑھتی ہے رمضان کے روزے رکھتی ہے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہے (یعنی خواہش اور بری حرکتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھتی ہے) اور اپنے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہے تو (قیامت کے دن) اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ (احمد، طبرانی، ترمذی، تہذیب)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے تین شخصوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی: ان میں سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

ایسی عورت کی نماز کا قبول نہ ہونا جس سے اس کا خاوند ناراض ہو یا بیوی اپنے شوہر کی نافرمان ہو متعدد روایتوں میں منقول ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ترغیب و ترہیب: ۳/۵۹)

بیوی اور شوہر دونوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں میں ہم بستری کے حالات بیان کریں یا ایک دوسرے کے راز کھولیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب زیادہ شریر (اور سب سے زیادہ بدترین) مرد وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور اس کی بیوی اس کی ہم آغوش ہو پھر وہ اس کی پوشیدہ (اور اپنی بیوی کی خاص) باتیں لوگوں میں ظاہر کر دے (اسی طرح بعض عورتوں کی بھی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ میاں بیوی والی خاص باتوں کو اپنی سہیلیوں کو سنا دیتی ہیں ان کے لئے بھی وعید ہے۔)“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوند کے سامنے دوسری عورتوں کا نقشہ نہ کھینچیں اور نہ مرد اپنی بیوی کے سامنے دوسرے مرد کا نقشہ کھینچیں!

عورتوں کے لئے یہ پیدرست نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے کسی عورت کا حال اس طرح بیان کرے

کہ اس عورت کا نقشہ اس کے بالکل سامنے ہو کہ فلانی کے کپڑے ایسے ہوتے ہیں، ایسی خوبصورت ناک ہے، ایسی آنکھیں ہیں وغیرہ وغیرہ اس میں یہ نقصان بھی ہے کہ شاید خاوند اس عورت کے ساتھ لگ جائے۔ اسی طرح مرد کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنی عورت کے سامنے دوسرے مردوں کا خدو خال بیان نہ کرے لیکن چونکہ مرد اس طرح کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور کوئی غیور مرد اس طرح کے بیان کو اپنے بیوی کے سامنے برداشت نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی نادانی عموماً عورتوں سے سرزد ہو جاتی ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے خصوصاً عورتوں کو خطاب فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ”اے عورتو! جب تم آپس میں عورتوں کے ساتھ کہیں بیٹھا کرو تو کسی عورت کا حال اپنے شوہر سے اس طرح بیان نہ کیا کرو گویا کہ اس کا خاوند اس عورت کو دیکھ رہا ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

نافرمان بیوی کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

مرد اگر اپنی بیوی کے اندر سرتابی اور نافرمانی کا رویہ دیکھے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اس کی اصلاح کے لئے ترتیب وار تین صورتیں اختیار کر سکتا ہے: اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ عورت کو سمجھائے، اس کو نصیحت کرے اور باؤ ڈالے اگر تجربہ سے ثابت ہو جائے کہ اس طرح اس کی اصلاح ہونے والی نہیں تو دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اس سے بے تکلفانہ تعلقات کو ترک کر دے تاکہ اس کو یہ تنبیہ ہو جائے کہ اگر اس نے اپنی روش نہیں بدلی تو اس کے نتائج دور رس ہو سکتے ہیں اگر اس سے بھی کام بنتا نظر نہ آئے تو تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ مرد کو جسمانی سزا کا اختیار ہے لیکن یہ سزا صرف اس حد تک ہونی چاہئے جس حد تک ایک استاد اور مصلح اپنے کسی زیر تربیت شاگرد کو دیتا ہے جس سے عورت کے کسی عضو کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور نہ وہ سزا ایسی ہو کہ عورت کے جسم پر کوئی پائیدار اثر چھوڑ جائے۔

اگر مرد کو یہ ساری تدابیر اور کام کرنے کے بعد بھی معاملہ بنتا نظر نہ آئے اور اس کی اپنی انفرادی اور خفیہ تمام تر کوششیں ناکام ہو جائیں تو پھر بھی شریعتِ مطہرہ نے مرد کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے بلکہ آخر میں ایک چوتھی تدبیر اختیار کرنیکی ہدایت دی ہے وہ یہ کہ شوہر اور بیوی کے دونوں طرف کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک منصف کو منتخب کیا جائے کیونکہ ان کو زوجین کے حالات بھی

زیادہ معلوم ہوں گے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ امید ہے، یہ دونوں منصف مل کر احوال کی تحقیق کریں گے اور زوجین کے مابین بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کریں گے، اگر یہ دونوں منصف میاں بیوی کے درمیان خیر خواہانہ اور مصلحانہ کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان کی حسن نیت اور نیک کوشش زوجین کے درمیان صلح اور موافقت کرادے گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿الرِّجَالُ قَوِّمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ط فَالْضِّلْحُ قَنِيتُ حِفْظُ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ط وَالتَّيُّ تَخَافُونَ نُشُورَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ۝ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝﴾ (سورہ نساء: ۳۴-۳۵)

”مرد عورتوں پر حاکم (نگہبان اور نگران) ہیں (یہ) اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بناء پر کہ مرد اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو نیک بیویاں ہیں وہ (شوہروں) کی فرمانبرداری کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے (شوہروں کے گھروں میں ان کی عزت، آبرو اور مال) کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور جن عورتوں سے تم کو سرکشی کا اندیشہ ہو تو ان کو (وعظ و نصیحت اور ملامت کر کے) سمجھاؤ اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) ان کو ان کے بستر وں اور خوابگا ہوں میں علیحدہ کرو اور (اگر اس سے بھی معاملہ نہ بنے تو) ان کو مارو (اور سزا دو) پس اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کے خلاف الزام کی راہ تلاش نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بالاتر اور بہت بڑا (موجود) ہے (اگر کسی نے اپنے اختیارات کو غلط استعمال کیا تو وہ قادر مطلق کی گرفت سے نہیں بچ سکتا) اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان تعلقات بگڑنے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے مقرر کردو اور ایک منصف عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کردو اگر یہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کر دے گا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔“

ان آیتوں میں مرد اور عورت کے وہ تمام حقوق اور بگڑی ہوئی عورت کی اصلاح شوہر اور بیوی کے درمیان صلح و صفائی کے تمام امور موجود ہیں۔ بیوی اور شوہر کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب کچھ ان دو آیتوں کی تفسیر اور بیان ہے۔ یہاں صرف ان دو آیتوں کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں تاکہ مذکورہ بالا تفصیل پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

مرد عورت پر حاکم اور نگران ہے!

کسی چیز کی نگہبانی کرنے، حفاظت کرنے والے اور اس کی ضروریات کو مہیا کرنے والے اور اس کی اصلاح و درستگی کے ذمہ دار کو ”قَوَّام“ کہا جاتا ہے اس کو اصطلاح میں حاکم، امیر، نگران اور نگہبان کہا جاتا ہے۔ جہاں بھی آدمیوں کا کوئی مجموعہ ہو خواہ وہ فوج ہو یا خاندان ہو یا کوئی مملکت ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ایک سربراہ اور امیر ہو جو اس مجموعے کے اتفاق، اتحاد اور اس کے نظم و ضبط کو قائم رکھے اور اس مجموعے کے دوسرے افراد اس امیر اور حاکم کی اطاعت کریں اور اس کے حکم کی تعمیل کریں۔ گھر کا چھوٹا سا مجموعہ بھی ایک چھوٹی سی ریاست کی مانند ہے لیکن بہت ہی اہم ہے اس کا بھی ایک حاکم اور ایک امیر ہونا چاہئے ورنہ گھر کی اس چھوٹی سی ریاست کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری کس کو سونپی جائے اور اس بار نگران کو اٹھانے کی بہترین صلاحیت کس میں ہے؟ مرد میں یا عورت میں؟ ان آیتوں میں اس کا جواب دیا گیا کہ یہ مقام مرد کو حاصل ہے اور ساتھ اس کی وجہ بھی بتادی گئی کہ اس میں دو خوبیاں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو بعض صفات میں عورت پر نمایاں برتری اور فضیلت عطاء کی ہے مثلاً جسمانی قوت، ذہنی برتری، معاملہ فہمی اور دور اندیشی، نگرانی اور مدافعت میں بلاشبہ عورت سے برتر و افضل ہے، اسی طرح معاش کے لئے جدوجہد کرنے کی جو استعداد اور ہمت مرد کو بخشی ہے وہ عورت کو نہیں بخشی۔ اس کو قرآن مجید نے یوں اپنے مختصر الفاظ میں فرمایا کہ:

﴿بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾

”اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک (یعنی مرد) کو دوسرے (یعنی عورت) پر فضیلت بخشی۔“

اور مرد کی دوسری خوبی یہ بتائی کہ بیوی بچوں کی جملہ ضروریات، اخراجات، ان کے آرام و آسائش

اور ان کی حفاظت کی تمام ذمہ داریاں اس پر عائد ہیں اس کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا کہ:

﴿وَبِمَا نَفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾

”اور اس بنا پر کہ مرد اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔“

قوام یعنی شوہر کی فضیلت کس قدر ہے؟

شوہر قوام! یعنی محافظ اور نگران ہے اس کے ذمہ انتظامی امور ہیں اس بناء پر وہ عورت پر ایک درجہ فضیلت رکھتا ہے اس کے علاوہ عورت کے لئے وہی حقوق ہیں جو مرد کے لئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾

”اور عورتوں کا دستور کے مطابق مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ کی فضیلت حاصل ہے۔“ (بقرہ: ۲۲۸)

مرد کو عورت پر جو فضیلت حاصل ہے اس فضیلت کی رو سے اس کی ذمہ داریاں!

عورتوں پر مردوں کو جو ایک درجہ فضیلت حاصل ہے وہ یہ کہ شوہر قوام اور نگران ہے اس فضیلت کی وجہ سے اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئیں ہیں مثلاً مشکل کام مرد اور شوہر کے سپرد ہیں آسان اور سہل کام عورت کے سپرد ہیں مثلاً عورت کا مہر اور بیوی بچوں کی جملہ ضروریات اور اخراجات فراہم کرنا، ان کے لئے رہنے سہنے کا انتظام کرنا، ان کی اصلاح و درستی اور تعلیم و تربیت کا خیال رکھنا، ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کرنا یہ سب کچھ نہایت خوش اسلوبی محبت و شفقت سے کرنا، یہ ساری ذمہ داریاں مرد پر عائد ہوتی ہیں اور عورتوں کے حقوق یہی ہیں جو مرد اور شوہر کے ذمہ عائد ہوتے ہیں جن کا تفصیلی بیان بیوی کے حقوق میں گزر گیا۔

نیک بیویاں!

مذکورہ بالا آیتوں میں نیک بیویوں کا کردار بھی بتایا گیا ہے دراصل یہی وہ فرائض اور ذمہ داریاں

یاد رہے کہ بعض عورتیں ہمت اور حوصلہ میں بعض مردوں سے بڑھی ہوئی نظر آئیں گی لیکن اس سے قانون میں تبدیلی نہیں آئے گی قوام اور حاکم بہر حال مرد ہی ہوگا عورت نہیں۔

ہیں جو ایک عورت پر عائد ہوتی ہیں ان فرائض کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا:

﴿فَالصَّلَاحُ قَنْتَتْ حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ﴾

”پس نیک بیویاں فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت (اور اس کی توفیق) سے (شوہر کے گھر اس کی عزت، آبرو اور مال کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔“
اور یہی وہ حقائق ہیں جو ایک عورت پر اس کے شوہر کو ہو سکتے ہیں جن کی تفصیل شوہر کے حقوق میں بیان ہو چکی ہے۔

سرکش بیوی کا بیان!

مذکورہ دو آیتوں میں سے آخری آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کسی عورت کے رویے سے ظاہر ہو کہ وہ ازراہ غرور نافرمانی پر اتر آئی ہے اور سرکشی کی راہ اختیار کی ہوئی ہے تو اس کی اس سرکشی کی اصلاح کی جائے، اس کا یہ علاج اور اصلاح اولاً وعظ و نصیحت اور سمجھانے بھانے سے شروع کرے اگر یہ طریقہ کار مفید ثابت نہ ہو تو اس سے کچھ وقت کے لئے علیحدگی اختیار کرے محبت اور شفقت والی باتوں کو ترک کر دے اگر اس سے بھی معاملہ درست نہ ہو تو ایسی عورت کو اس کا خاوند مار بھی سکتا ہے لیکن یہ مارا اور سزا ایسی نہ ہو کہ بدن پر پائدار نشان چھوڑ جائے یا اس سے کسی عضو کو نقصان پہنچے یا اس کو زخمی کر دے نبی کریم ﷺ نے اسی کے بارے ہدایت فرمائی ہے کہ:

(فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّجٍ)

”تو ان کو مارو جو زیادہ سخت نہ ہو۔“

یعنی وہ مارا ایسی نہ ہو کہ اس سے کوئی ہڈی ٹوٹے یا کسی عضو کو نقصان پہنچے۔ مذکورہ سارے جتن کرنے کے بعد اگر عورت سرکشی پر قابو پالے اور وہ سرکشی سے باز آجائے تو پھر شوہر کے لئے درست نہیں کہ وہ عورت کو ستانے یا طلاق کے لئے کوئی حیلہ اور بہانہ تلاش کرے بلکہ اگر ان سب کے باوجود بھی عورت کی سرکشی کی کوئی اصلاح نہ ہوئی تو اس حد پر پہنچ جانے کے بعد بھی قرآن مجید کی ہدایت یہ ہے کہ طلاق کے بجائے میاں بیوی کے دونوں گھرانوں میں ایک ایک منصف (یعنی ثالث) مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان صلح

خبیث ترین لوگ ہوتے ہیں جو شیطان کے چیلے اور مخلوقِ الہی پر ستم کرنے والے جانوروں سے بھی بدترین ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، بلاشبہ جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

ہمسایہ اور پڑوسی کا بیان

ہمسایہ و پڑوسی وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے قریب قریب رہتے اور بستے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث میں پڑوسی کے ساتھ خوشگوار تعلقات رکھنے اور حسن سلوک کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ سورہ نساء میں جہاں ماں، باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تاکید اور ہدایت کی گئی ہے وہاں پڑوسیوں کی اقسام کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ:

﴿...وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ...﴾

”...اور رشتہ دار پڑوسی، بیگانہ پڑوسی اور ہم نشین (کے ساتھ نیک برتاؤ کیا کرو)۔“ (سورہ نساء: ۳۶)

یہاں پڑوسی اور ہمسایہ کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں۔

- (۱) رشتہ دار پڑوسی (یعنی پڑوسی بھی ہے اور اس کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق بھی ہے)۔
- (۲) بیگانہ اور اجنبی پڑوسی (یعنی پڑوسی تو ہے لیکن اس کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے)۔
- (۳) ”ہم نشین“ (یعنی جو شخص عارضی اور وقتی طور پر ساتھ ہو) مثلاً دو دوست، ایک مدرسہ کے دو طالب علم یا ایک کمرے میں رہنے والے دو طالب علم یا ایک کارخانہ میں دو ملازم یا ایک دوکان کے دو شریک یا ایک مدرسہ کے دو استاد یا ایک گاڑی میں دو سوار یا ایک ہوٹل میں عارضی طور پر رہنے والے وغیرہ یہ بھی ایک طرح کے پڑوسی ہیں۔ ان تین قسم کے پڑوسیوں کے حقوق ہمسائیگی کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں خواہ مستقل پڑوسی ہوں یا عارضی رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار مسلمان ہوں یا غیر مسلم البتہ اگر رشتہ دار پڑوسی ہے تو حقوق ہمسائیگی کے ساتھ ساتھ رشتہ داری کے حقوق بھی شامل ہو جائیں گے اگر وہ مسلمان ہے تو مسلمان کے حقوق بھی شامل ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام کی وصیت اور تاکید!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

” (حضرت) جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر (اور مسلسل) وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیں گے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اس ارشاد کا مقصد پڑوسیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے، ان کے دکھ درد کو بانٹنے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف و پریشانی میں مبتلا نہ کرنے کا اظہار ہے۔

ہمسایہ اور پڑوسی کو ایذا نہ پہنچاؤ!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهُ لَا يُؤْمِنُ)

”اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں۔“ صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ شخص کون ہے جس کا ایمان نہیں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَاقِهِ)

”وہ آدمی جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے مامون اور محفوظ نہ ہوں (ایسا آدمی ایمان کامل سے محروم ہے)۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ بَوَاقِهِ)

”وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون اور محفوظ نہ ہوں۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

ان حدیثوں کا مدعا اور پیغام یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ایسا نیک برتاؤ کریں کہ وہ ان کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں اگر کسی مسلمان کا یہ حال نہیں ہے اور اس کے پڑوسی اس سے مطمئن نہ ہوں تو اس کو ایمانِ کامل کا مقام حاصل نہیں اور ایسا مسلمان اپنی ایذا رسانیوں اور شرارتوں کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا۔

پڑوسی کی خبر گیری ضروری ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَا أَمَّنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبَعَانَ وَجَارَهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ)

”وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو ایسے حال میں پیٹ بھر کے رات کو سو جائے جبکہ اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا ہو اور اس کو اس (پڑوسی کے بھوکے ہونے) کی خبر ہو۔“ (مسند بزار، طبرانی)

اسی طرح کا مضمون حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے ان ارشادات میں نبی کریم ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کی بھوک، پیاس اور اس کی دوسری ضرورتوں سے بے فکر اور بے پرواہ ہو کر زندگی گزارے وہ حقیقی معنوں میں مجھ پر ایمان نہیں لایا ہے اور اس نے میری بات اور میری ہدایت کو بالکل قبول نہیں کیا اور وہ میری جماعت میں بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوسی!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(خَيْرُ الْجِيرَانِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لَجَارِهِ)

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے لئے بہترین ہو۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

پڑوسی کے ستانے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سخت ناراض ہوتے ہیں!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَذَى جَارَهُ فَقَدْ أَذَى نَبِيٍّ وَمَنْ أَذَى نَبِيٍّ فَقَدْ أَذَى اللَّهِ)

”جس نے اپنے پڑوسی کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ستایا۔“

(رواہ ابوالشیخ ابن حبان، ترغیب)

اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کو ایذا پہنچانا اور ستانا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور سنت کی مخالفت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔

ہانڈی کی مہک اور پھلوں سے بھی پڑوسی کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچاؤ!

خلاصہ یہ کہ شریعتِ مطہرہ پڑوسی کو تکلیف دینے کی سخت مذمت کرتی ہے نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور ہدایات میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ”جب تم میں سے کسی کے ہاں ہانڈی پکے تو اسے چاہئے کہ شور بہ زیادہ کر لے پھر اس میں سے کچھ پڑوسی کو بھی بھیج دے۔“ (طبرانی، دیکھئے مجمع الزوائد: ۸/۱۶۵)

”اگر تم میں سے کوئی پھل خرید کر لائے تو اس میں سے پڑوسی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجوا اگر ایسا نہ کر سکو (یعنی وہ پھل تھوڑا ہے یا اور کوئی وجہ ہے) تو اس کو چھپا کے لاؤ اور تمہارا کوئی بچہ وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اُسے دیکھ کر جلن پیدا ہو جائے۔“ (رواہ الخرائطی)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اپنے گھر کی تعمیر میں اس کا لحاظ رکھو اور اس کی دیواریں اس کی اجازت کے بغیر اس طرح نہ اٹھاؤ کہ پڑوسی کے گھر کی ہوابند ہو جائے اور اس کو تکلیف پہنچے۔“ (رواہ الخرائطی)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جب تمہارے گھر میں اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے باعثِ تکلیف نہ ہو، الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا اس کے گھر میں بھیج دو۔“ (طبرانی و خرائطی، دیکھئے ترغیب و ترہیب: ۳/۳۵۷)

پڑوسی کے حقوق و آداب کا خلاصہ!

پڑوسی کے حقوق و آداب کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ویسے تو ہر مسلمان اخلاقی طور پر پابند ہے کہ وہ دوسرے مسلمان

سے لطف و کرم اور حسن سلوک کا معاملہ کرے مگر ہمسایہ سے خصوصی روابط قائم کرنے اور اس کو مضبوط کرنے اور دوام دینے کے لئے دین اسلام نے خاص زور دیا ہے کہ وہ ان سے محبت اور تعلق بڑھانے کے مواقع اختیار کرے مثلاً وقتاً فوقتاً ان کو ہدیہ بھیجنا، قرض مانگے تو قرض دینا، محتاج ہو، ضرورت مند ہو تو اس کی مالی و جانی خدمت کرنا، کوئی اچھا کھانا پکائے تو اس کو بھی بھیج دینا، اس کی پردہ پوشی کرنا، اس کو کوئی نعمت ملے تو مبارک باد دینا، کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی مدد کرنا۔

(۲) اس کے اہل و عیال کی عزت، آبرو کی حفاظت کرنا۔

(۳) اس کی خوشی اور غمی میں پوری طرح شریک ہونا بشرطیکہ وہ شادی میں ناجائز اور حرام کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ حرام اور ناجائز امور میں شرکت کرنا درست نہیں۔

(۴) زبان اور عمل سے ان کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچانا جیسے گھر کی دیواروں کو ایسے اونچا کرنا جس سے ان کا گھر دکھائی دے یا ان کے گھر کی ہوا بند کی اور اس سے اس کو تکلیف پہنچے یا اپنے گھر میں درخت کو پتھروں سے مارنا جس کی وجہ سے پڑوسی کے گھر پتھر جائے یا بلاوجہ شور مچانا جس سے ان کے آرام میں خلل واقع ہوا اگر گھر میں پھل یا بچوں کے کھلونے لانا چاہتے ہو تو ایسی صورت میں یا تو ان کے گھر میں بھی کچھ دے دو ورنہ خفیہ لے کر جاؤ اور بچوں کو بھی پابند کریں کہ وہ ان چیزوں کو لے کر باہر نہ نکلیں۔ اگر کوئی اچھی مرغوب چیز پکانا چاہتے ہو تو اس میں سے پڑوسی کو کچھ دے دو اگر اس میں سے پڑوسی کے گھر نہیں بھیج سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کرو کہ ہانڈی کی مہک اور خوشبو پڑوسی کے گھر نہ پہنچے کیونکہ اس سے پڑوسی یا اس کے بچوں کے دل میں اس کی طلب و خواہش پیدا ہو جائے گی جو ان کے لئے تکلیف کا سبب بنے گی۔ غرض جس قول و فعل سے پڑوسی کو تکلیف پہنچتی ہو اس سے پرہیز کریں اور شریعت مطہرہ نے ہمسایہ سے تکلیف دور کرنے اور تکلیف سے بچانے کے لئے اس کو شفعہ کا حق بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔

بے کسوں، کمزوروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق و آداب!

”یتیم“ وہ نابالغ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو باپ کے سایہ محبت اور شفقت سے محروم ہیں۔ ”بے کس“

وہ لوگ ہیں جو بے یار و مددگار ہوں مثلاً بیوہ عورتیں جن کے شوہر وفات پا گئے ہیں اور وہ شوہروں کے سایہ سے محروم ہو چکی ہیں۔ کمزور، حاجت مند یہ وہ فقیر اور مسکین لوگ ہیں جو دوسروں کے سہارے اور تعاون کے سخت محتاج ہوں مثلاً کسی کی اولاد اور عیال زیادہ ہیں اور اس کے ذرائع آمدنی کم یا نہ ہونے کے برابر ہوں یا وہ لوے لنگڑے ہوں یا اندھے، بہرے ہوں جو رزق کی تلاش میں دوڑ دھوپ سے محروم ہوں یا دین اسلام کی اشاعت اور حفاظت جیسے کاموں میں ایسے مشغول ہوں کہ ان کو تلاشِ رزق کی فرصت نہیں ملتی یا وہ لوگ جو کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہوں اور ان کو دوسروں کی مدد اور تعاون کی سخت ضرورت پڑ گئی ہو تو مسلمانوں کی جماعت اور اس کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ ان تمام کمزوروں، حاجتمندوں اور بے کسوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ یتیموں کو آغوشِ محبت اور مشفقت میں لے لے۔ بے کسوں اور بیواؤں کی آبرو کی حفاظت اور ان کی غمخواری کرے اور ان کے ساتھ تعاون اور مدد کرے اور اس بات کی پوری کوشش کرے کہ وہ انسانی معاشرہ میں ذلت کے بجائے عزت کا مقام پائیں۔ یتیموں اور بے کسوں پر رحم و مشفقت کرنے کی فضیلت اور اس کے برعکس ان کے بارے میں سنگدلانہ رویہ رکھنے والوں کی بربادی کا کچھ بیان ”باب رحم اور باب انفاق“ میں گزر چکا ہے اس کو وہاں پڑھ لیجئے البتہ یہاں بھی باب کی مناسبت سے اس کے متعلق قرآن وحدیث سے اختصاراً کچھ نقل کر دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۚ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ ۖ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ﴾ (سورة الماعون: ۱ تا ۳)

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو انصاف کے دن (روزِ آخرت) کو جھٹلاتا ہے۔ پس یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ مسکین اور محتاج کے طعام (یعنی ضروریاتِ زندگی) پر نہیں ابھارتا۔“ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں اور نیک بختوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ (سورة الدھر: ۸)

”اور اس کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں (یعنی ضرورتیں پورا کرتے ہیں) محتاج کو یتیم کو اور

قیدی کو۔“

کمزوروں کا حق دبانا اپنے پیٹ میں انگاریں بھرنا ہے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ)

”جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ

عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔“ (سورہ نساء: ۱۰)

مسکینوں، یتیموں اور بے کسوں کی کفالت کرنے والے کا اجر و ثواب!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَحَسْبُهُ قَالَ كَالْقَائِمِ

لَا يَفْتَرُّ وَكَالضَّائِمِ لَا يَفْطُرُ)

”کسی بیوہ اور حاجتمند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ (اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر و ثواب

میں) ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے

یہ بھی فرمایا کہ ”اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار نمازی) کی طرح ہے جو (اپنی شب بیداری میں) کوئی سستی

نہیں کرتا اور اس صائم الدھر بندے کی طرح ہے جو (ہمیشہ روزہ رکھتا ہو) اور کبھی ناغہ نہ

کرتا ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”میں اور یتیم کی کفالت اور پرورش کرنے والا خواہ (وہ یتیم) اپنا (پوتا، بھائی اور بھتیجا) ہو یا کسی

اور کا (یعنی کوئی غیر رشتہ دار) ہو جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے (یہ کہہ کر آپ ﷺ نے)

انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے بتلایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی

کشادگی رکھی۔“ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)

نبی کریم ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے یہ واضح فرمایا کہ جنت

میں میرے اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ اور فرق ہوگا جتنا کہ ان دونوں انگلیوں

کے درمیان ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو شخص اپنے کھانے پینے میں کسی یتیم کو شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بضرور جنت کا مستحق قرار دیتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل معافی ہو (جیسے کفر و شرک اور ناحق قتل)۔“ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ)

اس حدیث کو ترمذی نے بھی نقل کیا ہے اور اس مضمون کے قریب قریب دوسرے صحابہ ؓ سے بھی منقول ہے۔ (ترغیب و ترہیب)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کسی یتیم (بچی یا یتیم بچے) کے سر پر ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا ہر بال کے عوض اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ حسن سلوک والا کا معاملہ کرتا ہے تو میں اور وہ آدمی جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا (کہ ان دو انگلیوں کی طرح بالکل پاس پاس ہوں گے)۔ (احمد و ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو۔ مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

نیز حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”میں نے معراج کی رات میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ پتھر کھا رہے ہیں اور جو پتھر کھاتے ہیں وہ نیچے سے نکل جاتے ہیں، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔“ (مسلم)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کسی مسلمان کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ دری کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ دری

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُم بَعْضًا ط اِيْحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ﴾

”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔“ (حجرات: ۱۲)

ایک مسلمان کی کیا صفات ہونی چاہئیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کی ایک صفت یہ ہونی چاہئے کہ:

﴿اِذْلِلْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٌ عَلٰی الْكٰفِرِيْنَ﴾

”وہ مسلمانوں کے لئے نرم اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوں گے۔“ (مائدہ: آیت ۵۴)

مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے نہایت نرم اور ان کے لئے ہر پہلو سے چک قبول کرنے والے اور تواضع کرنے والے ہوں گے لیکن کافروں کے لئے وہ پتھر کی چٹان ہوں گے، وہ کافر اگر ان کو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہیں گے تو ان کو ذرہ برابر اپنے مقاصد کے لئے استعمال نہ کر سکیں گے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ عہد اول کے مسلمانوں (یعنی صحابہ کرامؓ) کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔“ (فتح: ۲۹)

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں!

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”(اے مخاطب!) تو مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے سے رحم کا معاملہ کرنے اور ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی (معاونت اور حسن سلوک) کرنے میں ایسا پائے گا جیسا کہ بدن کا حال ہے جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو بدن کے باقی اعضا اس ایک عضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو بلاتے اور پکارتے ہیں بیداری اور درد میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ گویا ایک جسم کی طرح ہے اور اس کے افراد اس کے اعضاء ہیں کسی ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو اس کے سارے اعضاء تکلیف محسوس کرتے ہیں اور تمام اعضاء بیدار اور بے آرام ہو جاتے ہیں، اسی طرح اگر ایک مسلمان کو کوئی تکلیف اور مصیبت پہنچے تو سارے مسلمان اس کے دکھ میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف و مصیبت دور کرنے کی تدبیریں کریں۔

مسلمان سب بھائی بھائی ہیں!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (لہذا) نہ مسلمان خود دوسرے مسلمان پر ظلم کرے اور نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور نہ اس کو ذلیل و حقیر سمجھے پھر آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے فرمایا کہ (تقویٰ صرف ظاہری اعمال میں منحصر نہیں بلکہ) اصل تقویٰ یہاں ہوتا ہے (اور اسی بنیاد پر عند اللہ کوئی معزز و مکرم بن سکتا ہے کیا خبر جس کو ظاہری اعمال کے لحاظ سے قابلِ تحقیر سمجھتے ہو وہ تقویٰ سے معمور ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم ہو اس لئے) کسی آدمی (کو جہنم لے جانے) کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ مسلمان کی چیز دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے (یعنی اس پر دست درازی حرام ہے) اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی عزت اور آبرو بھی۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

مسلمان، مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)

”قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک (سچا) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے وہی (خیر و خوبی) نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

خیر و خوبی سے مراد دنیا و آخرت دونوں کی خیر خواہی مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے

مسلمان کی اس درجہ خیر خواہی کرے کہ جو خیر و بھلائی اپنے لئے چاہے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی چاہے یہ کامل اور سچے ایمان کے لوازم اور شرائط میں سے ہے، لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسرے مسلمان کا مکمل خیر خواہ ہو اور اس کے لئے خیر و بھلائی کا طالب ہو۔

بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَيْسَ مِنْكُمْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرًا وَلَا وَلَمْ يُؤَقِّرْ كَبِيرًا وَلَا وَلَمْ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ)

”وہ شخص ہماری اتباع کرنے والوں میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے، نیکی اور بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے منع نہ کرے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو شخص ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے علماء کے حق کو نہ پہچانے وہ میری امت میں سے نہیں۔“ (احمد، طبرانی، مجمع الزوائد: ۸/۱۴)

مسلمان کو ایذا پہنچانے والا بے دین اور فاسق ہے!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)

”مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

کفر کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے تو وہ اپنے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے اور ممکن ہے کہ ناحق قتل کرنا کفر پر مرنے کا سبب بنے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَمَنْ يُقْتَلْ مُؤْمِنًا مَّتَعِدًا فَجَزَاءُ لَهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ

عَذَابًا عَظِيمًا﴾ (سورہ نساء: ۹۳)

”اور جو شخص کسی مسلمان کو عداقت میں قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور

اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے عظیم عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”جمہور علماء کے نزدیک خلود اس کے لئے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں۔ یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے واللہ اعلم۔“ (تفسیر عثمانی)

کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر خوشی کا اظہار مت کرو!

حضرت واثلہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”تم اپنے کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو (اگر ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو مبتلا کر دے۔“ (ترمذی)

مسلمانوں کے حقوق کا خلاصہ!

مسلمانوں کے حقوق چالیس سے بھی متجاوز بیان کئے جاتے ہیں یہاں صرف چند حقوق کا ذکر کیا جائے گا اور کوشش یہ کی جائے گی کہ اہم حقوق انہی میں سمیٹ لئے جائیں۔

(۱) سلام لے کا جواب دینا۔ (۲) چھینک آنے پر جب وہ ”الحمد للہ“ کہے تو اس کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنا۔ (۳) اگر شرعی یا جسمانی عذر نہ ہو تو اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا۔ (۴) بیمار ۲ کی عیادت اور بیمار پرسی کرنا۔ (۵) مر جائے تو جنازے ۳ کے ساتھ جانا اور جنازہ پڑھنا کفن، دفن کرنا۔ (۶) ہمیشہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا مثلاً اگر دو مسلمانوں کے درمیان کوئی نزاع اور جھگڑا ہو جائے تو ان کے مابین صلح کرادینا۔ (۷) اس کی غیبت نہ کرنا۔ (۸) اس کو طعنہ نہ دینا۔ (۹) اس کا مذاق اڑا کر اس کی تذلیل و تحقیر نہ کرنا۔ (۱۰) اس کے ساتھ دشمنی نہ کرنا (۱۱) اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا جو خیر و بھلائی اپنے لئے پسند کرے وہی اس کے لئے پسند کرنا۔ (۱۲) اس کی پردہ پوشی کرنا اور رسوائی سے بچانے لے سلام کے آداب کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ ۲ بیمار پرسی کے آداب ان شاء اللہ آگے بیان ہوں گے۔ ۳ جنازہ تکفین اور تدفین یہ سب فرض کفایہ ہیں۔ نوٹ: اگر ایک ہی مجلس میں پے درپے کسی شخص کو دو سے زیادہ بار چھینک آئے تو اس کے بعد ”الحمد للہ“ یا اس کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنے کی ضرورت نہیں۔

کی کوشش کرنا البتہ اگر اعلانیہ گناہ کرتا ہے یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرتا ہے تو اس کو ایسے گناہ اور جرائم سے منع کرنا اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف سازش کرتا ہے یا اس کی عزت و آبرو لٹانے کے درپے ہوتا ہے تو دوسرے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سازشی کو روکے اگر یہ اس کے بس میں نہیں تو اس شخص کو خبردار کرنا ضروری ہے جس کے متعلق سازش ہو رہی ہے، اسی طرح جو شخص اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اس کو اس سے روکا جائے گا اگر یہ اس کے بس میں نہیں تو اس کی اس سازش سے عام مسلمانوں کو خبردار کرنا ضروری ہے تاکہ کوئی مسلمان اس کے فتنے میں نہ پڑ جائے۔

(۱۳) اس کی مدد کرنا مثلاً اگر ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکنا اور اگر مظلوم ہو تو اس کو پناہ دینا یا کوئی مانگنے کی چیز مانگے مثلاً نمک مانگا یا کلہاڑی مانگی تو اس کے سوال کو رد نہ کرنا۔ اس کی گاڑی پھنس گئی تو اس کے ساتھ گاڑی کو دھکا لگانا اس کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار نہ چھوڑنا اور کفار کے خلاف اس کی بھرپور مدد کرنا۔ (۱۴) چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کا احترام کرنا۔ (۱۵) نیک کاموں کا حکم اور برائی سے منع کرنا۔ (۱۶) اپنی زبان اور اپنے ہاتھ و عمل سے کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا۔

مثلاً اس سے سخت کلامی نہ کرے، اس کو گالی نہ دے اور نہ اس کے مردوں اور فوت شدہ رشتہ داروں کو گالی دے حتیٰ کہ نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہوں جہاں سے لوگ گزرتے ہوں مثلاً مسجد میں نفل پڑھنی ہیں تو ایسی جگہ پڑھیں کہ آنے جانے والوں کے لئے رکاوٹ نہ ہو۔ اگر باہم رنجش ہو جائے تو اس کے ساتھ تین روز سے زیادہ ترک کلام نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ اس کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے پرہیز کریں۔

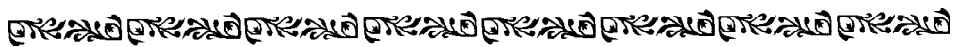
دوستی کے حقوق و آداب!

جس سے دوستی کرنی ہو اول اس کے عقائد، اعمال، معاملات اور اخلاق کی خوب دیکھ بھال کرنی چاہئے اگر ان امور میں اس کو مستقیم نہ پائے تو اس سے دوستی کرے ورنہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے ہر ایک کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس کو

دوست بنارہا ہے۔“ (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ: باب الحب فی اللہ)

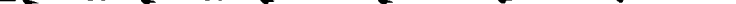


﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

دوستی کے حقوق و آداب کو ملاحظہ کیجئے!

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:



”جس بندے نے کسی شخص سے محض اللہ کی رضا کی خاطر محبت و دوستی رکھی تو اس نے درحقیقت اپنے پروردگار عزوجل کی تعظیم و تکریم کی۔“ (احمد، مشکوٰۃ)

(۳) دوستوں پر اعتماد کیجئے اور ان کے درمیان ہشاش بشاش رہئے، ان کے ساتھ نہایت توجہ اور خندہ پیشانی سے ملئے، دوستوں کے بارے میں لا پرواہی، بے نیازی، خشک مزاجی اور سخت کلامی سے پرہیز کیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔“ (ترمذی)

(۴) دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کا سلوک کیجئے، دوست کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو اخلاقی اور دینی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اور بڑھانے کی کوشش کریں۔

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوستوں میں بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کا بہترین خیر خواہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کا بہترین خیر خواہ ہو۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

(۵) دوستوں کے ساتھ ایک بے تکلف ساتھی، خوش مزاج اور خوش! طبع رفیق بننے کی کوشش کیجئے کہ آپ کی صحبت سے دوست واجباب اکتائیں نہیں بلکہ مسرت محسوس کریں اگر دوستوں کی طرف سے کوئی امر خلاف مزاج پیش آئے تو اس پر چشم پوشی کریں حکمت اور نرمی کے ساتھ بات کو ٹال دیجئے اگر اتفاق سے شکر رنجی ہو جائے تو فوراً صلح صفائی کریں اس کو دل ہی دل میں رکھ کر طول نہ دیں کیونکہ اس سے دوستی میں نفاق اور افتراق پیدا ہوتا ہے۔

(۶) دوستوں کے دکھ درد میں شریک رہیں اور ان کی خوشیوں میں بھی حصہ لیا کریں۔

(۷) جس سے محبت ہو اپنی اس محبت کا اظہار بھی اس کے سامنے کیجئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

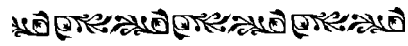
۱۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اختلاط اور خوش طبعی فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بے تکلف زندگی گزارتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے شامل ترمذی اور الادب المفرد اس کی کچھ تفصیلی بیان اسی کتاب کے ”باب المزاح“ اور خوش طبعی کے بیان میں گزر چکی ہے۔)

ماتحتوں اور خادموں کے حقوق و آداب!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں داخل کرے گا۔



(۱) کمزوروں اور ضعیفوں کے ساتھ نرمی کرنا۔

(۲) ماں، باپ پر شفقت کرنا۔

(۳) اپنے مملوک (امانتوں، غلاموں اور مزدوروں) پر احسان کرنا۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”اپنے مملوک (اور ماتحت غلام، خادم) کے ساتھ برائی و بدسلوکی کرنے والا جنت میں داخل نہیں

ہوگا۔“ (ترمذی ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اور حضرت نافع بن مکیت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”اپنے مملوک (اور ماتحت غلام، خادم) کے ساتھ برائی و بدسلوکی کرنے والا جنت میں داخل نہیں

ہوگا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اور حضرت نافع بن مکیت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کہ:

”اپنے مملوک (اور ماتحت) کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک خیر و برکت کا باعث ہے اور اپنے

مملوک کے ساتھ بدسلوکی بے برکتی کا باعث ہے۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

قرآن مجید نے بھی غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا ہے اور ان لوگوں کی سخت

نذمت فرمائی ہے جو غلاموں اور مزدوروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ نساء: ۳۶)

خادموں مزدوروں اور ماتحتوں کے حقوق اور آداب کا خلاصہ یہ ہوا!

(۱) ان پر دشوار اور سخت کام کا بوجھ نہ ڈالیں اور نہ ان پر دشوار احکام جاری کریں اگر کبھی مشکل اور دشوار کام

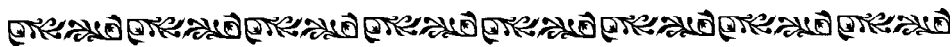
کا مکلف بھی کریں تو پھر ان کے ساتھ اس کام میں مدد کریں تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

(۲) ان کے ساتھ خوش گفتاری کریں مثلاً ان کو اچھے نام سے پکاریں اور شفقت آمیز لہجہ میں کسی کام کرنے

کے بارے میں کہا کریں جیسے کوئی اپنے بیٹے یا چھوٹے بھائی کو کہتا ہے۔

(۳) محکوموں اور ماتحتوں کو راحت پہنچانا اور ان کے ساتھ کاموں میں تعاون کرنا مثلاً حتی الوسع چھوٹا موٹا کام

خود ہی کر لینا، اسی طرح ان کو اپنے ساتھ ملنے کے لئے آسان طریقے مقرر کرنا اور ان کے آرام کا خیال رکھنا۔



(۵) ان کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، خادم کوئی چیز پکائے تو اس کو بھی اس میں سے کھلائیں اور وہ پہنائیں جو خود پہنتے ہوں، اگر مزدوروں اور خادموں میں کوئی جھگڑا پڑ جائے تو ان میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور کسی ایک جانب میلان نہ کریں۔

(۶) مزدور اور خادم کو ٹھیک وقت پر مزدوری اور تنخواہ دیں۔

(۱) اپنے مخدوم اور آقا کی اطاعت کریں البتہ خلاف شرع امور میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

(۲) اپنے فرائض کو محنت اور ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیں۔

(۳) اس کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔

(۴) اگر مخدوم اور آقا سے کوئی امر خلافِ طبع پیش آئے تو صبر کریں شکایت اور بددعا نہ کریں۔

(۵) اگر اپنے مخدوم سے آرام و راحت پہنچی ہو اور اس نے حسن سلوک کیا ہو تو اس کے احسان مند رہیں اور اس کے لئے دعائیں کریں۔

(۶) خادم اور مخدوم دونوں میں باہم مشترک حق اور ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کریں۔

رعایا کے ذمہ حکمرانوں کے حقوق!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص میری فرمانبرداری کرتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس شخص نے میری نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس شخص نے امیر (اور سردار) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری نافرمانی کی۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(اپنے امیر اور حاکم کی بات اور حکم کو) سننا اور اس کی فرمانبرداری کرنا ہر حالت میں مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند جب تک وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے، جب اس کو گناہ اور نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اس کو نہ سنا جائے اور نہ اس کی اطاعت کی جائے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

(لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ إِمَامٍ إِلَّا طَاعَةٌ فِي الْمَعْرُوفِ)

”کسی بھی گناہ کی بات میں (کسی کی بھی) اطاعت جائز نہیں، اطاعت اور فرمانبرداری تو صرف اچھے (اور جائز) حکم کی ہوگی۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حکمرانوں کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے!

(۱) عوام اور رعایا حکام کی اور اپنے امیروں کی اطاعت کریں البتہ اگر وہ شریعتِ مطہرہ کے خلاف کوئی حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہ کریں۔

(۲) ان کا ادب و احترام کریں لیکن احترام کو احترام کے درجہ میں رکھا جائے گا احترام کی آڑ میں ان کی عبادت یا شر کے افعال سے قطعی پرہیز کریں۔

(۳) ان کے ہاں بری سفارش لے کر نہ جائیں۔ (یعنی حکام کو مال کی حرص دے کر ان سے کوئی کام نہ کرایا جائے) اور نہ ان کے پاس کوئی ایسی سفارش لے جائیں جس میں دوسرے کا حق مارا جائے۔ یاد رہے کہ جائز سفارش اچھی چیز ہے بشرطیکہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو اور اس میں کسی قسم کی رشوت کی آمیزش نہ ہو۔

(۴) عادل اور اچھے امیروں کے خیر خواہ رہیں، ان کے لئے دعائیں کریں اگر ان کے پاؤں راہِ حق سے ہٹ گئے ہوں یا ہٹ رہے ہوں تو ان کو راہِ حق پر لانے اور قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ہم کو خیر خواہی کی ہدایت فرمائی ہے خصوصاً ائمہ اور امیروں کے بارے میں خاص تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةً حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)

”افضل اور سب سے بہتر جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات

کہے۔“ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

حکام کے ذمہ رعایا کے حقوق!

عادل حکمران اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوگا اور قیامت کے دن نور کے منبروں پر جگہ پائیں گے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، مسلم)

ظالم اور خائن امیر کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا حاکم اور نگران بنائے اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ

کرے تو جنت کی بونہ پائے گا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا نگران بنائے اور وہ مرتے دم تک اس حال میں مرجائے کہ وہ اپنی

رعیت پر ظلم اور ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں میں بلند مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بہتر جو شخص ہوگا وہ

عادل اور نرمی کرنے والا حاکم ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں میں مرتبہ کے اعتبار سے

سب سے بدتر جو شخص ہوگا وہ ظالم اور سختی کرنے والا حاکم ہے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

عوام اور رعایہ کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے!

(۱) ان کے درمیان عدل و انصاف کرنا اور قانون کی بالادستی کو قائم رکھنا۔ اسلامی حکومت کا مقصد وجود ہی

نظام کا قیام ہے۔ عدل کی ضرورت صرف عدالت اور حاکم کی حد تک محدود نہیں بلکہ ہر معاملے میں اس کی

ضرورت پڑتی ہے یہ عدل و انصاف ہر جگہ مطلوب ہے تاہم عام لوگوں کی نسبت ایک حاکم کی عدالت میں

عدل کرنا زیادہ اہم ہے کیونکہ ایک تو اس کے پاس اس غرض ہی کے لئے خاص طور پر رجوع کیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حاکم کا عادلانہ رویہ عوام پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عوام بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے سے رک جاتے ہیں اور حکام بھی عوام پر ظلم و زیادتی سے باز رہتے ہیں۔

(۲) دیانت داری اور امانت داری بھی ہر آدمی سے مطلوب ہے لیکن حاکم کی خیانت اور بددیانتی کے نتائج عام اور دور رس ہوتے ہیں اس لئے حکمرانوں کو خیانت سے سخت پرہیز کرنا چاہئے اور ان کے ذہن میں ہر وقت یہ بات ہونی چاہئے کہ سرکاری اشیاء دراصل پوری قوم کی امانت ہے اور ان کو صرف قومی مفاد ہی پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یہی مناصب اور ذمہ داریوں کی تقسیم کا معاملہ ہے کہ سرکاری اشیاء کو بے جا خرچ کرنا منصوبوں اور ذمہ داریوں کی تقسیم میں اہل اور نااہل کی خوب چھان بین اور خیال نہ کرنا بددیانتی اور خیانت ہے۔

(۳) عوام کے ساتھ نرمی کرنا اور ان کے سامنے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

(۴) عوام سے ملنے کے طریقے آسان بنانا۔

(۵) احساس فرض اور احساس منصب کا ہونا۔

(یعنی وقت کی پابندی اور اپنا کام صحیح طور پر کرنا) اوقات کار کو خوش گپیوں میں یا غیر ضروری کاموں میں نہ گزارنا جس کو اپنی ذمہ داری اور منصب کا احساس نہ ہو وہ خیانت اور بددیانتی میں مبتلا رہے گا۔

(۶) اپنی رعایا اور عوام کی جان، مال اور آبرو کو تحفظ دینا۔ رعایا اور حکام کی ذمہ داریوں کی تفصیل اور ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی ہدایات اور ارشادات کے لئے ”اسرار العروج“ کو پڑھ لیجئے۔

مہمان کے حقوق و آداب!

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے معزز مہمانوں کی صورت میں آئے اور سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور دل میں کہا کہ یہ لوگ تو اجنبی معلوم ہوتے ہیں پھر جلدی سے اپنے گھر جا کر ایک موٹا تازہ کچھڑ بھنوا کر مہمانوں کے لئے لائے اور ان کے سامنے رکھا۔ (سورۃ الذاریات: ۲۶ تا ۲۴)

نیز حضرت لوط علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے حسین لڑکوں کی صورت میں آئے تو قوم لوط نے ان فرشتوں کو لڑکے خیال کر کے ان کے ساتھ اہانت آمیز برتاؤ کرنا چاہا تو لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا:

﴿وَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ بِهِ اللَّهُ خَالِكُ الْأَرْضِ سَابِقُ الْغَيْثِ فَسَوْفَ لَا يَخْلُفُكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُونَ﴾

”یہ میرے مہمان ہیں تم (ان کے بارے میں) مجھے رسوا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو میری بے عزتی (اور مجھے ذلیل) نہ کرو۔“ (سورۃ الحج: ۶۸، ۶۹)

خلاصہ یہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کی جانب سے اپنی طاقت کے مطابق خوب مدافعت کی جو کچھ ان کے بس میں تھا وہ کر ڈالا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ)

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

مذکورہ بالا قرآن مجید کی دو حکایتوں اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں مہمان کے حقوق و آداب کا خلاصہ یہ ہے:

- (۱) مہمان اور میزبان میں کلام کی ابتداء باہمی سلام سے ہونی چاہئے۔
- (۲) مہمان کے آنے پر بشاشت اور خوشی کا اظہار کرنا اور خندہ پیشانی سے ملنا اور ایسے خوش اخلاقی سے پیش آنا کہ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ میں اس پر کوئی بوجھ بنا ہوا ہوں۔
- (۳) دل کھول کر مہمان کی خاطر مدارت کرنا اور اس کو راحت و آرام پہنچانے کی حتی الوسع کوشش کرنا اگر کوئی آپ کی مہمان نوازی نہ بھی کرے پھر بھی وہ شخص جب آپ کے پاس آئے تو آپ اس کی مہمان نوازی میں کوتاہی نہ کریں۔ (دیکھئے ترمذی، مشکوٰۃ: باب الضیافۃ)
- (۴) مہمان کے کھانے، پینے کا فوراً اہتمام کرنا اور یہ انتظام مہمانوں کو دکھا کر اور جتا کر نہ ہو بلکہ چپکے سے کریں کیونکہ اگر مہمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے لئے کوئی سامان کیا جا رہا ہے تو وہ شرم کی وجہ سے منع کریں گے۔ اگر کھانے، پینے کا وقت نہ ہو پھر بھی معلوم کریں شاید اس نے کھانا نہ کھایا ہو لیکن یہ معلوم کرنا ایسی خوش اسلوبی سے ہو کہ مہمان تکلف میں انکار نہ کرے۔

(۵) تین دن تک مہمان کا حق ہے اور تین دن کے بعد میزبان کی طرف سے صدقہ و خیرات ہے مہمانی میں
۱۔ مثلاً مہمان کے آتے ہی اس کی انسانی ضرورتوں جیسے رفع حاجت اور ہاتھ، منہ دھونے کا انتظام کرنا اور اس کو ان ضرورتوں کے پورا کرنے کی جگہ بتلانا۔

کم از کم پہلے دن اس کے لئے کھانے میں کسی درجہ کا تکلف کرنا چاہئے اور اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرنی چاہئے البتہ اگر آپ کی خدمت سے مہمان پر بوجھ پڑتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو بہر حال مہمان کی خوشی اور دلی راحت کو مقدم رکھے۔

(۶) مہمانوں کے کھانے پینے پر خوشی محسوس کریں تنگ دلی، کڑھن اور کوفت محسوس نہ کریں کیونکہ مہمان زحمت اور تاوان نہیں بلکہ رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۷) مہمان کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھیں اس کی عزت و آبرو کو اپنی عزت و آبرو سمجھیں اور اس کی عزت پر کوئی حملہ کرنا چاہے تو اس کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف چیلنج سمجھیں اور اپنی پوری طاقت سے اس کی مدافعت کریں۔

(۸) مہمانوں سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو جانا چاہئے تاکہ ان کو آرام کرنے یا دوسری ضروریات سے فارغ ہونے میں آپ رکاوٹ نہ بنیں اور بے تکلف اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔

(۹) گھر میں اندر جانے کے وقت مہمان پیچھے اور میزبان ۱ آگے ہوگا اور گھر سے باہر آتے وقت مہمان کو آگے کر دے اور میزبان ۲ پیچھے رہے اور مہمان کو رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ دروازہ کے باہر تک آئے اس سے مہمان کی عزت افزائی ۳ ہوگی اور دوسرے لوگوں کو کسی طرح کاشک کرنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ)

(۱۰) جب تک سب کھانے والے مہمان کھانے سے ہاتھ نہ اٹھائیں اس وقت تک میزبان اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ دسترخوان کو اٹھایا جائے یہاں تک کہ وہ سارے مہمان جو دسترخوان پر بیٹھے ہیں وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اور اگر مجبوراً اٹھنا پڑے تو چاہئے کہ عذر کر دے۔

(۱۱) مہمان کے لئے ایثار سے کام لیجئے خود تکلیف اٹھا کر اس کو آرام پہنچانے کی کوشش کریں۔
(مشکوٰۃ: باب الضیافتہ)

۱۔ تاکہ وہ گھریا مہمان خانے کا راستہ صاف کر دے اور پردے کا اہتمام کرے۔ ۲۔ تاکہ مہمان پر کسی قسم کا شک نہ ہونے پائے کیونکہ وہ آپ کے سامنے ہوگا۔ ۳۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ آدمی گھر کے دروازے تک مہمان کے ساتھ جائے۔

مطلب یہ ہے کہ تحفوں اور ہدیوں کے تبادلے سے باہمی بغض و عداوت کے جذبات اور قلبی

(۵) کھانے کی مجلس میں تواضع سے آنا چاہئے اور میزبان جہاں بٹھانا چاہے وہیں بیٹھنا چاہئے۔

(۷) کھانا کھا کر صاحب خانہ اور میزبان کے لئے دعا کرنی چاہیے۔

(۸) ہمیشہ دوسروں کا مہمان نہ بنیے بلکہ خود بھی کبھی کبھی لوگوں کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دیجئے۔

کسی کے یہاں کھانا کھا کر کھلانے والے کے لئے دعا کرنا!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

”اپنے بھائی کو (کھانا کھلانے کا) بدلہ دو کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کو کیا بدلہ دیا جاسکتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

”جب کسی بھائی کے گھر جائیں اور وہاں کھائیں پئیں تو پھر اس کے لئے خیر و برکت کی

دعا کریں بس یہی بندوں کی طرف سے بدلہ ہے۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

اس باب سے متعلق نبی کریم ﷺ کی چند مسنون دعائیں:

(١) (أَفْطَرْ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَآكَلَ طَعَامُكُمْ الْإِبْرَارُ وَصَلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ)

”اللہ تعالیٰ کے روزہ دار بندے تمہارے ہاں افطار کریں صالحین اور نیکو کار تمہارے ہاں کھانا

کھایا کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے خیر کیا کریں۔ (ابوداؤد)

(۲) (اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَارَزَقْتَهُمْ وَاعْفِرْ لَهُمْ وَاَرْحَمْهُمْ)

”اے اللہ! تو نے ان کو روزی کا جو سامان عطا فرمایا ہے اس میں ان کے لئے برکت دے اور ان کو اپنی

مغفرت و رحمت سے نواز دے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۳) اگر کوئی مختصر کہے تو یوں کہے کہ:

(اللَّهُمَّ اطْعِمْ مَنْ اطْعَمَنَا واسق مَنْ سَقَانَا)

”اے اللہ! کھلا دیجئے اس کو جس نے مجھے کھلایا اور پلائیے اس کو جس نے مجھے پلایا۔“
عربی میں دعا ضروری نہیں اپنی ہی زبان میں ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کیجئے البتہ مسنون دعائیں بہتر ہیں کہ یاد ہوں۔

غیر مسلموں کے حقوق و آداب!

دین اسلام میں عام انسانی برادری اور غیر مسلموں کے حقوق بھی مقرر ہیں جن کا پورا کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

(۱) ان کو خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ دین اسلام سے خبردار کریں اور ان کو دین حق (یعنی دین اسلام) کی تبلیغ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

”تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے واسطے نکالا گیا ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔“ (آل عمران: ۱۱۰)

(۲) ان سے اچھائی سے پیش آنا اور بغیر کسی وجہ شرعی کے ان میں سے کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرنا اللہ تعالیٰ تورات کے بعض احکام کو دوہرا کر فرماتے ہیں کہ:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ ”اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔“ (بقرہ: ۸۳)

(۳) حالت جنگ میں جو کفار مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں ان کو قتل کیا جائے گا لیکن ان کے علاوہ دوسرے غیر مسلموں اسی طرح عورتوں اور بچوں کو مارنے کی اجازت نہیں ان کو اگر کسی مصیبت، فاقہ یا مرض میں مبتلا دیکھیں تو ان کی مدد کرنی چاہئے، ان کو کھانا کھلانا چاہئے، ان کا علاج معالجہ کرنا چاہئے۔ غرض یہ کہ اگر وہ لڑنے والا کافر نہیں تو اس سے نیکی سے پیش آنا چاہئے اور جس مصیبت میں وہ گرفتار ہیں ان کو اس سے چھڑانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت انس ؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو اللہ تعالیٰ کی عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اس شخص پر اللہ رحم نہیں کرے گا جو انسانوں پر رحم نہ کھائے گا۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۴) جس صورت میں شریعت مطہرہ نے سزا کی اجازت دی ہے اس میں بھی حد سے تجاوز کر کے ظلم نہ کریں اور ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کریں دین اسلام میں کسی دشمن کے ساتھ بھی نا انصافی کی کوئی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝۵﴾

”کسی قوم (اور گروہ) کی دشمنی تم کو اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو بلکہ انصاف کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس سے جو کچھ تم کرتے ہو۔“ (مائدہ: ۸)

عام غیر مسلموں کے ساتھ رویہ!

(۱) ان کے کفر پر عدم رضا کا اظہار کیا جائے۔

(۲) مسلمانوں کے خلاف ان کے ساتھ رازداری کا معاملہ بالکل نہ رکھیں اور نہ ان کو مسلمانوں کی کوئی راز کی بات بتلائیں اور نہ مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی مدد اور حمایت کریں اس کے علاوہ ان کو ہدیہ بھی دیا جاسکتا ہے ان سے ہدیہ لینا اور ان کے ساتھ لین دین اور کاروبار بھی درست ہے، ان کی دعوت قبول کر لینی بھی درست ہے، ان کو کھانا کھلانا بھی صحیح ہے، ان کی عیادت اور بیمار پرسی بھی کی جاسکتی ہے، ان کے ساتھ تعاون بھی درست ہے لیکن ان کے ساتھ ایسا تعاون جائز نہیں جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو نقصان ہو۔

(۳) جب کافر چھینک مار کر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو اس کو ان الفاظ میں جواب دینا چاہئے ”يَهْدِيْكُمْ اللّٰهُ وَيُصْلِحْۢ بِالْكُفْرِ“ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دیں اور تمہارے اعمال و احوال درست فرمائے۔

(۴) غیر مسلم کے ساتھ ملاقات ہو جائے تو اس کو خوش آمدید اور مرحبا جیسے الفاظ کہہ کر ملنا چاہئے اگر وہ سلام

کرے تو جواب میں علیکم کہہ دینا چاہئے اور اس کے متصل خوش آمدید جیسے الفاظ ملائے جائیں تاکہ وہ برا محسوس نہ کرے۔

ذمیوں کے حقوق و آداب!

اسلامی حکومت کے غیر مسلم باشندوں کو ذمی کہا جاتا ہے۔

(۱) عقد ذمہ کے بعد امام اور کسی مسلمان کو یہ حق باقی نہیں رہتا کہ وہ ان کی املاک پر قبضہ کریں بلکہ ان کے مال و جان کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

(۲) حکومت اسلامیہ میں مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر وصول کیا جاتا ہے جبکہ غیر مسلم باشندوں سے جزیہ (یعنی ٹیکس) وصول کیا جاتا ہے لیکن ٹیکس بھی تندرست کمانے والوں پر لگایا جائے گا لیکن جو لوگ عرفاً و عادتاً لڑنے اور کمانے والے نہیں ان پر جزیہ نہیں جیسے عورتیں، بچے، دیوانے، اندھے، اپانچ اور معذور لوگ یا سخت بوڑھے اور ایسے بیمار جن کی بیماری سال کے اکثر حصے پر حاوی ہو، اس طرح کے تمام لوگ جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳) ذمی کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف پہنچانا، اس کو گالی دینا، مارنا، پیٹنا اس کو قتل کرنا، اس کی غیبت کرنا وغیرہ سب کچھ اسی طرح ناجائز ہیں جس طرح کہ مسلمان کے حق میں ناجائز ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو شخص عہد والے کو قتل کرے گا وہ جنت کی بو نہیں پائے گا اور جنت کی بو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔“ (بخاری، مشکوٰۃ)

عہد والا اس کافر کو کہا جاتا ہے جس نے امام وقت (سربراہ مملکت اسلامی) سے جنگ و جدل نہ کرنے کا عہد کر لیا ہو خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔ (مظاہر حق)

(۴) جب تک ذمی از خود عقد ذمہ نہ توڑ دے اس وقت تک وہ عہد ذمہ پر قائم سمجھا جائے گا۔

ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے مثلاً مسلمان کو قتل کیا یا زنا کیا وغیرہ ان جرائم سے اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا البتہ اس کو ان جرائم کی سزا قانون اسلام کے مطابق دی جائے گی خواہ وہ سزائے موت

کیوں نہ ہو لیکن عقد ذمہ اس سے نہیں ٹوٹتا البتہ دو صورتیں ایسی ہیں جن میں عقد ذمہ باقی نہیں رہتا: ایک یہ کہ وہ دارِ اسلام سے نکل کر دشمنانِ اسلام سے جا ملے۔ دوسری یہ کہ حکومتِ اسلامیہ کے خلاف اعلانیہ بغاوت کر کے فتنہ و فساد برپا کر دے۔

(۵) ذمی لوگوں کے وہ انفرادی اعمال اور عبادات کے نزاعی ڈھنگ جو اسلام میں ممنوع ہیں وہ ان اعمال اور عبادات کو اپنی بستیوں میں آزادی سے کر سکتے ہیں اور جو انفرادی اعمال ان کے مذہب میں بھی ممنوع ہیں ان سے انہیں بہر حال منع کیا جائے گا۔

جانوروں کے حقوق و آداب!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”(اللہ تعالیٰ کی) مخلوق پر رحم کرنے والوں پر رحم کی رحمت نازل ہوتی ہے لہذا تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔“ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

”زمین والوں“ میں سارے جاندار داخل ہیں خواہ جانور ہوں یا انسان۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک گدھے پر پڑی جس کے چہرے پر داغ دے کر نشان بنایا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَعَنَ اللَّهُ الَّذِي وَسَمَهُ)

”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جس نے اس کو داغ دیا ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

جو لوگ گھوڑوں گدھوں جیسے جانوروں کی پہچان کے لئے ان کے گھر پر گرم لوہے سے داغ دے کر ان پر نشان بنا دیتے ہیں ان کی یہ ظالمانہ اور سنگدلانہ حرکت ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے والی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ایک ظالم عورت نے ایک بلی کو (ظالمانہ طریقے سے) مار ڈالا تو اس کے جرم میں عذاب دیا گیا۔ اس نے اس بلی کو بند کر لیا پھر نہ تو خود اسے کچھ کھانے کو دیا اور نہ اسے آزاد کیا کہ وہ خود حشرات الارض سے اپنا پیٹ بھر لیتی (اسی طرح اسے بھوکا تڑپا تڑپا کر مار ڈالا اس کی سزا میں وہ عورت عذاب میں ڈالی گئی

(ہے)۔ (بخاری، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

”نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اگر کوئی شخص کسی چڑیا یا اس سے چھوٹے بڑے کسی اور جانور اور پرندے کو ناحق مار ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس (ناحق مارنے) کے بارے میں باز پرس کرے گا آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ذبح کیا جائے اور کھایا جائے یہ نہیں کہ اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے۔“ (احمد و نسائی و دارمی و مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو ایک دوسرے پر بھڑکانے (یعنی ایک دوسرے کے خلاف لڑانے) سے بھی منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ترمذی و ترمذی)

حیوانات کے حقوق و آداب کا خلاصہ!

(۱) عادۃً موذی حیوانات کا مارنا ہر حال میں جائز ہے جیسے سانپ، چوہا، بچھو، بھڑ، جوں، کھٹل لیکن ان چیزوں کے مارنے بھی نرمی اور احسان کا معاملہ کرنا چاہئے مثلاً ان کو آگ میں جلانے یا تڑپا تڑپا کر مارنے سے گریز کیا جائے البتہ اگر مجبوری ہو کہ بغیر اس کے دفع نہ ہوں مثلاً چارپائی پر کھولتا ہوا پانی ڈال دینا کہ کھٹل مرجائیں تو اس طرح کرنا بوقت ضرورت درست ہے۔

(۲) جو حیوانات عادۃً موذی نہیں ہیں تو جب تک وہ ضرر نہ پہنچائیں ان کا مارنا جائز نہیں جیسے چیونٹی اگر اس نے کانٹے میں پہل نہیں کی ہے تو بلا وجہ اس کا مارنا درست نہیں اسی طرح بلی جب تک نقصان نہ پہنچائے اس کو بلا وجہ مارنا جائز نہیں۔

(۳) جانوروں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کریں ان کے بارے میں بے رحمی کے برتاؤ سے پرہیز کریں مثلاً پرندوں کے انڈوں کو ان کے مخصوص ایام میں گھونسلوں سے نہ نکالیں اور ان کی ٹانگیں باندھ کر لٹکانیں جیسا کہ بعض لوگ پرندوں اور مرغیوں کی ٹانگیں باندھ دیتے ہیں اور پھر ان کی ٹانگوں کو پکڑ کر لٹکاتے ہوئے

بازار سے لاتے ہیں، نیز ان کو کھانے، پینے کی تنگی نہ دیں اگر کسی جانور کو بھوکا، پیاسا دیکھیں تو اس کو پانی اور خوراک پہنچائیں بالخصوص وہ جانور جو آپ کے گھر میں ہیں ان کی خورد و نوش، ان کی راحت اور صحت کا خوب خیال رکھیں۔

(۴) اگر کسی جانور کو ذبح کرنا ہے یا بوجہ موذی ہونے کے قتل کرنا ہے تو تیز اوزار سے جلدی جلدی اس کا کام تمام کر دیں ترسا، ترسا کر نہ ماریں اور نہ پیسا رکھ کر اس کی جان لیں اور نہ اس کو شدید ضرورت کے بغیر جلانیں اور نہ اس کا مثلہ کریں اور نہ اس کو بلا وجہ قید کریں البتہ اگر اس لئے بند کیا ہے کہ اس سے شکار کرائے جیسے شاہین یا تتر وغیرہ کو قید کر دیا یا فروخت کرنے کے لئے پنجرے میں رکھ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسی صورت میں اس کے دانے، پانی اور راحت کا خوب خیال رکھیں۔

(۵) کسی جانور کو باندھ کر مارنے کے لئے نشانہ بنانا اسلام میں سخت ممنوع ہے اسی طرح جو جانور ناقابل انتفاع ہو جس کا نہ گوشت کھایا جاسکتا ہے اور نہ اس کی کھال سے کوئی خاص فائدہ ہو اور نہ وہ موذی ہو تو اس کو محض مشغلہ اور تفریح کے طور پر مارنا یا شکار کرنا ناجائز ہے۔

(۶) حیوانات کو لڑانا جیسے کبوتر بازی، مرغ بازی، بیڑ بازی یا کتوں کو لڑانا درست نہیں اور ان چیزوں پر بازی لگا کر ان کو لڑانا جو اور سخت حرام ہے۔ اگر بازی نہ بھی لگائے تو بوجہ ایذائے جاندار شریعتِ مطہرہ میں یہ کام ناجائز اور ممنوع ہے۔

(۷) جو جانور جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے وہی کام لینا چاہئے اور ان سے صرف اس قدر کام لیا جائے کہ جتنی ان میں طاقت ہو ان کو حد سے زیادہ نہ ماریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

”ایک شخص بیل پر سوار ہو کر جارہا تھا بیل نے مڑ کر کہا کہ میں اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں: بلکہ میں تو صرف کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔“ (بخاری: ابواب الحراث والمزارع)

(۸) جانوروں کو منہ پر مارنا یا ان کے منہ پر داغ دینا شریعتِ مطہرہ میں ممنوع ہے۔

تجارت اور کاروبار کے آداب!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾

”اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال و پاکیزہ ہیں۔“ (بقرہ: ۱۶۸)

نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد کاروبار کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ

كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”پس جب نماز جمعہ ادا ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی حلال رزق) تلاش کرو اور

(کاروبار کے وقت بھی) اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“ (سورہ جمعہ: ۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ)

”حلال روزی کمانا فرض کی ادائیگی کے بعد فرض ہے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ جو اسلام کے اولین اور بنیادی فرائض ہیں

پہلا درجہ تو ان فرائض کا ہے دوسرے درجہ میں ان کے بعد حلال روزی کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی

فریضہ ہے۔

حرام کمائی سے بچو!

قرآن وحدیث میں جس طرح حلال کھانے اور حلال کمائی کی ترغیب دی گئی ہے اس سے زیادہ

حرام کمائی، حرام کھانے اور حرام کے استعمال سے پرہیز کی تاکید بھی فرمائی ہے جیسا کہ اس کی پوری تفصیل

بیچ و شراء اور سود میں گزر چکی ہے (حضرت مفتی صاحب کی کتاب ”جواہر اسلام“ میں تفصیل موجود ہے)

یہاں صرف اس باب کی مناسبت سے قرآن مجید اور احادیث شریف سے اختصار کے ساتھ ایک آیت

کریمہ اور دو حدیثوں کو نقل کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق نہ کھاؤ۔“ (سورہ نساء: ۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اُس کے جسم پر ہوگا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی (یہ بیان کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) پھر اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دیں اور بولے۔

”بہرے ہو جائیں میرے یہ دونوں کان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات فرماتے نہ سنا ہو (یعنی میں نے جو یہ کہا تو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے اپنے ان کانوں سے سنا ہے)۔“ (احمد، بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو گوشت حرام مال سے نشوونما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔“ (احمد، دارمی، بیہقی، مشکوٰۃ)

کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ بنو!

کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے احکامات سے غافل نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ جَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

”اے ایمان والو! تمہارے اموال اور تمہاری اولاد (تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ (سورہ المنافقون: ۹)

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَجُلٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ﴾

”وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے، نماز کی اقامت سے اور زکوٰۃ کی

ادائیگی سے غافل نہیں کرتی۔“ (سورہ نور: ۳۷)

کاروبار کے آداب کا خلاصہ!

کاروبار کے آداب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) دلچسپی اور محنت سے کاروبار کیجئے اور اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں سے کمائیے اور کسی پر بوجھ نہ بنیئے۔
(۲) وقت کی پابندی کریں بروقت کام پر پہنچنے کی کوشش کریں اگر اپنا کاروبار ہے پھر بھی نماز فجر کے بعد کچھ ذکر اور اشراق پڑھ کر کام پر جلدی جانے کی کوشش کریں حضرت صخر الغامدی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یا اللہ میری امت کے لئے اس کے صبح سویرے (جانے) میں برکت نصیب فرما۔“
(ترمذی: ابواب البیوع)

(۳) اسلام نے ہر روزی کمانے والے کو پابند کیا ہے کہ وہ تجارت، کھیتی باڑی، ملازمت کے اوقات میں اگر نماز کا وقت آجائے تو ہر قسم کا کام بند کر کے بروقت نماز ادا کرے اور اس کے علاوہ جس قدر ہو سکے اپنی زبان کو ذکر الہی سے تر رکھے اور کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔
(۴) کاروبار میں نرمی اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں خریداروں اور مزدوروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کیجئے اور ملازمین کے حقوق فیاضی اور ایثار کے ساتھ ادا کریں۔ حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں اور خریدنے میں اور تقاضہ کرنے میں نرمی کرتا ہے۔“ (بخاری، مشکوٰۃ)

(۵) کاروبار میں زیادہ قسمیں نہ کھائیں اور جھوٹی قسم سے سخت پرہیز کریں حضرت ابوققادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ قسمیں کھانا (پہلے تو) کاروبار کو رواج دیتا ہے مگر پھر برکت کو مٹا دیتا ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)
حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام کرے گا اور نہ (رحمت کی نظر سے) ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

(۶) کاروبار میں اپنے عہد و پیمان اور وعدوں کا خوب لحاظ رکھیں اور جو رقم آپ کے ذمہ ہے اس کو بروقت ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ ہمیشہ سچائی اور امانت داری کے ساتھ کاروبار کریں، جھوٹ، خیانت اور دھوکہ سے قطعی پرہیز کریں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”سچا امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔“ (ترمذی، داری، مشکوٰۃ)

(۷) کاروبار اور تجارتی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرتے رہئے وہ یہ کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر فقراء اور مساکین پر صدقہ و خیرات کیا کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر تاجروں کو خطاب فرمایا:

”اے تاجرو! تجارت میں اکثر بے فائدہ اور لغو باتیں اور (کبھی کبھی) قسم کھانے کی صورتیں پیش آتی ہیں اس لئے تم تجارت کو صدقہ و خیرات کے ساتھ ملائے رکھو۔“ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

(ج) جس شخص کے ذمہ ادھار ہے اس کو چاہئے کہ اس ادھار کی دستاویز خود لکھے اگر خود نہیں لکھ سکتا تو کسی

کاتب سے لکھوائے تاکہ یہ اس کی طرف سے اقرار نامہ ہو جائے۔
(د) دستاویز کی تحریر ہی کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر گواہ بھی بنالیں تاکہ اگر کسی وقت باہمی نزاع پیش آجائے تو عدالت میں ان گواہوں کی گواہی سے فیصلہ ہو سکے۔
(اللہ تعالیٰ نے اس لکھنے کے سلسلہ میں جو ہدایات اپنے بندوں کو دی ہیں ان کی پوری تفصیل سورہ بقرہ: ۲۸۲ تا ۲۸۳ میں موجود ہے۔)

خریداروں کے حقوق و آداب!

(۱) خریدنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ناپ تول ٹھیک ٹھیک کیا کریں بلکہ جھکتا ہوا ناپ تول کیا کریں خلاصہ یہ کہ خریدار کو اس کا حق پورا پورا دیا کریں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ أَوْوَزُوا لَهُمْ

يُخْسِرُونَ ۝﴾

”بتباہی (اور ہلاکت) ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورالیں اور جب ان کو ناپ کے یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔“ (سورۃ التطفیف: ۳۱)

(۲) خریدار کو جو چیز بتلائیں وہی چیز دیں اس میں تغیر اور اس کی جگہ دوسری چیز دینے سے پرہیز کریں نیز ایسی ملاوٹ سے بھی اجتناب کریں جس کی وجہ سے خریدار دھوکہ میں پڑ جائے مثلاً اچھا اور عمدہ مال اوپر رکھ دیا اور اس کے نیچے گھٹیا مال رکھ دیا یا مثلاً دودھ میں پانی ملا دیا یا عمدہ گھی میں گھٹیا گھی ملا دیا البتہ اگر ملاوٹ ایسی ہو جو خریدار کے سامنے ہو مثلاً کچھ بڑے اخروٹ اور کچھ چھوٹے اخروٹ ایک ساتھ مل گئے ہوں اور خریدار ان کو دیکھ رہا ہے تو ایسی ملی ہوئی چیز جو خریدار پر بالکل واضح ہو اس میں مضائقہ نہیں اگر اس قدر واضح نہ ہو تو پھر یہ خریدار کو دھوکہ دینا اور خیانت ہے اسی طرح دھوکہ اور ملاوٹ سے کمایا ہوا مال حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروخت ہونے والے مال کے تمام عیوب کو خریدار پر واضح کر دیا کریں۔ ایک باری کریم ﷺ غلے کے ایک ڈھیر پر سے گزرے اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈھیر میں اندر کیا تو انگلیوں میں کچھ تری

محسوس کی آپ ﷺ نے غلے والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ دوکاندار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ اس ڈھیر پر بارش ہو گئی تھی آپ ﷺ نے فرمایا پھر بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے بلاشبہ جو شخص دھوکہ دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ”جو شخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ وہ اس عیب پر خریدار کو مطلع نہ کرے تو وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہتا ہے یا (آپ ﷺ نے) یہ فرمایا کہ اس پرفرشتے ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

(۳) قیمتیں چڑھنے کے انتظار میں ضروری اشیاء جیسا کہ کھانے، پینے کی چیزیں روک کر ذخیرہ اندوزی نہ کریں خصوصاً جبکہ عوام کو اس کی ضرورت ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: (مَنْ اِحتَكَرَ فَهُوَ خَاطِیٌ) ”جو شخص ذخیرہ اندوزی کرے وہ گنہگار ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عمر فاروق ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (الْجَالِبُ مَرْدُوقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ)

”جالب (یعنی تاجر جو باہر سے شہر میں غلہ لا کر موجودہ رائج نرخ پر فروخت کرنے والا) کو رزق دیا جاتا ہے اور احتکار کرنے والا (یعنی گراں فروشی کی نیت سے ذخیرہ اندوزی کرنے والا) ملعون ہے۔“ (ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ)

(۴) ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ زیادہ منافع نہ لے اگرچہ خریدار اپنی مجبوری کی وجہ سے زیادہ دینے پر رضا مند ہی کیوں نہ ہو۔

بیچنے والے کے حقوق و آداب!

خریدار کے ذمہ بیچنے والے کے حقوق اور اس کے آداب یہ ہیں:

(۱) حسن ادائیگی (یعنی کھوٹے اور جعلی سکے سے احتراز کرے)۔

(۲) اگر معاملہ ادھار پر ہو چکا ہے تو اپنے وقت پر ادا کرنے کی پوری کوشش کرے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(فَإِنْ خَيْرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)

”پس تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ)

”صاحب استطاعت کا (ادا یگی قرض میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(يُغْفَرُ لِشَهِيدٍ كُلِّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ)

”شہید ہونے والے کے تمام گناہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کی قربانی کی وجہ سے) معاف کر دیئے

جاتے ہیں بجز قرض کے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۳) بیچنے والے کے وقت کو ضائع نہ کریں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو دام بتلائے آپ دے دیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ دوکاندار کے وقت کو ضائع نہ کریں مثلاً ایک چیز لینی ہے اور دوکاندار بیچارے کی دکان کا تمام سامان نیچے اتر والیا کوئی چیز لینی نہیں ہے مگر اس کی قیمت ایسے انداز میں پوچھ رہے ہو کہ گویا آپ ہی اس کے خریدار ہو۔

خریدار اور بیچنے والے کے مشترک حقوق و آداب!

(۱) ایفاء عہد خریدار اور بیچنے والے دونوں میں باہم مشترک حق ہے ایفاء عہد اگرچہ ہر معاملہ میں ضروری ہے لیکن چونکہ خرید و فروخت میں اس کے مواقع بہت کثرت سے آتے ہیں مثلاً مال بیچنا اور قوم کی ادا یگی میں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں اس لئے اس کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا۔

(۲) اقالہ۔ اقالہ کا مطلب ہے (سودا) مکمل ہو جانے کے بعد بیع کو واپس اور فسخ کر دینا۔

۱۔ قرض کی پوری تفصیل قرض کے بیان باب البیوع میں گزر چکی ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو شخصوں کے درمیان کسی چیز کا سودا ہو جاتا ہے اور فریقین سے لین دین ہو کر بات بالکل ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد خریدار یا بیچنے والا پشیمان ہوتا ہے اور اس معاملہ کو فسخ کرنا چاہتا ہے اگرچہ قانون شریعت کی رو سے دوسرا فریق مجبور نہیں ہے کہ وہ اس کے لئے راضی ہو لیکن نبی کریم ﷺ نے اس عمل کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”جو بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ اقالہ کرے (یعنی اس کی بیچی یا خریدی ہوئی چیز کی واپسی پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے گناہ بخش دے گا)۔“ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

(۳) کسی کے معاملہ میں بے جا مداخلت نہ کریں مثلاً ایک شخص کوئی چیز خرید رہا ہے اور وہ بیچنے والے کے ساتھ اس معاملے میں بات چیت میں مصروف ہے تو کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ درمیان میں آئے کہ یہ چیز مجھے دیجئے میں خریدوں گا اور نہ اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خریدار سے یہ کہے کہ آؤ یہی چیز مجھ سے لے لو میں اس سے کم قیمت پر دوں گا اس طرح مداخلت سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

ملاقات کا بیان!

اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اسلامی رشتے کی بنیاد پر دوستوں کی ملاقات کے لئے جانا ثواب کا کام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی مسلمان بھائی اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے یا اس کی ملاقات کی خاطر اس کے ہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (خود یا فرشتوں کی زبانی) فرماتا ہے تم اچھے، تمہارا آنا بھی اچھا اور تو نے اپنے لئے جنت میں ایک مکان (اور ٹھکانہ) بنا لیا۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

اسلام نے ملاقات کے جو آداب بتلائے وہ یہ ہیں:

ملاقات کے آداب!

- (۱) مسلمان بھائی کے سامنے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور مسرت کا اظہار کرنا اگرچہ اجنبی اور نا آشنا ہو۔
- (۲) مسلمان بھائی پر سلام کرنا خواہ جاننے والا ہو یا نہ جاننے والا اور سلام میں پہل کی کوشش کرنا۔ اگر وہ

پہل کرے تو اس کا جواب بہتر طریقے پر دینا مثلاً اگر وہ السلام علیکم کہے تو آپ ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ“ کہیں اگر وہ سلام میں ”رحمۃ اللہ“ بڑھادے تو آپ ”رحمۃ اللہ“ کے ساتھ ”وبرکاتہ“ بھی بڑھادیں یعنی ”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہہ دیں۔

(۳) نئی ملاقات میں مصافحہ کرنا بہتر ہے اور معافقہ (یعنی گلے ملنا) بھی جائز ہے لیکن معافقہ اس وقت جائز ہے جبکہ شہوت کا خطرہ نہ ہو اور ہو بھی سادگی کے ساتھ (یعنی جب کوئی سفر سے آیا یا ایک عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی۔) اگر شہوت کا خطرہ ہو تو معافقہ بہر حال ناجائز ہے اور چاہئے کہ جہاں شہوت کا خطرہ نہ بھی ہو پھر بھی ہر روز گلے ملنے سے احتراز کیا جائے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور (آپس میں ایک دوسرے سے) مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ ”جب دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں تو ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ایوب بن بشیر بنو عذرہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ جب آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ہمیشہ مصافحہ کیا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گھر سے بلوایا اس وقت میں گھر میں موجود نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے اطلاع دی گئی چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے آپ (اس سے اٹھ کر) مجھ سے لپٹ گئے اور گلے لگایا اور آپ کا یہ معافقہ بہت خوب اور بہت ہی خوب تھا (یعنی بڑا لذت بخش اور بہت ہی مبارک تھا)۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۴) کسی کے گھر میں جا کر اس سے ملاقات کرنی ہو تو گھر میں جانے سے پہلے صاحب خانہ سے اجازت لینی چاہئے۔

اجازت حاصل کرنے کا بیان اور اس کا طریقہ!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ أَيْسَرُ عَلَيْكُمْ جُنَاحُ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝﴾

”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوو جب تک گھر والوں سے اجازت حاصل نہ کر لو اور گھر والوں کو سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو پھر اگر وہاں کسی آدمی کو نہ پاؤ تو گھر کے اندر نہ جاؤ جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اور اگر (گھر میں کوئی ہو اور) تم سے کہا جائے (کہ اب اس وقت موقع نہیں) تو لوٹ جاؤ (خوشی سے بلا تامل) لوٹ آؤ یہ تمہارے لئے (بہتر اور) زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو (خوب) جانتا ہے تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں (بلا اجازت) داخل ہو جن میں کوئی نہ رہتا ہو۔ ان میں تمہارے (فائدے کی کوئی چیز اور) سامان ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔“ (سورہ نور: ۲۷ تا ۲۹)

مذکورہ بالا آیتوں سے چند باتیں معلوم ہونیں:

(۱) کسی کے رہائشی مکان جس میں اس کے بیوی، بچے رہتے ہوں اس میں داخل ہونے سے قبل صاحب خانہ جو اجازت دینے کا اہل ہو اس سے اجازت لینا ضروری ہے یوں ہی بلا اجازت دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں نہ گھس جائے۔

(۲) گھر والوں کو سلام کریں۔ نبی کریم ﷺ نے اجازت اور سلام کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو کر کہے ”السلام علیکم“ کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ (ابوداؤد)

اور بہتر یہ ہے کہ اجازت لینے والا خود اپنا نام لے کر اجازت طلب کرے مثلاً یوں کہے ”السلام علیکم

میں فلاں اندر آ سکتا ہوں، یا سلام کے بعد یوں کہہ دے کہ ”میں فلاں ہوں کیا اندر آ سکتا ہوں۔“ اگر کوئی جواب ملے تو فہما اور اگر جواب نہ ملے تو تین بار تک سلام کر کے واپس لوٹ آئے۔ (بخاری، مسلم)

(۳) اگر آپ نے پہلے نام نہ بتایا اور صاحب خانہ نے پوچھا کہ کون ہیں؟ تو اس کے جواب میں صرف اتنا نہ کہیں کہ ”میں“ بلکہ اپنا نام بتائیے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۴) اگر گھر بڑا ہے اور اندر آواز نہیں پہنچتی اگر گھنٹی ہو تو گھنٹی دے ورنہ دروازہ کھٹکھٹائے اور جب اندر سے جواب آئے تو سلام کہہ کر اجازت طلب کریں۔

(۵) اگر کسی شخص نے اجازت طلب کر لی اور صاحب خانہ نے جواب میں کہہ دیا کہ اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی تو اس سے برانہ ماننا چاہئے کیونکہ بعض اوقات کوئی مجبور ہوتا ہے وہ باہر نہیں آ سکتا نہ وہ اندر بلانا مناسب سمجھتا ہے تو ایسی حالت میں اس کے عذر کو قبول کرنا چاہئے۔

(۵) ایک طرف تو اجازت مانگنے والے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر صاحب خانہ کی طرف سے اجازت نہ ملے تو اس کو معذور سمجھ کر خوشدلی کے ساتھ واپس ہونا چاہئے لیکن دوسری طرف صاحب خانہ کو بھی یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ بلا کسی شدید مجبوری اور عذر کے ملاقات سے انکار نہ کرے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

(اِنَّ لِّزَوَارِكِ عَلَیْكَ حَقًّا) ”جو شخص آپ سے ملاقات کے لئے آیا اس کا بھی آپ پر حق ہے (کہ بلا کسی شدید مجبوری کے ملاقات سے انکار نہ کرو)۔“

(۶) کسی عالم یا بزرگ کے دروازہ پر دستک دیئے بغیر ان کے انتظار میں بیٹھنا بہتر ہے تاکہ وہ اپنی فرصت کے مطابق باہر آئیں تو ملاقات ہو جائے گی قرآن کریم نے لوگوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں ہوں تو وہ آواز دے کر بلانے کی بجائے انتظار کریں اور جس وقت آپ ﷺ اپنی ضرورت کے مطابق باہر تشریف لائیں اس وقت ملاقات کریں۔

(۷) غیر رہائشی مکانات جن میں آدمی کے بیوی، بچے نہ رہتے ہوں اور نہ وہ ان میں اکیلے رہتے ہوں بلکہ وہ عام ضرورت کے مکانات ہوں مثلاً دکانیں، سرائے، ہوٹل، سرراہ نشست گاہیں، مساجد تمام رفاع عام

اداروں میں ہر شخص بلا اجازت جاسکتا ہے البتہ رفاع عام اداروں میں جس مقام پر اس کے مالکان یا متولیان کی طرف سے داخلہ کے لئے کچھ شرائط اور پابندیاں ہوں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے مثلاً ریلوے اسٹیشن پر اگر بغیر ٹکٹ پلیٹ فارم کے جانے کی اجازت نہیں تو پلیٹ فارم سے ٹکٹ حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح مساجد، مدارس، ہسپتالوں اور ہوٹلوں میں جو کمرے وہاں کے منتظمین یا دوسرے لوگوں کی رہائش کے لئے مخصوص ہوں تو ان میں بھی بغیر اجازت جانا شرعاً درست نہیں۔

(۸) کسی کے مکان پر ملاقات کے لئے جائیں اور اجازت حاصل کرنے کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کر گھر کی اندرونی حالت آپ پر ظاہر نہ ہو اور آپ کی حالت اہل خانہ پر ظاہر نہ ہو۔ اگر پہلے ہی گھر میں جھانک کر دیکھ لیا جائے تو اجازت کی مصلحت فوت ہو جائے گی۔ دوسرے کے گھر میں جھانکنے سے نبی کریم ﷺ نے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، مسلم: کتاب الادب)

(۹) جب کسی کے یہاں ملاقات کے لئے جائیں تو اس کی مصروفیات اور آرام کا لحاظ رکھیں۔

(۱۰) اگر کسی جگہ عام اجازت ہو مثلاً مہمان خانہ ہو یا اور کوئی ایسی جگہ ہو جہاں لوگ باہم مل کر بیٹھ جاتے ہوں جہاں آپ کے دوست اکٹھے ہوتے ہیں تو ایسی جگہوں میں کھانس کر اندر جانے میں مضائقہ نہیں۔

(۱۱) جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو اس میں داخل ہونے کے لئے اگرچہ اجازت لینی واجب نہیں مگر مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہاں بھی اچانک بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائیں بلکہ داخل ہونے سے پہلے اپنے پاؤں کی آہٹ سے یا کھنکار کسی طرح سے پہلے باخبر کر دیں پھر داخل ہو جایا کریں۔

(۱۲) اگر گھر میں اپنی ماں اور بہن یا دوسری محرم عورتوں کے پاس جائیں تو بھی اجازت لینی چاہئے۔ (مؤطا امام مالک)

سلام کا بیان!

”السلام علیکم“ تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ طریقہ ہے، یہ بہترین اور نہایت جامع دعائیہ کلمہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہر طرح کی سلامتی نصیب فرمائے۔ انسان کو جو بہتر سے بہتر دعادی جاسکتی ہے وہ اس کے لئے سلامتی کی دعا ہے کہ یہ جان، مال، ایمان و اعمال، آل و اولاد دنیا و آخرت کی ہر قسم

کی سلامتی کو مشتمل ہے۔ یہ اپنے چھوٹوں کے لئے شفقت اور پیار و محبت کا کلمہ ہے اور بڑوں کے لئے اس میں اکرام و احترام بھی ہے۔ اگر ملنے والے پہلے سے ایک دوسرے کو جاننے والے ہیں اور ان میں محبت و اخوت کا تعلق ہے تو اس کلمہ میں اس تعلق پورا اظہار ہے۔ اگر پہلے سے کوئی جان پہچان نہیں ہے تو یہ کلمہ ہی تعلق کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کلمہ کے ذریعے دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف سے اطمینان دلاتے ہیں کہ میں تمہارا خیر اندیش اور دعا گو ہوں میرے اور تمہارے درمیان ایک روحانی رشتہ اور تعلق ہے۔ بہر حال ملاقات کے وقت ”السلام علیکم“ اور ”وعلیکم السلام“ اللہ تعالیٰ کا حکم اور نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے اور اس کے بڑے فضائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾

”اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تو ان سے کہئے
”السلام علیکم“۔ (سورہ انعام: ۵۴)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے بالواسطہ امت مسلمہ کو یہ اصولی ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمان جب بھی مسلمان سے ملے تو وہ ایک دوسرے کے لئے سلامتی و عافیت کی دعا ”السلام علیکم“ ”وعلیکم السلام“ کہہ کر کیا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ کے بندو (رحمن کی بندگی کرو اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو خوب پھیلاؤ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے سلامتی کے ساتھ۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا سلام (یعنی اہل اسلام) کی کون سی خصلت زیادہ اچھی اور بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کھانا کھانا اور ہر شناسا و ناشناسا کو سلام کرنا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت!

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک شخص

وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد: باب من بدأ بالسلام، حدیث نمبر: ۵۱۹۹)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلام میں پہل کرنے والا
تکبر سے بری ہے۔ (مشکوٰۃ)

سلام کے ثواب میں باعث اضافہ بننے والے الفاظ!

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
اس نے کہا۔ ”السلام علیکم“ آپ ﷺ نے جواب دیا پھر وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد
فرمایا ”دس“ (یعنی اس بندے کے لئے اس کے سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک اور شخص آیا اور
اس نے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا
”بیس“ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور کہا ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب
دیا اور وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیس“ (یعنی اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں ہیں)۔“
(ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

گھر والوں کو بھی سلام کرو!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹا! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو
سلام کرو یہ سلام تم پر اور تمہارے گھر والوں پر خیر و برکت کے نازل کا باعث ہوگا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

سلام کے احکام و آداب!

(۱) جب کسی سے ملاقات ہو تو سب سے پہلے سلام کیجئے اس کے بعد جوابات کرنی ہو وہ بات کریں۔
ہر مسلمان کو سلام کیجئے شناسا ہو یا ناشناسا۔

(۲) گھر والوں کو بھی سلام کریں۔

(۳) چھوٹے بچوں کو بھی سلام کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بچوں پر سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ
نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

بچوں کو سلام کہنا، بچوں کو سلام سکھانے کا بہترین طریقہ بھی ہے اور تواضع بھی۔

(۴) گھر سے نکلتے اور مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت بھی لوگوں کو سلام کرنا چاہئے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مؤطا امام مالک، مشکوٰۃ)

(۵) جس شخص کو سلام کیا جائے اس کا فرض یہ ہے کہ سلام کا جواب اسی طریقہ سے بلکہ اس سے بہتر طریقہ سے دے (یعنی سلام کرنے والے نے جو الفاظ کہے ہیں ان پر دوسرے مناسب الفاظ کا اضافہ کریں) ورنہ کم از کم وہی الفاظ دہرائیں۔ (دیکھئے سورۃ النساء: ۸۶)

(۶) ہر ملاقات میں سلام کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”تم میں سے کوئی شخص جب اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے اس کے بعد اگر دونوں کے درمیان کوئی درخت یا دیوار یا (بڑا) پتھر حائل ہو جائے اور پھر اس کے سامنے آئے تو اس کو پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۷) سلام ذرا اونچی آواز سے کرنا چاہئے تاکہ وہ شخص سن سکے جس کو سلام کیا جا رہا ہے۔ زبانی سلام کے بغیر صرف انگلیوں کے ذریعہ اشارہ کرنے یا ہتھیلیوں کے ذریعہ اشارہ سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ انگلیوں اور ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا یہود اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ (مشکوٰۃ، مظاہر حق)

البتہ اگر زبان سے ”السلام علیکم“ کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے یا آپ گاڑی میں ہیں اور وہ آپ کی آواز نہیں سن سکتا تو ایسی حالت میں سلام کے ساتھ اشارہ کرنا چاہئے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد کے پاس سے گزرے وہاں کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سلام کے ساتھ ساتھ ہاتھ کے اشارے سے بھی سلام کیا جیسا کہ اس کی وضاحت دوسری روایتوں سے ہوتی ہے۔

(۸) بڑوں کو سلام کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے اگر آپ پیدل چل رہے ہوں اور بیٹھنے والوں پر گزریں تو ان

کو سلام کیجئے اور جب آپ کسی چھوٹی ٹولی کے ساتھ ہوں اور کچھ زیادہ لوگوں سے ملاقات ہو جائے تو سلام کرنے میں پہل کیجئے اور جب آپ سوار ہو تو پیدل چلنے والوں کو سلام کریں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۹) مجلس میں جائیں یا جس مجلس پر سے گزریں تو پوری مجلس کو سلام کیجئے، مخصوص طور پر کسی کا نام لے کر سلام نہ کیجئے۔

(۱۰) جماعت میں سے کسی ایک کا سلام کرنا یا جواب دینا پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے۔ (بیہقی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۱۱) جو آدمی گناہ کے کام میں مشغول ہو مثلاً گانا سن رہا ہے، ڈاڑھی مونڈ یا منڈوا رہا ہے، جو اکیل رہا ہے یا شراب نوشی کر رہا ہے تو اس کو اس حالت میں سلام نہیں کرنا چاہئے۔ (بخاری، ج: ۲، کتاب الاستیذان ص: ۹۲۵)

(۱۲) جو شخص پیشاب کے لئے بیٹھا ہو تو اس کو اس حالت میں سلام نہیں کرنا چاہئے اور اگر کوئی آدمی ناواقفی سے سلام کرے تو اس کو جواب نہیں دینا چاہئے۔ (دیکھئے معارف الحدیث بحوالہ ترمذی)

(۱۳) سلام کرنے والے کو اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ اس کے سلام سے بیماروں یا سونے والوں کے آرام میں یا کسی کے دینی امور میں خلل نہ پڑے اور اللہ کے کسی بندے کو اذیت نہ پہنچ جائے۔

(۱۴) اگر کسی غیر مسلم کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو السلام علیکم کے بجائے آداب عرض اور خوش آمدید قسم کے الفاظ استعمال کیجئے اور ہاتھ سے بھی کوئی ایسا اشارہ نہ کیجئے جو اسلامی عقیدے اور اسلامی مزاج کے خلاف ہو۔

ہر قل کے نام نبی کریم ﷺ نے جو مکتوب بھیجا تھا اس میں سلام کے الفاظ یہ تھے:

(سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی)

”سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔“ (بخاری، ص: ۹۲۶)

۱۔ مثلاً کوئی قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہے یا نماز میں مشغول ہے یا خطبہ دینے یا سننے میں مصروف ہے یا کوئی اذان یا تکبیر کہہ رہا ہے یا کوئی بیان یا دینی احکام سمجھا رہا ہے اس طرح کے مشغول لوگوں کو سلام کرنے سے ان کے دینی امور میں خلل پڑتا ہے اور ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے اس لئے ایسی حالت میں سلام کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

یوم جمعہ کے آداب!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُن سارے دنوں میں جن میں سورج طلوع ہوتا ہے سب سے بہتر دن جمعہ کا ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن وہ جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن انہیں جنت سے باہر کیا گیا (اور زمین پر اتارا گیا) اور قیامت بھی خاص جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔ (مسلم، مشکوٰۃ: باب الجمعہ)

جمعہ کے دن کے چند آداب یہ ہیں!

(۱) جمعہ کے روز حجامت (یعنی بال درست) کرنا۔ ناخن تراشنا، غسل کرنا۔ پاک صاف کپڑے پہننا، تیل اور خوشبو لگانا۔

(۲) مسجد میں لوگوں کے سروں اور کندھوں کو پھلانگ کر جانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ جہاں خالی جگہ مل جائے وہاں بیٹھنا چاہئے۔

(۳) مسجد میں چپ چاپ بیٹھ کر خاموشی سے نوافل، ذکر و فکر اور دعائیں مشغول رہیں۔ خطبہ کو نہایت خاموشی، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ سنیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے جوا حکام و ہدایات معلوم ہو جائیں ان پر سچے دل سے عمل کرنے کا پختہ ارادہ کریں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ہو سکے پاکی اور صفائی کا اہتمام کرے اور جو تیل اور خوشبو اس کے پاس گھر میں ہو وہ لگائے پھر وہ گھر سے نماز کے لئے (مسجد کی طرف) نکلے اور (مسجد پہنچ کر) یہ احتیاط کرے کہ آدمیوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے (یعنی اس نے لوگوں کے سروں سے پھلانگنے، صفوں کو چیرنے، یاد دہیٹھے ہوئے نمازیوں کے بچ گھس کر جا بیٹھنے کی غلطی نہیں کی) پھر جو نماز (یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں) اس کے مقدر میں ہوں وہ پڑھے پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے تو اس شخص کے وہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے ہیں۔ (بخاری، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ)

(ج: ۱ ص: ۴۸۷)

حدیث کا اسی طرح کا مضمون حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں سے ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ (وَلَيْسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ) ”اور جو عمدہ کپڑے اسے میسر ہوں وہ پہنے۔“ اور اس میں صراحتاً یہ آیا ہے کہ (فَلَمْ يَتَخَطَّ أَغْنَاقَ النَّاسِ) ”اور (مسجد جا کر پہلے سے بیٹھے ہوئے) لوگوں کی گردنوں کو نہ پھلانگے۔“ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص جمعہ کے دن (جامع مسجد میں جگہ حاصل کرنے کے لئے) لوگوں کی گردنیں پھلانگے اس سے جہنم کی طرف پل بنایا جائے گا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب ج: ۱ ص: ۵۰۴)

یعنی جس طرح اس نے گردنوں کو پھلانگ کر لوگوں کو اپنی گزرگاہ بنایا اسی طرح اس کو جہنم کی طرف پل بنا کر لوگوں کے لئے گزرگاہ بنایا جائے گا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ایذا مسلم کس قدر عظیم جرم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس حالت میں بات چیت میں مشغول ہو جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو وہ گدھے کی مانند ہے کہ جس پر کتابیں لادی گئی ہوں اور جو شخص اُس (بات چیت کرنے والے) کو کہے کہ ”چپ رہو“ تو اس کے لئے جمعہ (کا ثواب) نہیں ہے۔ (رواحد والنزاد والطرہانی، الترغیب: ج ۱ ص ۵۰۵)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(أَذْأَقْتُ لِمَا حَبِطَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتُ)

”جمعہ کے روز جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اگر تم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے یہ کہا کہ ”چپ رہو“ تو تم نے بھی لغو کام کیا۔“ (بخاری، مسلم، الترغیب: ج ۱ ص: ۵۰۵)

(۴) جمعہ کی اذان اول سنتے ہی کاروبار اور دوسری مشغولیتیں یک لخت بند کر دیجئے اور مسجد کی طرف تیزی سے چلئے بلکہ کوشش کریں کہ پہلے سے نماز جمعہ کی تیاری کر کے جلد از جلد اول وقت میں مسجد میں جا پہنچیں اور صفِ اول میں جگہ حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط
ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورة الجمعة: ۹)

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف چل پڑو
خرید و فروخت (اور ہر قسم کی مشغولیتیں یک لخت) چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز اس
طرح (پورا) غسل کیا جیسا کہ جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لئے غسل کرتا ہے پھر اول وقت مسجد میں
جا پہنچا تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور جو (اس کے بعد) دوسری ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا
گائے کی قربانی کی اور جو (اس کے بعد) تیسری ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کی
قربانی کی اور جو (اس کے بعد) چوتھی ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) مرغی دے دی
اور جو (اس کے بعد) پانچویں ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) انڈا صدقہ کیا۔

پھر جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے نکل آتا ہے تو فرشتے (مسجد کا دروازہ چھوڑ کر) ذکر (خطبہ)
سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (رواہ مالک و البخاری، مسلم، ابوداؤد، الترغیب: ج: ۱ ص: ۴۹۹)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر
کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے رہتے ہیں اور اول وقت
دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکہ مکرمہ میں قربانی کے لئے اونٹ بھیجتا ہے پھر اس کے
بعد آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے کو بھیجتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا
بھیجنے والے کی سی ہے اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کے اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی سی ہے پھر
جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر پلیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں
مشغول ہو جاتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے ترغیب و ترہیب: ج: ۱ ص: ۴۹۹ بحوالہ بخاری، مسلم)

(۵) اگر جامع مسجد بہت زیادہ دور نہیں اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو پھر مسجد جانے کے لئے پیدل چلیں کیونکہ جامع مسجد
پیدل جانا افضل اور بہت کارِ ثواب ہے۔ مسجد کو پیدل جانے والے کے لئے ہر قدم پر ایک سال روزوں اور راتوں

میں جاگنے اور عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے بشرطیکہ وہ اچھی طرح غسل کرے اور اول وقت میں جامع مسجد پہنچے اور امام کے قریب بیٹھے اور خوب توجہ سے خطبہ سنے اور کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکالے۔ (دیکھئے ترغیب: ج: اص: ۴۸۸ بحوالہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

(۶) کسی شخص کو اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤ کہ وہاں خود بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر وہاں خود بیٹھ جائے اور یہ طرز عمل جمعہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ممانعت جمعہ کے لئے بھی ہے اور جمعہ کے علاوہ کے لئے بھی۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: باب التظیف بحوالہ بخاری، مسلم)

البتہ لوگوں سے یہ کہنا صحیح اور درست ہے کہ ان سے کہا جائے کہ (بھائیو!) جگہ کشادہ کرو۔ (مسلم، مشکوٰۃ) یہ اس وقت جائز ہے جبکہ جگہ میں کشادگی کی گنجائش ہو یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اگر کوئی از خود خوشی اور بغیر کسی دباؤ کے کسی کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پھر اس کو وہاں بیٹھنا جائز ہے۔

(۷) خطبہ کے وقت گوٹ مار کر نہ بیٹھا جائے۔ (یہ ایک خاص قسم کی نشست اور بیٹھنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعے دونوں گھٹنے اور رانیں پیٹ کے ساتھ ملائی جائے) اس طرح بیٹھنے میں آدمی کو نیند آ جاتی ہے جس کی وجہ سے آدمی خطبہ سننے سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس طرح بیٹھنے والا غنودگی کے عالم میں ایک پہلو پر گر پڑتا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے خطبہ کے وقت اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد)

(۸) جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھنی چاہئے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھے تو اس کے لئے ایک نور روشن ہوگا دو جمعوں کے درمیان۔ (بیہقی، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۃ کہف پڑھتا ہے تو اس کے دل میں ایمان و ہدایت کا ایک خاص نور پیدا ہوگا جس کی نورانیت اور روشنی اگلے جمعہ تک رہے گی۔ ظاہر ہے جس کے دل میں ایسا خاص نور ہوگا وہ

گمراہیوں اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھ لے وہ آٹھ دن تک (یعنی اگلے جمعہ تک) ہر فتنے سے محفوظ رہے گا اور اس دوران اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنے سے بھی محفوظ رہے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: ج: ۳ ص: ۷۱)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کر لے (اور روزانہ پڑھتا رہے) تو وہ دجال کے فتنے (اور شر) سے محفوظ رہے گا۔ (مسلم: کتاب فضائل القرآن ج: ۱ ص: ۲۷۱)

نیز حضرت ابو درداءؓ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ)

”جو شخص (روزانہ) سورہ کہف کی شروع کی تین آیتیں پڑھ لے وہ دجال کے فتنے سے بچا لیا گیا۔“ (ترمذی: ابواب فضائل القرآن جلد دوم)

(۹) جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کثرت سے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا اہتمام کیجئے۔

درود شریف کی اہمیت اور فضیلت اپنی جگہ (ذکر کے فضائل و مسائل) میں بیان کر چکا ہوں نیز درود شریف کے فضائل و برکات کے بارے میں مرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”فضائل درود شریف“ مشہور اور معروف ہے۔

حضرت اوس بن اوسؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ کی وفات کے بعد) آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم اطہر تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے (کہ وہ ان کے

جسموں کو کھائے، ان کے اجسام قبروں میں بالکل صحیح سالم رہتے ہیں۔“ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، مشکوٰۃ: باب الجمعہ)

(۱۰) جمعہ کے دن میں رحمت و قبولیت کی ایک خاص گھڑی جس میں اللہ تعالیٰ ضرور دعا قبول فرماتے ہیں: لہذا جمعہ کے روز زیادہ سے زیادہ ذکر، تسبیح و تہلیل، درود شریف اور دعائیں کرنی چاہئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کسی مسلمان بندے نے حسن اتفاق سے خاص اس ساعت میں خیر و بھلائی کی کوئی چیز اللہ سے مانگی تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز عطا فرمادیتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب الجمعہ)

اللہ تعالیٰ نے اس گھڑی کو پوشیدہ رکھا ہے تاکہ لوگ اس گھڑی کی امید میں پورا دن عبادت، ذکر و دعا میں گذاریں اور جب وہ گھڑی آئے تو ان کی عبادت اور دعا اس خاص گھڑی میں واقع ہو۔ جمعہ کے دن میں اس گھڑی کی تعیین میں علماء کے بہت سے اقوال موجود ہیں لیکن ان میں دو قول ایسے ہیں جن کا ذکر صراحتاً یا اشارۃً بعض حدیثوں میں بھی موجود ہے اس لئے صرف ان دو کو یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ (۱) ایک یہ کہ جس وقت امام خطبہ کے لئے ممبر پر آئے تو اس وقت سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک جو وقت ہوتا ہے وہی گھڑی رحمت و قبولیت کی گھڑی ہے۔

(ب) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گھڑی عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ گھڑی (خطبہ کے لئے) امام کے (ممبر پر) بیٹھنے اور نماز پڑھی جانے کا درمیانی عرصہ ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ج: ۱ ص: ۴۹۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام و کعب احبار رضی اللہ عنہما دونوں سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن کی اس گھڑی کا ذکر تو رات میں بھی ہے (اور یہ دونوں حضرات تورات اور آسمانی کتابوں کے بہت بڑے عالم تھے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اس گھڑی کے متعلق پوچھا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود یہ فرمایا کہ:

”(یقبولیت کی گھڑی) دن کی آخری گھڑیوں میں ہے۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جس گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے وہ روزِ جمعہ کی آخری گھڑی میں غروبِ آفتاب سے پہلے ہوتی ہے۔

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس (قبولیت کی) ساعت کو عصر جمعہ کے بعد آخری گھڑی میں تلاش کرو۔“ (ابوداؤد، نسائی، حاکم، ترمذی): ج: ۱ ص: ۴۹۵)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کی اس گھڑی جس میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے (اس کو) عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔ (ترمذی: ابواب الجمعہ)

مظاہر حق میں ہے کہ حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت نبوت

رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے خادموں کو متعین کرتے تھے کہ وہ ہر جمعہ کے روز آخری گھڑی کا خیال رکھیں اور اس وقت سب کو یاد دلائیں تاکہ وہ سب اس گھڑی میں پروردگار کی عبادت اس کے ذکر اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو جائیں۔ (مظاہر حق جدید: ج: ۱ ص: ۸۸۷)

بہر حال جمعہ کے پورے دن میں ذکر و فکر اور دعاؤں کا اہتمام کیجئے خصوصاً اس وقت جبکہ امام خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھ جائے اس وقت سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک دل میں دعائیں مانگیں اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک ذکر و فکر اور دعاؤں میں مشغول رہیں۔ اگر عصر کے بعد کوئی ضروری کام پیش آیا تو پھر چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات اور سرگوشی جاری رکھیں، دل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں اور اس بات کی خوب کوشش کریں کہ سورج زرد ہونے سے لے کر غروب آفتاب تک کے وقت کو ذکر و فکر اور دعا ہی کے لئے فارغ کر دیں۔

مشورہ کا بیان!

مشورہ جن معاملات میں کیا جاتا ہے ان معاملات کی بڑی بڑی دو قسمیں ہیں:

(۱) انفرادی اور ذاتی معاملہ۔

(۲) اجتماعی اور مشترک معاملہ۔

انفرادی اور ذاتی معاملہ میں مشورہ لینا!

انفرادی اور ذاتی معاملہ وہ ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے کا کوئی حق وابستہ نہ ہو مثلاً کوئی شخص کسی چیز کی تجارت شروع کرنا چاہتا ہے یا کسی سے رشتہ کرنا چاہتا ہے یا علم حاصل کرنا چاہتا ہے وغیرہ اور وہ اپنے ذاتی معاملہ میں کسی ایسے شخص سے مشورہ لیتا ہے جس کے بارے میں اس کو غالب گمان ہو کہ وہ اس معاملہ کو خوب جانتا ہے اور اس بارے میں میری رہنمائی کرے گا۔

انفرادی معاملات میں بھی مشورہ کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جو لوگ اپنے ذاتی معاملات میں مشورہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے معاملات میں خیر و برکت نصیب فرماتے ہیں اور ان کے کاموں کو حسن و خوبی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں لہذا لوگوں کو چاہئے کہ اپنے ذاتی

معاملات میں بھی اپنے خیر خواہ اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ لیتے رہیں۔

اجتماعی اور مشترک معاملات میں مشورہ!

اجتماعی معاملات سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق ایک یا زیادہ لوگوں کے ساتھ ہو خواہ وہ مشترک کاروبار ہو یا وہ قومی، سیاسی اور جماعتی معاملات ہوں۔

مشورہ کن امور میں کیا جاتا ہے؟

پھر تمام تر معاملات کے دو پہلو ہوتے ہیں: ان کا ایک پہلو خالص دینی نوعیت کا ہوتا ہے اور دوسرا انتظامی نوعیت کا ہوتا ہے۔

دینی پہلو کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز فرض یا واجب ہو مستحب ہو یا حلال و حرام، جائز و ناجائز ہو مثلاً فریضہ نماز و حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی یا دین اسلام کی نشر و اشاعت اور خلافت اسلامیہ کا قیام بے حیائی اور برائیوں کی روک تھام، سود، سٹہ حرام کاروبار سے بچنا اسی طرح کے تمام معاملات میں خالص دینی پہلو کے بارے میں کسی سے مشورہ کی کوئی گنجائش نہیں البتہ اس کی حدود و قیود اور جائز ناجائز کو معلوم کرنے کے لئے عوام علمائے اسلام کی طرف رجوع کریں گے تاکہ وہ کسی امر کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کو صحیح طور پر پورا کر سکیں۔

ان امور کا دوسرا پہلو انتظامی نوعیت کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ امور جو صرف انتظامی نوعیت کے ہوں مثلاً مشترک کاروبار، تجارت کی حفاظت اور ترقی کے لئے یا قوم و ملت اور جماعت کی حفاظت، ترقی و بہبود کے لئے کوئی انتظامی ڈھانچہ بنانا یا دین کی نشر و اشاعت اور اس کے نفاذ و قیام کے لئے سود، سٹہ، بے حیائی، فحاشی اور دوسرے منکرات کے روکنے اور خاتمے کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کرنا۔ انتظامی امور کا یہ پہلو مشورہ کا میدان ہے اہم انتظامی امور میں ان تمام لوگوں سے مشورہ لینا ضروری ہے جو ان امور میں کسی قدر تعلق دار ہوں، اگر کوئی معاملہ قومی اور ملی ہے یا کسی بڑی جماعت کا معاملہ ہے اور ہر ایک کی رائے اپنی مشکل ہو تو پھر اس قوم و جماعت کے اہل حل و عقد، سمجھدار، دیانت دار، متقی اور معتمد نمائندوں سے مشورہ لینا ضروری ہے۔

مشورہ کی ضرورت اور اہمیت!

جس طرح نماز دین اسلام کا ایک اہم ستون ہے اسی طرح مشترک اور انتظامی امور میں مشاورت اسلامی طرز زندگی اور خلافت اسلامیہ کا ایک اہم ستون ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں ایمانداروں کی صفت نماز کے بعد متصل یہ فرمایا ہے کہ:

﴿وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾

”اور وہ اپنا کام آپس کے مشورہ سے چلاتے ہیں۔“ (سورہ شوری: ۳۸)

اور سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم ﷺ کو اس کا حکم فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

”اور کام (یعنی انتظامی امور اور معاملات) میں ان سے مشورہ کیجئے۔“ (سورہ آل عمران: ۱۵۹)

نبی کریم ﷺ دینی معاملات میں کسی کے مشورے کے محتاج نہیں تھے اس لئے کہ آپ ﷺ ہر کام وحی کی رہنمائی میں کرتے تھے البتہ سیاسی اور اجتماعی معاملات میں آپ برابر صحابہ کرام ﷺ سے مشورے کرتے رہتے تھے گویا آپ ﷺ نے خود اپنے طرز عمل سے اس شورائیت کی بنیاد ڈالی جو اسلام کے سیاسی نظام کی ایک بنیادی خصوصیت رہی ہے۔ شورائیت، راعی، رعایا، امیر اور مامور میں حسن ظن اور اعتماد پیدا کرتی ہے اور اس سے استبداد اور سنگدلی اور انانیت کی جڑ کٹتی ہے۔ امیر اور مامور دونوں کی طرف سے تعاون ظہور میں آتا ہے اور یہ باہمی الفت، محبت اور حسن ظن کی بنیاد ہے۔

اہم اجتماعی امور میں مشورہ نہ کرنے والا زیادتی کرتا ہے!

جس معاملہ کا تعلق دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کے مفاد سے ہو اس میں کسی ایک شخص کو اس کے اہم امور میں من مانی چلانے کا کوئی حق نہیں ہے ایسے امور میں جو شخص صرف اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالتا ہے اس معاملہ سے متعلقہ دوسرے لوگوں کو نظر انداز کرتا ہے وہ ایسی جرأت مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر کرتا ہے۔

(۱) پہلی اور اصل وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے دل میں خوفِ الہی کم یا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے کیونکہ جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو شخص

اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا اور اس کو یہ احساس ہو کہ مجھے اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہونا ہے تو وہ کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کر سکتا اس طرح کی جرأت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوں۔ آخرت کی باز پرس یاد رکھنے والا خدا ترس آدمی لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ میں قاعدے کے مطابق صحیح مشورہ کرے تاکہ صحیح اور مبنی برانصاف فیصلہ کیا جاسکے اگر نادانستہ کوئی خطا ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک آدمی پر اس کی ذمہ داری نہ آپڑے۔

(۲) یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے اس لئے وہ مشترک معاملات میں اپنی من مانی چلانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۳) یا اس کی وجہ اس کا عجب و تکبر ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بڑا اور اپنی رائے کو بہت بڑھیا سمجھتا ہے دوسروں کو اور ان کی رائے کو حقیر جانتا ہے اس لئے وہ دوسروں کو نظر انداز کرتا ہے۔

(۴) یا اس کی وجہ اس کی جلد بازی اور گھبراہٹ ہوتی ہے جس کی وجہ سے دوسروں سے پوچھے بغیر وہ کسی اہم بات کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ یہ بھی دراصل اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے دل میں خوفِ الہی کم اور فکرِ آخرت کمزور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خوفِ الہی اور فکرِ آخرت کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

مشورہ کے فوائد اور برکات!

(۱) مشورہ کے فوائد اور برکات کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے رسول ﷺ کی مبارک سنت ہے۔

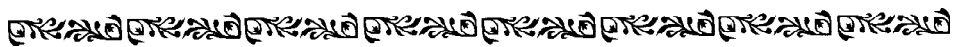
(۲) اس کی وجہ سے معاملہ اور کام سے متعلقہ افراد کی دلجوئی ہو جاتی ہے۔

(۳) اس کی وجہ سے متعلقہ افراد کی آراء اور تجربہ کی قدر دانی ہوتی ہے۔

(۴) اس سے لوگوں میں غور و فکر اور صحیح فیصلے کی قوت اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ صلاحیت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔

(۵) اس سے باہمی الفت و محبت بڑھتی ہے۔

(۶) اس کی وجہ سے خود غرضی، ظلم، تکبر، خود پسندی اور خود رائی کا کچھ علاج بھی ہو جاتا ہے۔



(۷) اس کی وجہ سے صحیح رہنمائی اور مبنی برانصاف اور بے لاگ فیصلہ کیا جاسکتا ہے اگر نادانستہ طور پر کوئی غلطی بھی ہو جاتی ہے تو اس کی ذمہ داری تنہا ایک شخص پر نہیں پڑتی۔

(۸) اس کی وجہ سے حکمرانوں کے لئے ظلم، زیادتیوں اور بداخلاقیوں کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔

مشورہ لینے والے کے فرائض و آداب!

مشورہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے سے فائدہ اٹھایا جائے جس طرح شہد کی مکھی مختلف پھلوں، پھولوں سے مفید اجزاء کو اچک کر شہد کا چھتہ تیار کر لیتی ہے مشورہ کے اس مقصد کو سامنے رکھ کر مشورہ جن جن باتوں کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) جس انفرادی یا اجتماعی کام کے متعلق مشورہ لینا ہو تو ایسے لوگوں سے اس کے بارے میں مشورہ لیں جو اس کام میں علم و تجربہ بھی رکھتے ہوں اور وہ مخلص و متقی بھی ہوں۔ ورنہ اگر نا تجربہ کار اور بے وقوف لوگوں میں مشورہ کو دائر کیا جائے اور ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو ان کے مشورے میں بگاڑ اور فساد برپا کریں، گے مثلاً کسی مریض کے متعلق حاذق طبیبوں اور ڈاکٹروں سے مشورہ لیا جائے گا اور مکان کی تعمیر کے بارے میں انجینئروں سے مشورہ لیا جائے گا اور جنگی منصوبوں میں جنگی امور کے ماہرین سے مشورہ لیا جائے گا۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخلص اور متقی بھی ہوں ورنہ جو لوگ کام کے ساتھ مخلص اور متقی نہ ہوں تو ایسے لوگ علم و تجربہ کے باوجود کام میں رخنہ ڈالیں گے مثلاً کوئی تجربہ کار ڈاکٹر کسی مریض کے ساتھ مخلص نہیں اور اس کی جان کے درپے ہے تو اس ڈاکٹر کا علاج اس مریض کے لئے باعثِ ہلاکت بنے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جرنیل کمانڈر مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ مخلص نہیں تو اس کے منصوبے اور مشورے پر چلنا مسلمانوں کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

(۲) مشورہ دینے والوں کو اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو اور ان کو اس بات کا پورا حق حاصل ہو کہ وہ اس معاملہ میں کوئی کوتاہی دیکھیں تو بلا جھجک اس پر روک ٹوک کر سکیں۔

(۳) مشورہ لینے والا کوئی ایسا طرز اختیار نہ کرے جس کی وجہ سے مشورہ دینے والے آزادانہ رائے دینے سے گریز کریں۔ مثلاً مشورہ دینے والوں پر خفیہ دباؤ ڈالنا یا ان کو کسی مال و منصب کا لالچ دے کر ان کی

رائے کو خرید لینا یا ان کو یہ خوف ہونا کہ اگر ہم نے اس کی مرضی کے خلاف رائے دی تو ہم اس مشورہ لینے والے کے عتاب اور ناراضگی کی زد میں آئیں گے۔

(۴) مشورہ لینے والا دھوکہ اور مکر و فریب سے اپنی رائے کی تائید حاصل کرنے کے لئے پہلے سے راہ ہموار نہ کرے۔ جہاں بھی مشورہ لینے والا کوئی ایسا طریقہ اختیار کر لیتا ہے جس کی وجہ سے مشیر اپنے علم کے مطابق مشورہ دینے سے محروم ہو جاتا ہے یا وہ مشیر کی رائے کو لالچ و خوف دلانے سے خرید لیتا ہے یا خود مجلس شوریٰ گروہ بندی کا شکار ہو یا جہاں کوئی شخص اپنی رائے منوانے کے لئے مکر و فریب کی راہ اختیار کر لیتا ہے وہاں مشورہ اور کانفرنس کا کوئی فائدہ نہیں ایسی صورتوں میں یہ شوریٰ اور کانفرنس بے روح ہو کر ایک مردار ڈھانچہ بن جاتا ہے جس سے خیر کی کوئی امید نہیں ہو سکتی بلکہ اس مجلس کی خیانت و خباثت کی بدبو سے پوری جماعت اور قوم بدبودار ہو سکتی ہے۔ لہذا مشورہ لینے والوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ مشیروں کے لئے ایسا کھلا اور پر اعتماد ماحول تیار کریں جس میں مشیر کسی دباؤ خوف یا طمع و لالچ کی زد میں نہ آئے اور مجلس شوریٰ کو ہر قسم کی گروہ بندی سے پاک کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہر مشیر اپنے ایمان اور علم کے مطابق خیر خواہانہ مشورہ دے سکے۔

مشورہ دینے والے (یعنی مشیر) کے فرائض و آداب!

جب یہ بات معلوم ہوگی کہ مشورہ کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے خیر خواہ لوگوں کے ذہنوں سے فائدہ اٹھایا جائے یہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا جبکہ مشیر پوری امانت داری، ذمہ داری اور خلوص کے ساتھ مشورہ دے۔ جو شخص کسی معاملہ میں کسی سے مشورہ لیتا ہے تو وہ مشیر پر یہ ذمہ داری ڈال دیتا ہے کہ اس معاملہ کے متعلق جو خیر و بھلائی آپ کے علم اور سمجھ میں آئے اس کو پیش کیجئے۔ ایسی صورت میں مشورہ لینے والا مشیر کو ذمہ دار اور امانت دار بنا دیتا ہے اگر وہ اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح نہیں نبھائے گا تو ایسی صورت میں وہ خیانت کا مرتکب ٹھہرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ)

”بے شک جس سے مشورہ لیا گیا وہ امین (امانت دار) ہے۔“ (ترمذی: ج: ۲ ابواب الاستئذان)

مطلب یہ ہے کہ مشیر کو چاہئے کہ مشورہ چاہنے والے کو خیر خواہانہ مشورہ دے اور وہی مشورہ جو اس کے ایمان اور علم کے مطابق بہتر ہوا اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس کو (غلط) فتویٰ دیا ہے اور جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی ایسے کام کے بارے میں مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی اس میں نہیں ہے تو اس نے خیانت کی۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: کتاب العلم)

مذکورہ بالا مضمون کو سامنے رکھ کر مشورہ دینے والے کے فرائض اور مشورہ کے آداب یہ ہیں:

(۱) مشورہ امانت ہے لہذا اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر خلوص کے ساتھ مشورہ دیں اور اپنے ایمان اور علم کے مطابق جو خیر کی بات آپ کے ذہن میں ہے وہ مشورہ دینے والے کے سامنے پیش کریں۔ اپنے مشورے کے حق میں جو دلائل اور تجربہ آپ کے ساتھ ہے ان کو بھی سامنے لائیں تاکہ مشورہ لینے والے پر حقیقت کھل سکے۔

(۲) مشورہ میں دلائل پیش کرنا اور اپنی رائے کا اظہار ایسے انداز میں کرنا کہ دوسرے ساتھیوں کے مشورے بھی سامنے آئے اور آپ کے انداز بیان سے کسی کو ایذا نہ پہنچے کیونکہ طعن و تشنیع اور کو تکلیف پہنچانا ناجائز ہے اور اس کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ بعض دوسرے مشیروں کی بھی حوصلہ شکنی ہو جائے گی جس کے بعد وہ بے لاگ اور بلا جھجک مشورہ نہیں دے سکیں گے۔

(۳) مشورہ دینے میں گروہ بندی سے پرہیز کریں جس معاملہ کے بارے میں مشورہ لیا جاتا ہے اسی معاملہ میں خیر خواہانہ مشورہ دیں ورنہ خیانت کے مرتکب ہوں گے۔

(۴) مشورہ دیتے وقت اس حقیقت کو سامنے رکھیں کہ میرا رب میرے دل کو دیکھ رہا ہے اور میری نیت کو اچھی طرح جانتا ہے اور میرے مشورے کو دیکھ رہا ہے کہ میں اپنے ایمان اور علم کے مطابق خلوص سے مشورہ دے رہا ہوں یا اس کے خلاف دے رہا ہوں۔

(۵) مشورہ دینا ہے لیکن اپنی رائے کو منوانا نہیں (یعنی مشورہ میں یہ درست نہیں کہ کوئی اپنی رائے کو منوانے کی کوشش کرے) جو شخص اس طرح کرتا ہے وہ مشاورت کو درہم برہم کر دیتا ہے البتہ اپنی رائے کی تائید میں دلائل پیش کرنا درست ہیں۔

(۶) مشورہ میں جو بات طے ہو جائے تمام اہل شوریٰ اس کو اپنا مشورہ، اپنی رائے اور اپنا طے شدہ فیصلہ مان لیں فیصلے کے بعد کسی کے لئے یہ درست نہیں کہ اس فیصلے کے خلاف شوشے نکالیں۔

مشورہ لینے والا فیصلہ کس طرح کرے!

کسی معاملہ کے بارے میں مشورہ لینے والے کے پاس جب مختلف قسم کی آراء اور ان سے متعلقہ دلائل اور جرح و تنقید کی تمام تفصیلات جمع ہو جائیں تو اس پوری تفصیل میں وہ دلائل کی قوت و ضعف کو بھی جان لے گا اور اس کے سامنے اس معاملہ کے بارے میں پوری حقیقت حال بھی واضح ہو جائے گی اس کے بعد جس بات پر دل مطمئن ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اہل مجلس کو بھی اس پر مطمئن کر کے اس کام کو کر گزرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝﴾

”اور کام میں ان سے مشورہ لیتے رہو پس جب ارادہ کرو (کسی بات کا) تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو (اور اس کام کو کر گزرو) بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔“ (آل عمران: ۱۵۹)

خلاصہ یہ کہ مشورہ لینے کے بعد صاحب مشورہ (مشورہ لینے والا امیر) کا جس بات پر دل مطمئن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے وہ کام اسے کر گزرنا چاہئے۔ صاحب مشورہ کے اطمینان کے بعد اس بات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں کہ اس نے جو رائے اختیار کی ہے وہ اکثریت کی رائے ہے یا اقلیت کی؟

نہ اکثریت بذاتِ خود صحت اور درستگی کی دلیل ہے نہ اقلیت خطا کی دلیل ہے البتہ اگر شوریٰ میں عقل، تجربہ اور علم و تقویٰ کے لحاظ سے تمام مشیر قریب قریب ہیں تو اکثریت میں فی الجملہ صحت کا گمان غالب ہے خصوصاً جبکہ کسی معاملہ کے بارے میں عقل، علم اور تقویٰ و تجربہ رکھنے والی مجلس مشاورت میں اختلاف

پایا جائے اور کسی ایک طرف دلائل کا وزن اور برتری سامنے نہ آئے اور کسی ایک رائے پر ان کا اتفاق مشکل نظر آئے تو ایسے اختلافات میں اگر اکثریت کی رائے کو فیصلہ کن مانا جائے تو مصلحت کے پہلو سے یہ راہ محفوظ اور مامون ہے بالخصوص اس زمانے میں جبکہ اتباع ہوا کا زور ہے اور ہر کسی کو اپنی رائے پر ناز ہے اور مشورہ لینے والے (امیر) لوگ بھی اپنے اقتدار و اختیار کو حدود کے اندر استعمال کرنے والے کم ہی ہیں۔

مجلس کے آداب کا بیان!

(۱) اپنی صحبت اور ہم نشینی کے لئے ہمیشہ نیک چلن، خداترس اور ایسے لوگوں کا انتخاب کرنا چاہئے جن کی صحبت سے آپ کو فائدہ پہنچے، اور بری صحبت سے احتراز کیا کریں۔

(۲) مجلس میں بیٹھنے سے قبل تمام اہل مجلس کو سلام کرنا چاہئے اور رخصت ہوتے وقت بھی بشرطیکہ شرعی عذر نہ ہو مثلاً اہل مجلس تعلیم میں مشغول ہوں یا ذکر یا خطاب یا بیان سننے میں مشغول ہوں تو پھر سلام نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ اس کی تفصیل سلام کے بیان میں گزر چکی ہے۔

(۳) مجلس میں جہاں بے تکلف جگہ ملے وہاں بیٹھنا چاہئے مجمع کو چیرنے اور لوگوں کے سروں کو پھلانگتے ہوئے خواہ مخواہ آگے بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو پہلے بیٹھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور دوسرے ایسا کرنے والوں میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

(۴) مجلس میں کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھنا درست نہیں کیونکہ اس سے اپنے کو بڑا سمجھنے اور اپنی اہمیت جتانے کا اظہار ہوتا ہے اور دوسروں کے دل میں کدورت اور نفرت پیدا ہوتی ہے نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اسی جگہ بیٹھ جائے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

البتہ اگر خود بیٹھنے والا ایثار کر کے کسی کے لئے اپنی جگہ خالی کر دے تو اس کو اپنی نیت کے مطابق اجر و ثواب ملے گا۔

(۵) دو آدمی باہم مل کر بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان نہ بیٹھیں شاید وہ کوئی ایسی بات کرنا چاہتے ہوں جو ان دونوں کا اندرونی معاملہ ہو یا کوئی راز کی بات ہو یا آپ کی وجہ سے ان دونوں کی

بے تکلفانہ بات چیت میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

(لَا تَجْلِسُ بَيْنَ اِثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا)

”دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

”کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ دو بیٹھے ہوئے آدمیوں میں ان کی اجازت کے بغیر بیٹھ کر ان کو ایک

دوسرے سے الگ کر دے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۶) مجلس میں آنے والوں کا احترام کرنا چاہئے مثلاً جو نیا شخص مجلس میں آئے اس کے لئے اپنی جگہ سے

تھوڑا سا کھسک جانا اگرچہ مجلس میں کافی جگہ ہو لیکن پھر بھی اس کے اکرام کے لئے تھوڑا سر کنا چاہئے اور

اگر مجلس میں بیٹھنے کی گنجائش کم ہے پھر تو ضرور تھوڑا تھوڑا سا کھسک جانا چاہئے تاکہ اس نئے آنے والے کو بھی

بیٹھنے کے لئے جگہ مل سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجْلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ﴾

”اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی کرو تو تم (کھول کر) کشادگی کرو

اللہ تعالیٰ تم کو کشادگی دے گا (یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تنگیوں کو دور فرمائے گا اور تم پر اپنی رحمت کے دروازے

کھول دے گا)۔“ (مجادلہ: ۱۱)

نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آئے تو آپ ﷺ اس کے لئے

اپنی جگہ سے کھسک گئے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکان میں جگہ کافی کشادہ ہے (مطلب یہ تھا کہ

میرے لئے اپنی جگہ سے کھسک جانے کی زحمت نہ فرمائیں) آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ مسلمان کا حق ہے کہ

جب کوئی مسلمان بھائی اس کو (اپنے پاس آتا) دیکھے تو اس (کے اکرام) کے لئے اپنی جگہ سے کچھ

ہٹے۔“ (بیہقی، مشکوٰۃ)

(۷) اگر لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے بیچ میں نہ بیٹھیں کیونکہ اس طرح بیٹھنے والا شخص اہل مجلس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اہل مجلس ایک دوسرے کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکیں گے اور یہ ایک سخت قسم کی بدتمیزی بھی ہے کہ کوئی حلقہ باندھے ہوئے لوگوں کے سروں کو پھلانگتا ہو اور درمیان میں جا کر بیٹھ جائے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ مسخرا پن کرنے کے لئے حلقہ کے بیچ میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کو ہنساتے ہیں شاید ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

(مَلْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسَطَ الْحَلَقَةِ)

”محمد ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعے اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو حلقہ کے درمیان

بیٹھے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۸) مجلس میں کسی شخص کے ارد گرد یا آمنے سامنے ایسے نہیں کھڑا ہونا چاہئے کہ وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ تعظیم کا یہ طریقہ اسلامی مزاج کے خلاف ہے ہاں اگر اس کی خدمت کے لئے یا اور کسی کام کے لئے کھڑا ہو تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح آنے والے کے اکرام کے لئے کھڑے ہونے اور اس کے استقبال کے لئے اس کے آگے جانے میں کوئی گناہ نہیں البتہ جو شخص خود یہ چاہے اور اس سے خوش ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو یہ تکبر کی نشانی ہے اور تکبر والوں کی جگہ جہنم ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے شخص کے بارے میں (جو اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں) فرمایا ہے کہ اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۹) مجلس میں کوئی ایسی بات یا کام نہ کریں جو وقار کے خلاف ہو مثلاً پاؤں پھیلا کر یا پنڈلیاں کھول کر نہ بیٹھیں، قہقہے نہ لگائیں، اپنی داڑھی، انگوٹھی، گھڑی سے نہ کھیلیں اور نہ ناک میں بار بار انگلی ڈال کر ناک کو صاف کریں۔ اور منہ میں پان یا کوئی چیز ڈال کر اس طرح بات نہ کریں کہ مخاطبین پر چھینٹیں اڑیں۔ اگر ناک صاف کرنے کی ضرورت ہو تو لوگوں کی نگاہ سے بچ کر یا اُگال دان وغیرہ استعمال کر کے اطمینان سے ناک صاف کریں۔ طعن آمیز بات اور جھگڑے والی بات سے پرہیز کریں۔ جب دوسرا بات کرے تو نہایت توجہ سے اس کی بات کو سنیں اور بات کرنے والے کو ٹوکنے کی کوشش نہ کریں غرض ہر اس کام اور بات سے پرہیز

کریں جو وقار اور سنجیدگی کے خلاف ہو۔

(۱۰) حتی الوسع کوشش کریں کہ سستی کا اظہار نہ ہو مثلاً حتی الوسع جمائی کوروک لینا اور انگلیوں کو چٹکانے سے احتراز کرنا اور انگڑائیاں لینے جیسی چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کرنا۔

(۱۱) شرکائے مجلس میں کوئی شخص کسی ضرورت کے لئے اٹھ کر جائے تو اس کی جگہ پر قبضہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس جگہ پر پہلے قابض ہو چکا تھا اور اس کا یہ حق عارضی طور پر اٹھ جانے سے ختم نہیں ہوگا البتہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اب وہ شخص واپس نہیں آئے گا تو پھر بے تکلف اس جگہ بیٹھ سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جگہ سے (کسی ضرورت سے) اٹھا اور پھر واپس آ گیا تو اس جگہ کا وہی شخص زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۱۲) دوسرے لوگوں کو بھی اور صدر مجلس بھی کو چاہئے کہ وہ اگر کسی ضرورت سے مجلس سے اٹھے اور پھر واپس آنے کا خیال ہو تو اٹھتے وقت کوئی چیز جیسے چادر یا رومال اپنی جگہ پر رکھ جائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ جگہ رکھی ہوئی ہے اور وہ مجلس میں واپس آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب مجلس سے اٹھ کر واپس آنے کا ارادہ کتے تھے تو اپنی کوئی چیز اپنی جگہ پر چھوڑ جاتے تھے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ جان لیتے کہ آپ ﷺ مجلس میں پھر واپس آئیں گے اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: بات القیام بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

(۱۳) مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے کسی کے یہاں جائیں تو وہاں پر اس کی خاص جگہ پر از خود نہ بیٹھیں ہاں اگر وہ خود ہی اصرار کرے تو پھر وہاں بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر خاص جگہ آپ کے لئے ہی بنائی گئی ہے تو بھی اس جگہ پر از خود نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ جب منظمین مجلس یا میزبان وہاں بیٹھنے کو کہے تو پھر اس جگہ بیٹھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”اپنے بھائی کی معزز جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہ بیٹھے۔“ (ابواب الاستیذان: باب جاء فی الاتکاء)

(۱۴) مجلس میں اگر راز کی کوئی بات معلوم ہو تو اسے راز ہی میں رکھے۔ مجلس کا حق یہ ہے کہ اس کے رازوں کی حفاظت کی جائے البتہ اگر کسی پاکدامن کی آبرویا کسی کے مال پر حملے یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف

کوئی خفیہ سازش ہو رہی ہو تو جس کے متعلق یہ سازش ہو رہی ہے اس کو مطلع کر دینا چاہئے تاکہ وہ اس سازش کے شر اور ضرر سے اپنی حفاظت کا سامان کر لے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجلس امانت کے ساتھ ہیں (یعنی کسی مجلس میں رازداری کے ساتھ جو مشورہ یا فیصلہ ہوا اہل مجلس امانت سمجھ کر اس کو راز میں رکھیں) لیکن تین باتیں اس سے مستثنیٰ ہیں: ایک وہ جس کا تعلق کسی کے ناحق خون کی سازش کے ساتھ ہو۔ دوسرے وہ جس کا تعلق کسی کی عصمت اور عزت لوٹنے کے ساتھ ہو۔ اور تیسرے وہ جس کا تعلق بغیر کسی حق کے کسی کا مال چھیننے سے ہو۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۱۵) اگر تین آدمیوں کی مجلس ہے تو ان میں سے دو آدمیوں کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ ایک سے علیحدہ ہو کر کوئی راز کی بات کریں کیونکہ ایسی سرگوشی میں تیسرے شخص کو یہ خیال ہوگا کہ انہوں نے مجھے اس راز کے قابل نہیں سمجھا دوسرے اس کو یہ بدگمانی بھی ہو سکتی ہے کہ وہ شاید میرے ہی متعلق کچھ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم تین ہو تو دو آدمی اپنے تیسرے ساتھی سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ سرگوشی اسے غمزہ کر دے گی۔“ (مسلم: کتاب السلام ۲/۲۱۹)

اگر کوئی سرگوشی اس طرح ہے جس کے متعلق تیسرے شخص کو کوئی شبہ اور خطرہ محسوس نہیں ہو سکتا تو پھر ایسی سرگوشی میں مضائقہ نہیں۔

(۱۶) مجلس میں چھینک آئے یا جمائی یا کھانسی آئے تو منہ پر کوئی کپڑا، مال یا ہاتھ رکھنا چاہئے اور پست آواز سے چھینکنے کی کوشش کرنا چاہئے چھینکنے والا ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ“ کہے اور اہل مجلس ”یُرْحَمُکَ اللّٰہ“ کہیں بہتر یہ ہے کہ چھینکنے والا جواب میں یہ کہے ”یُہْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحَ بِاَلْکُمْ“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے چاہئے کہ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ“ اور اس کا جو مسلمان بھائی (اس کے پاس) ہو وہ کہے ”یُرْحَمُکَ اللّٰہ“ تم پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ (اور یہ چھینک تمہارے لئے خیر و برکت کا ذریعہ بنے گی) اور جب یہ بھائی ”یُرْحَمُکَ اللّٰہ“ کہے تو چھینکنے والے کو چاہئے کہ اس کے جواب میں یہ کہے ”یُہْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحَ بِاَلْکُمْ“ اللہ تعالیٰ

تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے تمام احوال درست فرمائے۔“ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)
اگر تین بار سے زائد اور کثرت سے بار بار چھینک آئے تو اس صورت میں ہر دفعہ ”یَرْحَمُكَ اللَّهُ“
کہنا ضروری نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

نیز جو چھینکنے والا ”یَرْحَمُكَ اللَّهُ“ نہ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں۔
یا جس نے ”الحمد لله“ کہا لیکن کسی نے سنا نہیں تو ایسی صورت میں جواب کا مستحق نہیں کیونکہ
جواب کا مستحق وہ اس وقت ہے جبکہ اس کے ”الحمد لله“ کہنے کو کوئی سن لے تو اب دوسرے کے لئے
جواب دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۱۷) راستوں میں نہیں بیٹھنا چاہئے کیونکہ وقار کے خلاف ہے لیکن اگر ضرورت مجبور کرے تو راستے کا حق
ادا کیا کریں اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس کے متعلق یہ ہدایت فرمائی ہے کہ نگاہ کو نیچی رکھیں اور نظروں کی
حفاظت کریں۔ اور ضرر رساں چیزوں کو راستہ سے دور کریں (اور راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی نہ
کریں)۔ سلام کا جواب دیں، نیکی کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں، بھولے اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ
دکھلائیں اور اس شخص کی مدد کریں جو بوجھ لادے ہوئے ہو (اور مظلوم کی فریاد سنی کریں)۔ (دیکھئے مشکوٰۃ
باب السلام بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، شرح السنۃ)

(۱۸) ایک وقت میں ایک شخص سے بولنا چاہئے اور ہر شخص کی بات کو غور سے سننا چاہئے اور صدر مجلس کو چاہئے
کہ گفتگو کے دوران سارے حاضرین کی طرف توجہ رکھے دائیں بائیں رخ پھیر کر بات کرنی چاہئے۔
(۱۹) جو مجلس کسی خاص موضوع اور بات کے لئے منعقد ہوئی ہو تو جب تک اس کے بارے میں کچھ طے
نہ ہو جائے تو دوسرا موضوع نہ چھیڑا جائے اور نہ دوسروں کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کریں اگر کوئی ایسی
ضرورت پیش آجائے کہ آپ کے لئے فوری بولنا ضروری ہے تو بولنے والے سے پہلے اجازت لینی
چاہئے۔

(۲۰) مجلس میں بیٹھ کر اس طرح آپس میں کانٹا پھوسی نہیں کرنی چاہئے کہ دوسرے حاضرین یہ سمجھیں کہ آپ
ان کے متعلق کچھ کہہ رہے ہیں۔ منافقوں کی اس طرح سرگوشی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

” (منافقین کی) یہ کاناپھوسی تو صرف شیطانی بات ہے (یعنی یہ شیطانی کام شیطان ہی ان سے

کر رہا ہے) تاکہ وہ ایمان والوں کو رنجیدہ کر دے۔“ (سورۃ المجادلہ: ۱۰)

(۲۱) مجلس میں جو کچھ کہنا ہے صدر مجلس (مثلاً شیخ یا استاد) سے اجازت لے کر کہیں گفتگو اور سوال و جواب میں ایسا انداز اختیار نہ کریں کہ آپ ہی صدر مجلس معلوم ہونے لگیں یہ خود نمائی بھی ہے اور صدر مجلس کے ساتھ زیادتی بھی ہے۔

(۲۲) استاد اور شیخ جب مجلس سے اٹھ جائے تب اہل مجلس کو اٹھنا چاہئے یا اس وقت مجلس سے منتشر ہونا چاہئے جب خود صدر مجلس فرمائے کہ مجلس ختم ہوئی آپ اپنی اپنی جگہوں پر چلے جائیں اور یہ طرز عمل وقار کے خلاف ہے کہ صدر مجلس تو بیٹھا رہے اور دوسرے لوگ مجلس سے منتشر ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے اور ہم سے باتیں فرماتے تھے پھر جب آپ (جانے کے لئے) اٹھتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جبکہ ہم دیکھ لیتے کہ ازواج مطہرات کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں آپ داخل ہو گئے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ: باب القیام)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ کھڑا ہو جانا مجلس کے برخاست ہو جانے کی وجہ سے ہوتا تھا اس کے بعد چونکہ خود اہل مجلس اپنے اپنے ٹھکانوں پر بھی جانے والے ہوتے تھے اس لئے نبی کریم ﷺ مجلس کے برخاست ہو جانے اور اس کے بعد کھڑے ہونے کو گوارا فرما لیتے تھے ورنہ نبی کریم ﷺ اپنے لئے تعظیمی قیام کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ازواج مطہرات کے گھر مسجد کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار میں اس لئے کھڑے ہو جاتے تھے کہ شاید آپ کسی کام کے لئے فرمائیں گے یا یہ امید ہوتی تھی کہ آپ ﷺ شاید دوبارہ تشریف لائیں گے اور مجلس برقرار رہے گی لیکن جب امید ختم ہو جاتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتشر ہو جاتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَاَنْشُرُوا﴾

”اور جب (صاحب مجلس کی طرف سے) کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو تم اٹھ جاؤ۔“ (المجادلہ: ۱۱)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا تعلق فرد سے بھی ہے اور اجتماع سے بھی (مطلب یہ ہے کہ اگر پوری مجلس کو کہا جائے کہ اب آپ تشریف لے جائیں تو اہل مجلس کو فوراً چلے جانا چاہئے اور خواہ مخواہ بلاوجہ دھرنہ نہ لگائیں کیونکہ بعض اوقات اہل خانہ کو اور منتظمین مجلس کو اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔) نیز اگر امیر مجلس یا اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظمین کسی کو کسی جگہ سے اٹھ جانے کے لئے کہیں تو مجلس کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ ان سے مزاحمت نہ کرے بلکہ خوشی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ جائے البتہ امیر مجلس کے لئے یہ لازم ہے کہ طریقہ ایسا اختیار کریں کہ جس کو اٹھایا جاتا ہے اس کی تحقیر و تذلیل نہ ہو اور نہ وہ اپنی خفت اور ذلت محسوس کرے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آنے والے کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ اپنے لئے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور وہاں خود بیٹھ جائے البتہ امیر مجلس اور منتظمین کے لئے بعض حالات میں یہ درست ہے کہ وہ مہمانوں کے اکرام و اعزاز میں اپنے بے تکلف دوستوں اور شاگردوں کو جگہ خالی کرنے کے لئے کہیں اور ان کو بھی چاہئے کہ وہ خوشی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ کو مہمانوں کے لئے خالی کر دیں۔

(۲۳) آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہونی چاہئے جو ذکر اللہ اور ذکر آخرت سے خالی ہو مجلس سے اٹھنے کے وقت یہ دعا پڑھ لیجئے:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی جگہ بیٹھا اور اس نشست میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا تو یہ مجلس اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگی۔ (ابوداؤد: کتاب الادب)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم بھی کسی مجلس سے اٹھے اور انہوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو وہ ایک قسم کے مردار گدھے (کے کھانے) سے اٹھی اور (قیامت کے دن) ان پر حسرت ہوگی (یعنی قیامت کے دن وہ افسوس کریں گے)۔ (ابوداؤد: کتاب الادب)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چند کلمات ہیں اگر کوئی بندہ کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین بار کہہ لے تو وہ اس کی مجلس کی ساری لغزشوں کا کفارہ ہو جائیں گے اور اگر یہی کلمے کسی مجلس خیر یا مجلس ذکر کے خاتمے پر کہے جائیں تو اس مجلس روندا کے نوشتہ پر ان کلمات کی مہر اس طرح لگا دی جاتی ہے جس طرح اہم کاغذات اور دستاویزات پر مہر لگا دی جاتی ہے وہ کلمے یہ ہیں:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

”اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں (صرف تو معبود برحق ہے) میں اپنے گناہوں کی بخشش تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔“ (ابوداؤد: کتاب الادب)

اس مضمون کے قریب قریب نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس سے بہت سی قابل گرفت باتیں سرزد ہوئیں مگر اس نے مجلس سے اٹھتے وقت کہا:

(سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

”اے اللہ تعالیٰ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں صرف تو ہی معبود برحق ہے) اور میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام لغزشوں کو معاف کر دے گا جو اس سے سرزد ہوئیں۔

نبی کریم ﷺ خود بھی مجلس سے اٹھتے وقت یہی مذکورہ دعا پڑھتے تھے۔ (دیکھئے ابوداؤد: الادب باب كفارة المجلس)

بات چیت کے آداب!

بات چیت کے آداب یہ ہیں۔

(۱) ہمیشہ سچ بولنا جھوٹ سے پرہیز کرنا، غیبت نہ کرے، کسی پر بہتان نہ لگائے، گالی گلوچ اور گندی

باتوں سے غرض ہر قسم کی نافرمانی سے پرہیز کیا جائے۔ نیز ہر ایسی بات سے پرہیز کرنا جس کی وجہ سے دو مسلمانوں کے درمیان نزاع اور جھگڑا پیدا ہوا اگرچہ بات سچی ہو، مثلاً زید نے عامر کے خلاف کوئی بات کی تو وہ بات اس تک پہنچانا یہ چغلی ہے جس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ (جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ اور چغلی کے بارے میں تفصیلی مضامین پہلے گزر چکے ہیں ایمانی صفات میں پڑھ لیجئے۔)

خلاصہ یہ کہ انسان کو چاہئے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے گفتگو کے دوران کوئی غیر مناسب بات منہ سے نہ نکالے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر وسوسے و خیال کو جانتا ہے اور ہر بات کو سنتا ہے اور میرے دائیں، بائیں دو فرشتے مقرر ہیں جو میرے ہر عمل اور زبان سے نکلنے والی ہر بات کو لکھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمُ مَاتُوسُوسٌ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ أَذِيتَلَقَى الْمُتَلَقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾ (سورہ ق: ۱۶ تا ۱۸)

”اور بے شک ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا اور ہم (خوب) جانتے ہیں ان وسوسوں (اور خیالات) کو جو اس کے دل میں گزرتے ہیں اور ہم اس کی شرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں (اس کے علاوہ) جبکہ (اس کے اعمال اور اقوال کو لے لیتے) دو لینے والے (فرشتے ان میں ایک) دائیں جانب اور (دوسرا) بائیں جانب بیٹھا ہوتا ہے وہ زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک مستعد نگران (لکھنے اور ریکارڈ کرنے کے لئے) موجود رہتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ کسی شخص کا کوئی قول و فعل اور کوئی حرکت مجھ سے چھپ سکتی ہے اگر میرا بندہ مجھے نہیں دیکھ رہا تو میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور میں ہر شخص سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ میرے علم و قدرت نے ہر شخص کو ہر طرف سے اور ہر پہلو سے گھیر رکھا ہے، اس کا ظاہر و باطن ہر لمحہ میری نگاہوں میں ہے اور میں بذات خود ہر شخص کے وساوس اور خیالات تک سے اچھی طرح باخبر ہوں کسی کا کوئی قول، فعل اور کوئی خیال، سوسہ مجھ سے مخفی نہیں اس کے باوجود

اتمامِ حجت کے لئے یہ اہتمام کیا ہے کہ ہر شخص پر دو دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں جن میں سے ایک داہنے اور دوسرے بائیں جانب بیٹھا رہتا ہے اور انسان کی کوئی حرکت ایسی نہیں جس پر وہ دو فرشتے مطلع نہ ہوں اور جو نبی اس سے کسی قسم کی حرکت و فعل صادر ہوتا ہے اور جو نبی اس کی زبان سے کوئی لفظ نکلتا ہے تو وہ فرشتے اسے فوراً محفوظ اور ریکارڈ کر لیتے ہیں۔ انسان کو محتاط رہنے اور اس کو پرہیزگاری پر ڈالنے کے لئے یہ چند آیتیں کافی ہیں اگر وہ صرف انہی آیتوں کا استحضار رکھے تو وہ کبھی کوئی ایسی حرکت اور بات نہیں کرے گا جس سے اللہ عز و جل ناراض ہو بلکہ وہ ہر غیر پسندیدہ خیال سے بھی پرہیز کرے گا۔

(۲) بات صاف اور سیدھی کرنی چاہئے گول مول بات نہیں کرنی چاہئے۔

(۳) فضول بات نہ کرنا اور ضرورت کے مطابق بات کرنا۔ ہر وقت اور بے موقع باتیں کرنا وقار اور سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فلاح پانے والوں کی صفات میں فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾

”اور جو فضول باتوں (اور کاموں) سے اعراض کرنے والے ہیں۔“ (سورۃ المؤمنون: آیت ۳)

(۴) بات متوسط آواز سے اور مسکراتے ہوئے لہجے میں کرنی چاہئے۔ (اس کی پوری تفصیل ایمانی صفات نامی کتاب میں کتاب الاخلاق کے اندر نرم خوئی اور خوش کلامی کے بیان میں موجود ہے۔)

(۵) عورت کو چاہئے کہ غیر محرم کے ساتھ اگر بات کرنے کی ضرورت پڑے تو صاف اور سیدھے الفاظ میں اور کسی قدر خشک انداز سے بات کرے۔ نرم لہجہ میں ایسی ملائم بات نہ کرے جس سے مخاطب کے دل میں کوئی بد خیال اور لالچ پیدا ہو جائے۔ (دیکھئے سورۃ احزاب: ۳۲)

(۶) باتوں میں کسی کو تکلیف نہ پہنچانا مثلاً کسی کو ستانے کے لئے کوئی بات کرنا یا کسی کا مذاق اڑانا وغیرہ۔ (دیکھئے سورۃ الحجرات: ۱۱)

(۷) جاہل ضدی اور جذباتی لوگ اگر باتوں میں الجھنا چاہیں تو مناسب انداز میں سلام کر کے وہاں سے رخصت ہونا۔ (سورۃ الفرقان: ۶۳)

(۸) دوا دمی بات کر رہے ہوں تو اجازت لئے بغیر دخل نہیں دینا چاہئے اور نہ کسی کی بات کاٹ کر بولنے کی

کوشش کریں اگر بولنا ضروری ہو تو اجازت لے کر بولیں جیسا کہ اس کا بیان آدابِ مجلس میں گزر چکا ہے۔

(۹) کوئی کچھ پوچھے تو پہلے غور سے اس کا سوال سن لیجئے پھر خوب سوچ کر جواب دیجئے۔

(۱۰) جس سے بات کریں تو اس کی عمر، مرتبہ اور اس سے اپنے تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کیجئے مثلاً باپ، دادا اور دوسرے بڑوں کے ساتھ دوستوں کی طرح گفتگو نہ کیجئے اور نہ ان کے سامنے بلا ضرورت بلند آواز کے ساتھ بولیں۔

(۱۱) ٹھہر ٹھہر کر صاف انداز میں بات کریں اور مخاطب کے ذہن اور عقل کے مطابق بات کر کے اس کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ (دیکھئے ابوداؤد: کتاب الادب باب الہدی فی الکلام نیز دیکھئے ابوداؤد: کتاب العلم باب تکریر الحدیث و باب فی سرد الحدیث)

(۱۲) اگر چند لوگوں کے سامنے کوئی بات کہنی ہو تو صرف ایک ہی شخص کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ وقفے وقفے سے ہر ایک کی طرف التفات کرنا چاہئے کہ دوسروں کو عدم التفات کی شکایت پیدا نہ ہو۔ (الادب المفرد للبخاری رحمۃ اللہ علیہ باب اذا حدث الرجل لا یقبل علی واحد)

(۱۳) ہمیشہ مختصر اور سادہ الفاظ میں مطلب کی بات کیجئے بلاوجہ گفتگو کو طول دینا مناسب نہیں گفتگو یا تقریر سے بعض اوقات حق کی تبلیغ مقصود نہیں ہوتی بلکہ اپنی شہرت مقصود ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کے ذریعے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا جاتا ہے ان اغراض کے حاصل کرنے کے لئے لوگ نہایت مسجع، مقفی اور تکلف آمیز تقریر کرتے ہیں، گفتگو اور بیان کو طول دیتے ہیں اور چبا چبا کے باتیں کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام باتوں کو ناپسندیدہ بتایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ الْبَلِغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا يَتَخَلَّلُ الْبَقْرَةُ بِلِسَانِهَا)

”بے شک اللہ تعالیٰ ایسے فصیح و بلیغ شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح توڑ مروڑ

(اور چبا چبا) کر باتیں کرے جس طرح گائے اپنی زبان سے گھاس توڑ مروڑ کر کھاتی ہے۔“ (ترمذی،

ابوداؤد، مشکوٰۃ: باب البیان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اسلوب کلام میں رد و بدل کو اس لئے سیکھتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر قابو پالے (اور ان کو اپنا گرویدہ بنالے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کے نفل قبول کرے گا اور نہ فرض۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: باب البیان)

ایک بار ایک شخص نے بہت طویل گفتگو یا لمبی تقریر کی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہوتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”میں مناسب سمجھتا ہوں یا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ میں بات کرنے میں اختصار سے کام لوں کیونکہ اختصار ہی بہتر ہے۔“ (ابوداؤد: باب البیان والشعر)

تجربہ شاہد ہے کہ بہت لمبی بات اور تقریر سے لوگ اکتا جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات کسی تقریر اور وعظ کو سننے والے شروع میں بہت اچھا اثر لیتے ہیں لیکن جب بات حد سے زیادہ لمبی ہو جاتی ہے تو لوگ اکتا جاتے ہیں اور وہ اثر بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

چلنے پھرنے کے آداب!

(۱) راستے میں خاکساری اور وقار کے ساتھ درمیانی رفتار سے چلیں۔ متکبروں کی طرح اکڑ کر اور اترا کر نہ چلیں نیز تیز رفتاری میں بھی کوئی حرج نہیں مگر بغیر ضرورت بھاگیں، دوڑیں نہیں اور نہ اتنا آہستہ آہستہ چلیں کہ لوگ بیمار سمجھنے لگیں اور ٹخنوں سے پائجامہ اونچا کر کے چلیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا﴾

”اور رحمن کے (خاص اور محبوب) بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری (سکون اور وقار کے ساتھ

چلتے ہیں)۔“ (فرقان: ۶۳)

دوسری جگہ فرمایا کہ:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

”اور زمین میں اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی اکڑنے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں

کرتا۔“ (لقمان: ۱۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا جو اپنا ازار (یعنی شلو اور تہبند) کو غرور و تکبر سے نیچے لٹکائے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: کتاب اللباس) (۲) قدم اٹھا کر چلیں، پاؤں گھسیٹ کر نہ چلیں، پاؤں گھسیٹ کر چلنا مردانہ چال سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نبی کریم ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ آپ ﷺ پستی میں اتر رہے ہیں۔ (شامل ترمذی)

(۳) نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے چلیں، ادھر ادھر جھانک کر نہ دیکھیں اگر کسی مرد کی عورت پر یا حسین لڑکے پر نظر پڑے یا عورت کی مرد پر نظر پڑے تو فوراً اپنی نظروں کو نیچے کر لیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں یہی حکم فرمایا ہے۔ (جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان پردہ اور نظر کی حفاظت میں گزر چکا ہے۔ ۱) (۴) اگر آپ کے دل میں لالچ پیدا ہو جائے تو نظر اٹھانے سے سخت پرہیز کریں اور اپنے حقیقی محبوب اللہ تعالیٰ سے التجا اور دعا کریں کہ یا اللہ مجھے اس کی آزمائش اور فتنے سے بچائیے مثلاً اگر وہ عورت ہے تو عربی میں یوں دعا مانگیں:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النِّسَاءِ)

”اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عورتوں کی آزمائش اور فتنہ سے۔“

عربی کے الفاظ ضروری نہیں جس زبان میں مانگیں مانگ سکتے ہیں البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اپنی عاجزی و محتاجی اور بے بسی کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ (۵) عورتوں کو چاہئے کہ وہ گھروں میں رہیں اور بلا کسی شدید ضرورت کے راستوں میں نہ چلیں ۲ اور جو عورت کسی ضرورت کے تحت راستے پر چلنا چاہے تو وہ بجنے والے زیورات پہن کر نہ چلے یا پھر دبے پاؤں چلے تاکہ جاتے وقت جھنکار پیدا نہ ہو ۳ نیز عورت کو چاہئے کہ تیز خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلے کیونکہ اس

۱۔ دیکھئے قرآن مجید سورہ نور: نمبر: ۱۳۰ اور مشکوٰۃ: کتاب النکاح: باب النظر الی المخطوۃ و بیان العورات. ۲۔ دیکھئے سورہ

احزاب: ۳۳۔ ۳۔ دیکھئے سورہ نور: ۳۱۔

کی وجہ سے لوگوں میں اس کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کے دلوں یہ خیال بھی پیدا ہوگا کہ یہ عورت لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ عورت جب کسی ضرورت کے لئے نکلے تو برقعہ یا لمبی چادر سے اپنے جسم، اپنے لباس اور زیب و زینت کی ہر چیز کو خوب اچھی طرح لے ڈھانپ لے اور ایسی چال اختیار کرے جس کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اس کی طرف نہ ہوا کرے۔

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لَعَنَ اللَّهُ النَّاطِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ“ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو (قصداً بلا عذر کسی اجنبی عورت یا مرد کی طرف) دیکھے اور اس پر بھی جس کی طرف دیکھا جاتا ہے (یعنی وہ عورت قصداً اپنے آپ کو اجنبی لوگوں کو دکھائے اور ان کو اپنی طرف مائل کرے)۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

(۶) عورتیں اور مرد ایک ساتھ اکٹھے مل جل کر نہ چلیں بلکہ عورتیں ایک طرف ہو کر راستے کے کنارے، کنارے پر چلیں اور مردوں کو چاہئے کہ وہ ان سے بچ کر چلیں۔ (ابوداؤد، بیہقی دیکھئے مشکوٰۃ: باب الجلوں والنوم والمشي)

(۷) لوگوں کو سلام کیا کریں۔ سلام کے آداب اور احکامات سلام کے بیان میں پڑھ لیجئے۔

(۸) راستے میں لوگوں کے لئے رکاوٹ نہ بنیں مثلاً درمیان راستے میں نہ چلیں کہ اس سے آپ گاڑیوں کے لئے رکاوٹ بن جائیں گے تنگ گلی اور مسجد کے دروازوں میں اس طرح کھڑے نہ ہوں کہ دوسروں کے لئے جانے کا راستہ بند کر دیں۔ بہتر یہ ہے کہ سیدھے (یعنی دائیں) ہاتھ چلیں بشرطیکہ اس طرح چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو ورنہ جس طرح سہولت ہو اسی طرف چلیں۔

(۹) راستے سے ضرور رساں چیز کو دور کیا کریں جیسا کہ کانٹے رکاوٹ ڈالنے والے پتھر، کیلے کا چھلکا جس سے چلنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہو۔ ایسی چیزوں کو راستے سے ہٹانا ہمدردی اور کارِ ثواب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے ایمان کی شاخوں میں سے ایک شاخ بتلایا ہے۔ (دیکھئے بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الایمان)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص راستے میں سے پتھر کو ہٹائے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر، ترغیب: ج ۳ ص ۶۱۹)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا اس نے ایک کانٹا درشاخ کو راستے میں پڑا ہوا پایا اس نے اسے راستے سے ہٹایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ (بخاری، مسلم، ترمذی: ۶۲۰/۳)

ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم تفصیل کے لئے دیکھئے ترمذی: ۶۱۵ تا ۶۲۱/۳)

(۱۰) دونوں جوتے اتار کر چلیں اگر ایک جوتا گم ہو گیا یا پھٹ گیا تو ایک پاؤں ننگا اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے ایسی صورت میں دونوں پاؤں ننگے کر کے چلیں البتہ گھر کے اندر اگر ایک جوتے میں چند قدم چلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”تم میں سے کوئی شخص ایک پاؤں میں جوتا پہن کر نہ چلے یا دونوں پاؤں ننگے ہوں یا دونوں پاؤں میں جوتے ہوں۔“ (بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب کسی شخص کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو ایک ہی جوتی میں نہ چلے (بلکہ دوسرے جوتے کو بھی اتار لے) یہاں تک کہ اس جوتی کا تسمہ درست کر لے۔ (مسلم تفصیل کے لئے دیکھئے مشکوٰۃ: باب القتال)

کھانے پینے کے آداب!

(۱) ہمیشہ پاک چیزیں کھایا پیا کریں اور حرام سے پرہیز کریں (یعنی کوئی ایسی چیز نہ کھائیں اور نہ پیئیں جو ناپاک ہو جیسے مردار گوشت اور شراب) اور نہ ہی ایسی حلال چیزوں کو کھائیں، پیئیں جو حرام ذرائع سے حاصل کر کے حرام بنا دی گئی ہوں جیسے چوری، ڈاکے کا مال کا کھانا یا سود، سٹہ کی کمائی سے خریدی ہوئیں چیزوں کا کھانا پینا۔

(۲) کھانے، پینے کے لئے سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال نہ کریں جیسا کہ اس کا بیان لباس کے بیان میں گزر چکا ہے ایمانی صفات میں کہ کھانے، پینے کے لئے سونے، چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد،

عورت دونوں کے لئے حرام ہے اور جو شخص سونے یا چاندی میں کھاتا پیتا ہے تو گویا وہ جہنم کی آگ اپنے پیٹ میں داخل کر رہا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم دیکھئے مشکوٰۃ: کتابُ الأطعمَةِ بابُ الأَشْرَبَةِ الفصل الاول) (۳) پاکی اور صفائی کا خیال رکھنا۔

یعنی دسترخوان پاک اور صاف ستھرا ہونا چاہئے۔ کھانے، پینے کی چیزوں کو ڈھانک کر رکھنا چاہئے تاکہ ان میں گرد و غبار یا کوئی کیڑا مکوڑا نہ پڑ جائے۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ، منہ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کسی چیز سے ہاتھ صاف کرنا اور خشک کرنا۔ دانتوں میں خلال بھی کرنا چاہئے تاکہ منہ پاک و صاف رہے۔ حضرت سلمان فارسی ؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا باعث برکت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ: کتاب الاطعمۃ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی رات کو اس حال میں سو جائے کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی کا اثر اور بو ہو کہ کھانے کے بعد اس کو دھویا نہ ہو اور اس کی وجہ سے اس کو تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کسی کیڑے نے کاٹ لیا) تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کیونکہ چکنے ہاتھوں کے ساتھ سو کر وہ اس تکلیف کا سبب خود بنا ہے)۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اس حدیث میں اس بات کی ترغیب دیدی گئی ہے کہ کھانے کے بعد خاص کر جب ہاتھ میں چکنائی کا اثر ہو تو ہاتھوں کو اس طرح دھولیا جائے کہ اس کا اثر باقی نہ رہے۔ کنز العمال میں معجم اوسط طبرانی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ، منہ دھونا دافع فقر ہے اور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (معارف الحدیث: ۲/۲۵۵)

اگر پانی کی قلت ہو یا جلدی ہو یا دھونے کی کوئی جگہ اور برتن نہ ہو تو ایسے حالات میں کھانے کے بعد صرف ہاتھ صاف کر لینا بھی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن الحارث ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تھے کسی شخص نے آپ کی خدمت میں روٹی اور گوشت لا کر پیش کیا، آپ نے مسجد ہی میں تناول فرمایا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھایا، پھر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی نماز کے

لئے کھڑے ہو گئے (اس وقت) اس سے زیادہ ہم نے کچھ نہیں کیا کہ اپنے ہاتھوں کو صرف سنگریزوں سے صاف کر ڈالا۔“ (ابن ماجہ، دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الاطعمۃ)

(۴) ذکر کے ساتھ کھانا کھانا۔ یعنی کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۔ (المستدرک للحاکم) یا (بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰهِ ۲) پڑھنا چاہئے۔

اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آجائے تو یوں کہہ دینا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُهُ وَاٰخِرُهُ“ ۳۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

اور کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے اور یہ دعا پڑھ لیجئے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“ ۴۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

یاد رہے کہ! جو لوگ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتے (اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں) ان کے ساتھ کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الاطعمۃ)

بندہ کے سامنے جب کھانا آئے تو وہ اس حقیقت کو یاد کرے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا عطیہ ہے اور میں اس کا محتاج ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اس لائق ہو گیا کہ اس کو کھاسکوں اور اس سے لذت حاصل کرسکوں، اس تصور کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیجئے، کھانا کھانے کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہو اور کھانے کے بعد شکر ادا کیجئے۔ الفاظ شکر کا بیان اوپر گزر گیا۔

(۵) تواضع سے کھانا کھانا چاہئے تکبر اور متکبرین کی شان سے پرہیز کرنا چاہئے، کھانے کے لئے بیٹھنے کی صورت عاجزانہ ہونی چاہئے، ٹیک لگا کے بیٹھنے کی حالت میں کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں ٹیک لگا کر (یا کسی چیز کے سہارے بیٹھ کر) کھانا نہیں کھاتا۔“ (بخاری، مشکوٰۃ)

کھانا کھاتے وقت ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین پر رکھا جائے۔ دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھا جائے۔ تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ ٹیک کر بیٹھا جائے اور دوسرے ہاتھ سے کھانا

۱۔ مطلب یہ ہے کہ ”اللہ، رحمن اور رحیم کے نام سے (شروع کرتا ہوں)“ ۲۔ اس کے معنی یہ ہے کہ ”شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام پر اور اللہ تعالیٰ کی برکت پر۔“ ۳۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں شروع میں بھی اور آخر میں بھی۔ ۴۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

کھایا جائے۔ چوتھی صورت یہ کہ تکیہ یا دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے یہ تمام صورتیں درست نہیں بل ضرورت ان میں کسی صورت کو اختیار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح بیٹھنا متکبرانہ طریقہ۔ کنز العمال میں مسند ابویعلیٰ اور ابن سعد کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے:

(اَكْلُ كَمَا يَأْكُلُ الْعَبْدُ وَالْعَبْدُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ)

”میں ایک غلام اور بندہ کی طرح کھاتا ہوں غلام اور بندہ کی طرح بیٹھتا ہوں۔“

قریب قریب یہی مضمون بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا بھی ہے۔ ان سب روایات کا حاصل اور مدعا یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے لئے ایک عاجز بندہ کی طرح بیٹھتے تھے متکبرین کی طرح نہیں بیٹھتے تھے اور یہی آپ ﷺ کی تعلیم تھی۔ جو بندہ کھانے کے وقت اس حقیقت سے غافل نہ ہوگا کہ کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا عطیہ ہے تو وہ کبھی متکبروں کی طرح نہیں بیٹھے گا اور نہ متکبروں کی طرح کھائے گا۔ (معارف الحدیث: ۶/۲۷۳)

کھانے کے لئے بیٹھنے کی مسنون صورتیں یہ ہیں:

یا تو ایک گھٹنا کھڑا کر کے اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر بیٹھا جائے یا دو زانوں بیٹھ کر یا اکڑوں بیٹھ کر کھایا جائے ان تین صورتوں کی بجائے کسی اور طرح بیٹھ کر کھانا اصل میں تو جائز ہے لیکن خلاف ادب ہے اس لئے بلا ضرورت ٹیک لگا کر کھانا نہ کھائیں اور تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ دو انگلیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے نوالے نہ لیں بلکہ تین انگلیاں استعمال کریں اور اگر چاول وغیرہ جیسی چیزوں کے لئے ضرورت پڑے تو تین سے زیادہ انگلیاں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ ۲ اور تواضع و خاکساری میں یہ بھی ہے کہ کھانے میں عیب نہ نکالا جائے اگر دل چاہے تو کھالیں ورنہ چھوڑ دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا اگر آپ کو

۱ دیکھئے مجمع الزوائد: ۵/۲۴ تا ۲۵ اور مصنف ابن ابی شیبہ: ج: ۵ کتاب الاطعمہ باب من کان یا کل متکئاً نیز دیکھئے مشکوٰۃ: باب الاشرار الفصل الثانی۔ ۲ دو انگلیوں سے متکبرانہ اور شیطانی طریقہ ہے۔ (مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی: ۵/۲۵ نیز دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم: کتاب الاطعمہ۔)

رغبت ہوتی تو اس کو کھالیتے اور اگر پسند نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیزوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جو چیز آپ کو مرغوب ہوتی اس کو آپ رغبت سے کھالیتے تھے اور جو چیز آپ کو مرغوب اور پسندیدہ نہ ہوتی اس کو چھوڑ دیتے تھے یہ نہیں تھا کہ جو چیز مرغوب نہیں ہوتی اس کو برا کہتے یا اس میں عیب نکالتے۔

(۶) کھانا داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھایا جائے۔

انسان کو ضرورت کے مطابق پاک و ناپاک ہر قسم کے کاموں اور چیزوں میں ہاتھ استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکی اور صفائی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ الگ الگ کاموں کے لئے خاص کر دیئے جائیں چنانچہ دین اسلام نے سب اچھے کاموں کے لئے داہنے ہاتھ اور دائیں طرف کو اور دفعِ نجاست کے لئے بائیں ہاتھ اور بائیں طرف کو خاص کر دیا ہے مثلاً کھانا کھانے پانی پینے کے لئے داہنا ہاتھ ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور لباس پہنتے وقت شروع داہنے پاؤں اور دائیں طرف سے کیا جائے گا۔ ناک صاف کرنے اور استنجا کے لئے بایاں ہاتھ ہے۔ مسجد سے نکلتے وقت یا لباس اتارتے وقت کی ابتداء بائیں پاؤں اور بائیں طرف سے کی جائی گی۔

حضرت عمر ابن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا (کھانے کے وقت) میرا ہاتھ رکابی میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا (جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی رکابی اور پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ مارتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ (کھانے سے پہلے) بسم اللہ پڑھا کرو، اپنے داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور کوئی چیز پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم میں سے کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ اس سے پیئے کیونکہ شیطان (کا طریقہ یہ ہے کہ وہ) اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

(۷) نہ حرص کے ساتھ کھائے اور نہ حریصوں کی طرح کھانا کھائے۔

مثلاً بہت بڑے بڑے نوالے نہ لے۔ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھائے جیسا کہ نمبر ۶ میں اس کا بیان گزر گیا البتہ اگر برتن میں متعدد چیزیں ہوں تو دوسری طرف سے کھانے میں بھی مضائقہ نہیں۔ پلیٹ کے بیچ میں سے کھانا نہ کھائے بلکہ کنارے سے کھانا کھائے۔ اگر ایک نوالہ منہ میں ہے تو دوسرا نوالہ منہ میں نہ ڈالیں بلکہ ایک نوالہ نگلنے کے بعد ہی دوسرا نوالہ منہ میں ڈالیں۔ اگر پھل سامنے آئے تو ایک ایک دانہ اٹھائیں البتہ اگر پھل کے دانے چھوٹے چھوٹے ہیں جیسے انگور کے دانے تو ایک سے زیادہ دانے اٹھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ساتھیوں کا خیال رکھے ایسا نہ ہو کہ عمدہ گچھا آپ اٹھائیں اور گھٹیا قسم کا ساتھیوں کے لئے چھوڑ دیں نبی کریم ﷺ نے بغیر اجازت کے دو دو کھجور ایک ساتھ کھانا سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الاطعمہ حوالہ مسلم)

(۸) کھانے کی قدر کرنا۔

مثلاً کھانے میں عیب نہ نکالنا اس کا مطلب یہ نہیں کہ روٹی اور سالن اچھی طرح نہ پکائے بلکہ اچھا اور محنت سے نہ پکانا بھی نعمت کی ناقدری ہے کیونکہ نعمت (جیسے آٹے اور سبزی) کو ضائع کرنا بھی نعمت کی ناقدری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یوں نہ کہیں کہ یہ چیز اچھی نہیں مثلاً ساگ ہے اور آپ کو ساگ مرغوب نہیں تو آپ ساگ ہی میں عیب نہ نکالیں، اسی طرح اگر آپ کسی دوسری جگہ مہمان ہیں تو وہاں پر کسی پکائی ہوئی چیز پر اعتراض نہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی دل شکنی ہوگی۔ نعمت کی قدر دانی میں سے یہ بھی ہے کہ دسترخوان سے چھوٹے چھوٹے روٹی کے ٹکڑے اٹھا کر کھانا۔ اگر منہ کو نوالہ لگے بغیر گر گیا تو اگر اس کو صاف کر کے کھایا جاسکتا ہے۔ پلیٹ کو صاف کرنا اگر پلیٹ میں زیادہ سالن بچا ہوا ہے کہ وہ کسی کے کام آسکتا ہے تو صرف اپنی طرف سے اور کناروں سے صاف کرنا اور آخر میں انگلیوں کو چاٹنا یہ سب نعمت کی قدر کے زمرے میں آتے ہیں اور کھانے کے قابل خوراک کوڑے کی ٹوکری میں پھینکنا اور ضائع کرنا یا روٹی سے انگلیاں اور ہاتھ صاف کرنا اور اسے ضائع کرنا جیسے امور بھی نعمت کی ناقدری اور بے حرمتی کے زمرے میں آتے ہیں۔ روٹی سے انگلیاں صاف کرنا گھناؤنی عادت بھی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ (کھانے کے بعد انگلیوں کو

چاٹ لیا جائے اور برتن کو بھی صاف کر لیا جائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ کھانے کے کس ذرے اور کس جز میں برکت ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت مُنِیْثَہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص طباق، پیالے (اور طشتری) میں کھائے اور پھر اس کو (انگلیوں سے) چاٹ لے تو وہ پیالہ (اور پلیٹ) اس شخص کے لئے دعا کر کے کہتا ہے کہ جس طرح تو نے شیطان کے (کھانے یا اس کے خوش ہونے) سے مجھ کو نجات دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے۔ (رزین، مشکوٰۃ)

ترمذی، احمد، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اِسْتَغْفَرْتُ لَكَ الْقَصْعَةَ“ وہ پیالہ اس شخص کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتا ہے اور طبرانی نے حضرت عرابض سے یہ نقل کیا ہے:

(مَنْ لَعَقَ الصَّحْفَةَ وَلَعَقَ أَصَابِعَهُ أَشْبَعَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)

”جس شخص نے رکابی کو چاٹا اور اپنی انگلیوں کو چاٹا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت (دونوں) میں سیر کرے گا۔“ (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لئے چھوڑ نہ دے پھر جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس ذرے اور کس جز میں برکت ہے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الاطعمہ بحوالہ صحیح مسلم)

(۹) اگرچہ الگ الگ کھانا کھانا بھی جائز ہے لیکن مل جل کر اکٹھے کھانا بہتر اور اس میں برکت ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو مقدم فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيعًا وَاَشْتَاتًا)

”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔“ (سورہ نور: ۶۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تنہا اور الگ الگ کھانا بھی جائز ہے البتہ مل کر کھانا پسندیدہ اور باعث برکت ہے۔ حضرت وحشی بن حربؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے (کچھ) صحابہ نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن ہم آسودہ (اور سیر) نہیں ہوتے آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں (ہم الگ الگ کھاتے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کھانے پر ایک ساتھ بیٹھا کرو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یعنی (بسم اللہ پڑھ کر اجتماعی طور پر) کھایا کرو پھر تمہارے لئے کھانے میں برکت عطا کی جائی گی۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

(۱۰) عدل بلکہ ایثار کے ساتھ کھانا کھانا۔

اکٹھے کھانے کی صورت میں کھانا کھانے والوں کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ ظلم سے کھانا کھایا ہے، وہ یہ کہ مشترک کھانا ہے ایک شخص اچھی اچھی چیزیں خود اپنے لئے اکٹھا کرے اور دوسروں کو ان چیزوں کے کھانے سے محروم کر دے یا خود اپنے لئے زیادہ رکھے اور دوسروں کے لئے کم۔ دوسرا یہ کہ عدل و انصاف سے کھانا کھانا، وہ یہ کہ اچھی اور مرغوب چیزوں کو انصاف کے ساتھ کھایا جائے مثلاً گوشت کی تین بوٹیاں ہیں اور آپ بھی تین بھائی ہیں تو ایک ایک بوٹی کھائیں یا مثلاً دسترخوان پر صرف ایک سیب ہو تو اس کے تین ٹکڑے کر دیں تاکہ ہر بھائی تھوڑا تھوڑا کھائے۔ تیسرا یہ کہ ایثار سے کھانا کھانا، وہ یہ کہ خود اچھی اور مرغوب چیزیں کم کھائیں یا نہ کھائیں تاکہ آپ کے بھائی ان کو کھالیں مثلاً ایک روٹی ہے تو آپ اس میں سے تھوڑی سی لے لیں اور لے کر باقی دوسرے بھائیوں کے لئے چھوڑ دیں یا خود بوٹیاں نہ کھائیں یا اس لئے کم کھائیں تاکہ آپ کے دوسرے بھائی زیادہ کھالیں، اسی طرح ہر چیز میں دوسرے کا لحاظ رکھیں کہ وہ آپ کے مقابلے میں زیادہ اچھی اور مرغوب چیزیں کھالے۔ ان تین صورتوں میں پہلی صورت سے پرہیز کریں کہ یہ ظالم، حریص اور بے مروت لوگوں کا کام ہے۔ دوسری صورت جائز اور درست ہے اور تیسری صورت یعنی ایثار کرنا بہت ہی اچھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُونَ ۝﴾

”اور وہ ان کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان کے اوپر فاقہ ہو اور جو شخص اپنے جی کے لالچ

سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ (سورۃ الحشر: ۹)

بہر حال کوشش کیجئے کہ کھانے، پینے ہر چیز میں ایثار کریں ایثار کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں۔

(۱۱) نہ خود کو ایذا دینا اور نہ دوسروں کو ایذا پہنچانا۔

دوسروں کو ایذا دینے کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی عمل کھانے کے دوران کیا جائے جس سے دوسروں کو گھن آئے اور کھانے سے دل بھر جائے مثلاً کھانسی آئے تو منہ پھیر کر کھانسی کرے دوسرے بھائیوں کے سامنے اور پلیٹ میں نہ کھائیں اور نہ کھانے کے دوران بار بار اس طرح منہ کھولا جائے کہ چبتا ہوا کھانا منہ کے اندر سے نظر آئے یا کتوں کی طرح چڑپ چڑپ کی آواز نکالی جائے یا کھانے کے دوران بار بار منہ میں انگلی ڈال کر دانتوں میں سے کچھ نکالے یا انگلیوں کو سالن اور چاول میں جڑوں تک ڈبوئے یا منہ میں نوالہ دیتے وقت انگلیاں نوالے کے ساتھ منہ کے اندر کر دی جائیں یا کھانے کے دوران کوئی ایسی بات کی جائے جس کی وجہ سے ساتھیوں کو قے آنے لگے مثلاً یوں کہنا کہ فلاں جگہ گدھا پھول گیا ہے اس کے اندر بڑے بڑے کیڑے ہیں اور اس سے سخت بو اٹھ رہی ہے، اسی طرح ہر وہ کام اور بات جس سے ساتھیوں کو گھن آئے یہ ایذا میں داخل ہے لہذا ہر ایسے کام اور بات سے پرہیز کریں جس سے دوسروں کو گھن آئے۔ اور ایذا اور تکلیف پہنچانے میں یہ بھی داخل ہے کہ بغیر پوچھے پوری پلیٹ میں نمک ڈالا جائے کیونکہ بعض لوگ نمک کم کھاتے ہیں اور بعض کے لئے زیادہ نمک نقصان دہ ہوتا ہے، اسی طرح بغیر پوچھے شرید بنانا اگر سالن کم ہے تو زیادہ سالن لگا کر کھانا جس کی وجہ سے بالآخر ساتھی خشک روٹی کھانے پر مجبور ہو جائیں۔ اسی طرح اگر آپ کھانے سے جلد فارغ ہو گئے اور ساتھیوں میں کوئی ساتھی مہمان ہے یا شرمیلا ہے جس کے بارے میں یہ اندیشہ ہو کہ اگر آپ نے کھانے سے ہاتھ کھینچا تو وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا تو ایسی صورت میں اس کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کھانا تار ہے تاکہ وہ بھی فارغ ہو جائے یا اگر آپ اٹھنا چاہتے ہیں تو پھر عذر کریں مثلاً یہ کہ میں نے دیر سے کھانا کھایا ہے یا آج بھوک کم تھی وغیرہ۔ اور کھانے کے دوران دوستوں، بھائیوں کی طرف جو کھانے میں شریک ہیں نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ نگاہ نیچی رکھنی چاہئے تاکہ دوست و احباب اور بھائی اچھی طرح کھانا کھا سکیں۔ غذا میں زیادہ گرم کھانا، جلا ہوا کھانا، کچی اور جلی

ہوئی روٹی کھانا یا کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنا، زیادہ پیٹ بھر کھانا اور بد پرہیزی کرنا غرض وہ تمام چیزیں جو صحت کے مضر ہوں شامل ہیں اور ایسے تمام امور سے بچنے کی کوشش کریں جو صحت کے لئے مضر ہوں۔ اب دوسروں کی ایذا رسانی اور اپنے آپ کو ایذا رسانی سے بچانے کی بطور نمونہ دو حدیثیں پڑھ لیجئے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دسترخوان بچھا دیا جائے اور لوگ اس پر کھانے کے لئے بیٹھیں تو کوئی شخص اس وقت تک نہ اٹھے جب تک دسترخوان نہ اٹھا دیا جائے اور (کھانے سے) اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ کھینچے جب تک کہ سب لوگ کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اگرچہ وہ سیر ہو گیا ہو (پھر بھی وقفہ وقفہ سے تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے) اگر کسی عذر کی بنا پر اٹھنا چاہتا ہے یا لوگوں کے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ کھینچنا چاہتا ہے تو چاہئے کہ اس کا عذر بیان کر دے کیونکہ یہ (بغیر عذر بیان کئے ہاتھ کھینچنا اور دسترخوان سے اٹھنا جب دوسرے لوگ کھانے میں مشغول ہوں) اپنے ہم نشین کو شرمندہ کر دینا ہے چنانچہ وہ بھی اپنا ہاتھ کھینچ لے گا حالانکہ بہت ممکن ہے کہ وہ اور کھانے کی خواہش رکھتا ہو۔ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ: باب الضیافۃ)

اس ایک حدیث سے اندازہ لگائیے کہ رسول اللہ ﷺ کس قدر اپنے ساتھی اور ہم نشین کا لحاظ کرتے اور کس طرح ایذا سے بچانے پر زور دے رہے ہیں۔

حضرت اُم منذر انصاریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، اس وقت ہمارے گھر میں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ان خوشوں سے کھانا شروع کیا آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کھانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”مَهْ يَاعَلِيَّ فَإِنَّكَ نَاقَةٌ“ اے علی! تم ان کھجوروں سے اجتناب کرو کیونکہ تمہیں (بیماری سے اٹھنے کی وجہ سے) کمزوری لاحق ہے (اس لئے تم ان سے پرہیز کرو) حضرت ام منذر کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء کے لئے چقندر اور جوتیار کئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”يَاعَلِيَّ مِنْ هَذَا فَاصْبِرْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ“ اے علی! اسے کھاؤ کیونکہ تمہارے لئے زیادہ موافق (اور مفید) ہے۔! (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

ادیکھئے مجمع الزوائد: ج ۵ ص ۲۵ بحوالہ الطبرانی اور مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی: باب الاشریۃ الفصل الثانی۔

(۱۲) جوتا اتار کے کھانا کھانا چاہئے کیونکہ اس میں زیادہ راحت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو کیونکہ جوتے اتار دینا تمہارے پاؤں کے لئے زیادہ راحت بخش ہے۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

اس روایت میں جوتے اتارنے کا حکم شفقت کی بنا پر دیا گیا ہے تاکہ راحت کے ساتھ کھانا کھایا جائے اگر کوئی جوتے پہنے ہوئے بھی کھانا کھائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔
(۱۳) بازار میں چلتے پھرتے پھل بھی نہیں کھانا چاہئے کیونکہ یہ مروّت کے خلاف ہے البتہ باغ میں یا بیابان میں جہاں صرف اپنے ساتھی ہوں تو پھل چلتے چلتے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔
پانی پینے کے آداب!

(۱) پانی دائیں ہاتھ سے پیئیں جیسا کہ اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔
(۲) زمزم کے، وضو کے اور سبیل کے پانی کے علاوہ پانی بیٹھ کر پینا چاہئے۔ اگر کوئی جلدی میں کھڑے کھڑے پانی پیئے اس میں کوئی گناہ نہیں البتہ اس کی عادت نہیں بنانا چاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)
(۳) پانی پیتے وقت یہ خیال رکھیں کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے مثلاً پانی دیکھ کر پیئیں تاکہ پانی میں ملی ہوئی یا گری ہوئی چیز پیٹ کے اندر نہ جائے۔ پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لیں اور نہ برتن میں پھونک ماریں کیونکہ اندر سے نکلی ہوئی سانس گندی اور زہریلی ہوتی ہے پینے کا برتن اگر کسی جگہ سے ٹوٹا ہوا ہو تو وہاں منہ لگا کر پانی نہ پیئیں کیونکہ وہاں سے پانی نکل کر بدن اور کپڑوں پر گرے گا۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: باب الاشرۃ بحوالہ ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴) پانی تین یا دو سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پینا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک سانس میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

نبی کریم ﷺ اکثر اوقات تین سانس میں ۲ پانی پیتے تھے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پانی دو سانس میں پیا

۱۔ مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔

۲۔ صحیح بخاری دیکھئے مشکوٰۃ باب الاشرۃ۔

جائے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس طرح کئی سانس میں پانی پینا اچھی طرح سیراب کرتا ہے اور پیاس کو بجھاتا ہے۔ بدن کے لئے صحت بخش بھی اور خوب ہضم بھی ہوتا ہے اور معدے میں بڑی آسانی کے ساتھ بھی جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: باب الاشریۃ)

(۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پانی پینا شروع کریں۔

(۶) پانی پینے کے بعد ”الحمد للہ“ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

”تم ایک سانس میں پانی مت پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے بلکہ دو سانس میں پیو اور جب تم پانی پینے لگو تو بسم اللہ کہو اور (پینے کے بعد) برتن کو اپنے منہ سے ہٹاؤ تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو (یعنی ہر بار یا آخری بار جب برتن کو منہ سے ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو)۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

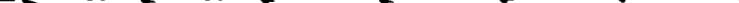
دودھ پینے کے بعد الحمد للہ کہہ کر یہ دعا بھی پڑھئے۔

(اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ) (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

”یا اللہ! ہمارے لئے اس دودھ میں برکت عطا فرما اور ہم کو اس سے زیادہ عنایت فرما۔“

کھانے پینے میں برکت کے معنی!

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ، برکت، وسیع المعنی لفظ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس حدیث اور کھانے میں برکت کے سلسلہ کی بعض دوسری احادیث کا حوالہ دے کر جو کچھ فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کھانے میں برکت ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غذا کا جو اصل مقصد ہے وہ اچھی طرح حاصل ہو، کھانا رغبت اور لذت کے ساتھ کھایا جائے تاکہ طبیعت کو سیری نصیب ہو، جی خوش ہو اور تھوڑی سی مقدار کافی ہو، اور اس سے صاف خون پیدا ہو کر جزو بدن بنے اور اس کا نفع دیر پا ہو، پھر اس سے نفس کی طغیانی اور غفلت پیدا نہ ہو بلکہ شکر اور اطاعت کی توفیق ملے دراصل یہ سب اس حقیقت کے آثار ہیں جس کو حدیث میں برکت کہا گیا ہے۔ (معارف الحدیث: ۵/۲۵۳ تا ۲۵۵)



کمزور اور بے ضرر جانور ہو تو پھر پیشاب کی وجہ سے اس کو تکلیف پہنچے گی۔

اگر کوئی سوراخ خاص طور پر پیشاب پاخانہ ہی کے لئے ہو جیسا کہ بیت الخلاؤں میں ہوتے ہیں تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں۔

(۲) عام راستوں اور مقامات میں جن میں لوگ گرمی، سردی اور بارش میں پناہ لیتے ہیں، پکی ہوئی فصلوں میں، سایہ دار درختوں اور پکے ہوئے میوہ دار درختوں کے نیچے اور کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ نہ کریں اور نہ ندی و نہر کے کنارے ایسے مقامات میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھیں جہاں سے لوگ پانی لے جاتے ہیں یا وہاں سے اپنے مویشیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لعنت کا سبب بننے والی دو باتوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ دو باتیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک یہ کہ آدمی لوگوں کے راستہ میں قضائے حاجت کرے اور دوسرا یہ کہ کوئی شخص لوگوں کے سایہ میں ایسا کرے۔ (مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الطہارت)

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ:

”تم تین چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں (۱) گھاٹوں پر قضائے حاجت سے (یعنی ان مقامات پر جہاں سے لوگ پانی لے جاتے ہیں یا مویشیوں کو پانی پلاتے ہیں) (۲) راستے کے درمیان (۳) سایہ میں پیشاب پاخانہ کرنے سے (بچو)۔“ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

پاکی اور صفائی کا خیال رکھنا!

پاکی اور صفائی میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) بغیر کسی مجبوری اور ضرورت کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اجتناب کریں کیونکہ اس حالت میں یہ خوف ہوتا ہے کہ پیشاب کے چھینٹے جسم پر پڑ جائیں نیز کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں بے ستری کا بھی زیادہ امکان رہتا ہے اور یہ تہذیب و وقار کے بھی خلاف ہے البتہ اگر زمین بیٹھنے کے قابل نہ ہو یا کوئی اور مجبوری ہو تو جائز ہے۔ (۱) (مشکوٰۃ)

۱۔ دیکھئے مشکوٰۃ: کتاب الطہارت: باب آداب الخلاء فصل ثانی کی آخری حدیثیں اور فصل ثالث کی پہلی حدیث۔

(۲) نرم جگہ پر پیشاب کرنا تاکہ چھینٹیں بدن پر نہ پڑیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ پیشاب کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔“ (یعنی جہاں پردہ بھی ہو اور اپنے اوپر چھینٹیں پڑنے کا خطرہ بھی نہ ہو اور رخ بھی غلط نہ ہو۔) (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

(۳) غسل کی جگہ پر پیشاب یا پاخانہ سے پرہیز کیجئے خصوصاً جبکہ غسل خانہ کی زمین کچی ہو کیونکہ جگہ کی گندگی سے پانی کی چھینٹیں گندی ہو کر اڑیں گی اور بدن کو ناپاک کریں گی یا ناپاک ہونے کا وسوسہ دل میں پیدا کریں گی۔

نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ”کوئی شخص اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کیونکہ اکثر وسوسے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔“ (مشکوٰۃ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

(۴) باتیں ہاتھ سے استنجا کرنا کیونکہ داہنا ہاتھ عام طور پر کھانے، پینے، لین، دین اور لکھنے کے کاموں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے پاکیزگی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو استنجہ کی صفائی کے لئے استعمال نہ کیا جائے اس لئے نبی کریم ﷺ نے داہنے ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب ادا ب الخلاء)

(۵) نجس چیز اور ملائم پتھر استنجا میں استعمال نہ کریں کیونکہ اس سے نجاست پھیل جاتی ہے۔ اگر پتھر اور ڈھیلوں سے استنجا کرنا ہو تو پھر کم از کم تین پتھروں اور ڈھیلوں سے استنجا کرنا چاہئے کیونکہ عام طور پر تین سے کم میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔

پتھر اور ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کریں اگر تنہا پانی سے استنجا کریں تو یہ بھی درست ہے اور اگر گندگی جائے خروج سے اور ادھر ادھر پھیلی نہ ہو تو صرف ڈھیلوں سے استنجا بھی کافی ہے اور دونوں کو ملانا بہتر ہے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستور یہ تھا کہ وہ دونوں کو ملاتے تھے اور عام عرب صرف ڈھیلے یا پتھر سے استنجا پر اکتفا کرتے تھے کیونکہ تھوڑی بہت غذا اور ہاضمہ کی درنگی کی وجہ سے ان کی اجابت اونٹ کی میٹھنیوں کی طرح خشک ہوتی تھی اس لئے استنجا میں ان کو پانی کے استعمال کی خاص ضرورت نہ تھی لیکن اس کے باوجود انصار رضی اللہ عنہم کی عادت پانی کے استعمال کی تھی تو قرآن مجید میں ان کی اس پاکیزگی کی تحسین فرمائی گئی۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

۱۔ یہ بات نبی کریم ﷺ نے ایسے موقع پر فرمائی جبکہ آپ دیوار کی جڑ میں نرم و نشیبی زمین میں پیشاب کرنے سے فارغ ہوئے۔

نوٹ! استنجا کے متعلق احکام کو اسی کتاب کی کتاب الطہارت میں پڑھ لیجئے۔

(۶) استنجا کے بعد مٹی یا صابن سے اچھی طرح ہاتھ پاک و صاف کریں۔

نبی کریم ﷺ پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت فرماتے تھے پھر اس کے بعد ہاتھ (یعنی بائیں ہاتھ) کو زمین پر مل کر دھوتے تھے اس کے بعد وضو فرماتے تھے۔ ۱۔

البتہ کبھی کبھی یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ وضو کرنا صرف اولیٰ اور افضل ہے فرض یا واجب نہیں اس لئے آپ ﷺ اس کو کبھی کبھی ترک بھی فرماتے تھے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

تعظیم شعائر اللہ!

(۱) انگٹھی پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کوئی متبرک کلمہ لکھا ہوا ہو تو اسے پہن کر لیٹرین میں جانا درست ۱۔ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہے۔

(۲) پاخانہ و پیشاب کے لئے اس طرح بیٹھنا چاہئے کہ قبلہ کی طرف نہ منہ ہو اور نہ پشت۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور نہ اس کی طرف پیٹھ کرو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

نعمت کی ناقدری اور ضیاع مال سے بچنا!

نعمت کی ناقدری اور ضیاع مال میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو لوگوں کے استعمال میں آسکتی ہیں لہذا ایسی چیزوں سے استنجا کر کے ان کو ضائع کرنا درست نہیں۔ اور وہ چیزیں یہ ہیں:

- (۱) لکھے ہوئے کاغذات یا ایسے کاغذات جو لکھنے کے قابل ہیں ان سے استنجا نہ کریں۔
- (۲) استنجا میں ایسا کپڑا استعمال نہ کریں جس کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے البتہ بوسیدہ کپڑے کے ٹکڑے جو کسی کام کے نہیں یا وہ کاغذ جو اسی استنجا اور گندگی صاف کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں اس سے استنجا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۔ دیکھئے ابوداؤد، دارمی، نسائی، مشکوٰۃ۔ ۲۔ نبی کریم ﷺ جب قضائے حاجت تشریف لے جاتے تو اپنی انگٹھی (جس پر ”محمد رسول اللہ“ نقش تھا) اتار دیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ)

ان دونوں چیزوں سے استنجا کی ممانعت صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی حدیثوں میں بھی ذکر کی گئی ہے۔ ہڈی جنات کی غذا ہے اور جنات کے لئے ہڈیوں کو پر گوشت بنا دیا جاتا ہے اور گوبر، لید اور میٹگنیاں ان کے جانوروں کی غذا ہے لہذا ان دونوں چیزوں سے بھی استنجا نہیں کرنا چاہئے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ باب الجہر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۸۴)

یادِ الہی!

(۱) بیت الخلاء میں جانے سے قبل یا اگر صحراء میں ہے تو ناٹھ کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔

”اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثیوں سے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(ابوداؤد، ابن ماجه، مشکوٰۃ)

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ

اس دعا کی وجہ سے آدمی یا خانے کے جنوں اور شیاطین کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲) فارغ ہو کر قضائے حاجت کی جگہ سے جب باہر آئے تو پہلے یہ دعا پڑھئے ”غُفِرَانَكَ“ اے اللہ! میں تیری پوری مغفرت و بخشش کا طلبگار ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ)

(۳) پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھئے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي

”اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور فرمائی اور مجھے عافیت (اور صحت) بخشی۔“ (نسائی، حصن حصین: دوسری منزل)

اگر کسی کو یہ دعائیں عربی میں یاد نہیں ہو سکتیں تو وہ اپنی زبان میں دعائیں مانگے۔ نیز اگر کوئی بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل صرف ”بسم اللہ“ بھی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنوں، شیطانوں کی آنکھوں، اس کی شرمگاہ اور برہنگی کے درمیان پردہ اور آڑ بنا دے گا۔ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

اسی طرح اگر کوئی قضائے حاجت کے بعد صرف ”غفرانک“ بھی پڑھ لے تو اس سے بھی نبی کریم ﷺ کی ایک سنت کی اتباع نصیب ہو جائے گی۔ یہ آسانی ان لوگوں کے لئے ہے جو بڑھاپے یا اور کسی وجہ سے دعائیں یاد نہیں کر سکتے ورنہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قوت دے رکھی ہے ان کو چاہئے کہ ہمت کر کے مسنون دعاؤں کو ترجمہ کے ساتھ یاد کریں ہر وقت اور ہر حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے مسنون دعاؤں کے ذریعے مانگیں: اَللّٰهُمَّ وَفَّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

سونے اور جاگنے کے آداب!

(۱) نمازِ عشاء پڑھنے سے قبل سونا نہیں چاہئے کیونکہ اس سے پہلے سونا غفلت کی نشانی ہے اس طرح اکثر عشاء کی نماز خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اور نمازِ عشاء کے بعد جلد سونے کی تیاری کرنی چاہئے ہاں اگر کوئی ضروری کام ہو خواہ وہ کام دینی ہو یا دنیوی یا کوئی مہمان آیا ہو یا بیوی، بچوں کی دلجوئی کے لئے باتیں کرنی پڑیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۔ بعض علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز سے پہلے سستی دور کرنے اور تازگی حاصل کرنے کے لئے سونا چاہے اور یہ خوف نہ ہو کہ نمازِ عشاء چلی جائے گی تو اس کے لئے سونا جائز ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ:

وَلَا يُحِبُّ النَّوْمُ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا

”اور آپ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد (طویل گفتگو اور زیادہ)

باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب تعجیل الصلوٰۃ)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا)

”رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے پہلے سونے اور نماز عشاء کے بعد (زیادہ) باتوں سے منع فرماتے

تھے۔“ (ابوداؤد: کتاب الادب: باب فی السمر بعد العشاء)

لیکن اگر کوئی ضروری کام پیش ہو تو نماز عشاء کے بعد اس کے لئے بات چیت کرنا منع

نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نماز عشاء کے بعد بعض ضروری کاموں

میں مشورہ کی غرض سے حاضر ہوئے اور دیر تک باہم باتوں میں مشغول رہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: کتاب

الاشربة: باب اکرام الضیف)

نیز نبی کریم ﷺ نماز عشاء کے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ بات چیت بھی فرماتے تھے اور کبھی کوئی

قصہ بھی سنایا کرتے تھے۔ (دیکھئے شامی ترمذی، خصائل نبوی ﷺ: باب ماجاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر)

(۶) سونے سے پہلے پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہونا چاہئے تاکہ اطمینان و تسلی سے سو سکیں با وضو اور پاک

ہو کر سوئیں اگر ہاتھوں پر چکنائی لگی ہو اسے اچھی طرح دھولیا کریں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

(إِذَا تَيَّأْتُ مَضَجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْيَمَنِ)

”جب تم بستر پر سونے کا ارادہ کر لو تو وضو کرو جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہو پھر اپنی داہنی

کروٹ پر لیٹ جاؤ۔“ (صحیح بخاری: کتاب الدعوات: ۲/۹۳۴، صحیح مسلم: کتاب الذکر: باب

الدعا عند النوم: ۲/۳۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جو شخص رات کو اس حال میں سو جائے کہ اس کے ہاتھ میں (کھانے کی) چکنائی لگی ہوئی ہو اور (اس کی بوکی وجہ سے) اسے کوئی تکلیف اور ضرر پہنچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: کتاب الاطعمۃ)

(۳) سونے سے قبل بہتر یہ ہے کہ سورۃ الملک یعنی تبارک الذی پڑھیں اگر سورۃ الم السجدہ بھی پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔ نیز آیت الکرسی اور تسبیحات فاطمی بھی پڑھنی چاہئے اور چار قل پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں پھونک کے اپنے دونوں ہاتھوں کو سر سے لے کر پاؤں تک آگے پیچھے پورے جسم پر پھیر لیں۔ پھر تین بار استغفار پڑھ لیں۔ ۱۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”قرآن مجید میں تیس آیتوں کی سورت ہے اس نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا اور وہ سورت ”تبارک الذی یدہ الملک“ ہے۔“ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگایا اور ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ چنانچہ ناگہاں انہوں نے سنا کہ اس (قبر) میں ایک شخص ”تبارک الذی یدہ الملک“ پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ انہوں نے وہ سورت ختم کی تو خیمہ لگانے والا نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو واقعہ سنایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

(هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ)

”سورۃ الملک منع کرنے والی اور نجات دینے والی ہے، یہ سورت (اپنے پڑھنے والے کو) اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

۱۔ نبی کریم ﷺ نے سونے سے قبل اور نمازوں کے بعد اس کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، مسلم،

مشکوٰۃ: باب الذکر بعد الصلوٰۃ و باب ما یقول عند الصبح والمساء والمنام۔)

(ب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ”السم تَنْزِيل“ (یعنی سورت السجدہ) اور ”تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمَلِكُ“ نہ پڑھ لیتے۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ)

(ج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت میں آیۃ الکرسی کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص سونے سے قبل آیۃ الکرسی پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ ایک نگہبان (فرشتہ) رہے گا اور صبح تک اس کے پاس کوئی شیطان (خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنات میں سے) نہیں آئے گا (یعنی اس کو شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا)۔ (دیکھئے تفصیل کے لئے صحیح بخاری، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

(د) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“، ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ یہ تینوں سورتیں پڑھ کے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم مبارک پر جہاں تک ہو سکتا پھیلتے پہلے سر، چہرے اور بدن کے سامنے سے شروع کرتے (اس کے بعد بدن کے دوسروں حصوں پر پھیلتے) آپ یہ عمل (یعنی پڑھنا اور دم کر کے ہاتھوں کو بدن پر پھیرنا) تین دفعہ کرتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

اور حضرت ضرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجئے جسے میں بستر پر جا کر (سونے سے پہلے) پڑھ لیا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ سورت شرک سے بیزاری ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوٰۃ: کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

جو شخص سونے کے لئے بستر پر لیٹے وقت اس طرح توبہ واستغفار کرے اور تین دفعہ یہ دعا کر لے کہ:

(اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ .)

”میں بخشش چاہتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور وہ حئی قیوم ہے اور میں اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔“

تو اس کے سب گناہ معاف اور بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ درختوں کے پتوں اور ریگستان کے ذروں اور دنیا کے دنوں کی طرح بے شمار ہوں۔ (مشکوٰۃ: باب مایقول عند الصباح والمساء والمنام ترمذی) (۴) جب شام کا اندھیرا اچھانے لگے تو بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دیجئے البتہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو نکلنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ (لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ کسی سخت ضرورت کے بغیر بچوں کو رات میں گھر سے باہر نہ نکلنے دیں کیونکہ اس وقت شیاطین چاروں طرف پھیل جاتے ہیں۔) (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب تغطیۃ الاوانی)

سونے کے وقت گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کر لیجئے کیونکہ بسم اللہ پڑھ کر بند کئے گئے دروازوں کو شیطان نہیں کھول سکتا (اور نہ وہ گھر کے اندر آ سکتے ہیں، نیز بسم اللہ کہہ کر ہی پانی کی مشک کا منہ بند کر دیں اور بسم اللہ پڑھ کر کھانے، پینے کے برتن ڈھک دیں اور (اگر اس وقت ڈھانکنے کے لئے کچھ نہ ملے تو) اس پر کوئی لکڑی رکھ دیجئے (اگرچہ اس صورت میں برتن پوری طرح نہیں ڈھکے گا لیکن بسم اللہ اور اس حکم ماننے کی برکت سے برتن میں موجود کھانے پینے کی چیز شیطانی اثرات سے بچ جائے گی) نبی کریم ﷺ جب دودھ وغیرہ سے بھرے ہوئے برتن کو کھلا ہوا دیکھتے تو فرماتے تم نے اس برتن کو ڈھکا کیوں نہیں اگرچہ ڈھکنے کی یہی صورت کیوں نہ ہو کہ اس برتن پر عرضاً کوئی لکڑی رکھ دیتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز سوتے وقت چراغ، لالٹین ہر قسم کی آگ اور انگاروں کو بجھا دیجئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جب تم سونے لگو تو گھروں میں آگ نہ چھوڑو“ (اس سے مراد وہ آگ اور انگارے ہیں جن سے کسی چیز کے جل جانے کا خوف ہو یا اس کی گیس کے نکلنے کے راستے بند ہوں! اگر اس قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو تو پھر مضائقہ نہیں) اس نمبر ۴ کے تمام آداب نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے لئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، مسلم، صحاح السنۃ، مشکوٰۃ: باب تغطیۃ الاوانی)

(۵) سونے سے پہلے بستر اچھی طرح جھاڑ لیجئے اگر کسی ضرورت کے لئے اٹھیں اور پھر آکر لیٹنا چاہیں تو دوبارہ بھی بستر کو کپڑے سے جھاڑ لیجئے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے بستر پر کوئی چیز آگ یا دھبہ جلنے سے بند کروں میں جو گیس پیدا ہوتی ہے وہ صحت کے لئے سخت مضر ہے بلکہ بعض اوقات تو اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

(مثلاً کیڑا مکوڑا، بھڑیا گردوغبار) گری پڑی ہو (تو اس سے آپ کو تکلیف پہنچ جائے گی)۔ (دیکھئے بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب ما یقول عند الصبح والمساء والمنام)

(۶) سونے اور جاگنے کے وقت نبی کریم ﷺ سے بہت سی دعائیں منقول ہیں یہاں دو آسان دعاؤں کو نقل کر دیتا ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کو آرام فرمانے کے لئے بستر پر لیٹتے تو اپنا (داهنا) ہاتھ اپنے (دائیں) رخسار کے نیچے رکھتے (اور دہنی کروٹ پر قبلہ رو لیٹ جاتے تھے) پھر یہ دعا کرتے:

(اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيِي)

اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے۔“
اور جب آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے) اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرتے:

(الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ)

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے موت طاری کرنے کے بعد ہم کو زندگی بخشی اور (بالآخر ایک نہ ایک دن قبروں سے اٹھ کر) ہمیں اُسی کے پاس جانا ہے۔“ (بخاری، مشکوٰۃ: کتاب الدعوة)
نیند موت کے ساتھ کافی مشابہت رکھتی ہے اس لئے مذکورہ دونوں دعاؤں میں نیند کو موت اور بیداری کو حیات سے تعبیر کیا گیا اور ان دعاؤں میں موت اور قبر کی یاد دہانی بھی ہے، یہ یاد دہانی بھی کہ جیسے ہم نیند سے بیدار ہو کر بستروں سے اٹھ کر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اسی طرح ایک دن اپنی قبروں سے اٹھ کر اپنی پوری زندگی کے حساب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوں گے۔

(۷) پیٹ کے بل اوندھے لیٹنے سے پرہیز کیجئے۔^۱ نیز اس طرح بھی نہ لیٹئے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں کیونکہ یہ احترام قبلہ کے منافی ہے اس کے علاوہ جس کروٹ پر اور جس طرف رخ کر کے
۱۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ (ترمذی مشکوٰۃ الجلوں الخ) نیز دیکھئے سنن ابی داؤد ابواب النوم: ۳۳۱/۲۔ نیز فرمایا کہ یہ دو چیزوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔ (ابن ماجہ مشکوٰۃ باب الجلوں.....)

(۸) جب آپ کوئی ایسا خواب دیکھو جس سے آپ خوش ہوں تو اس خواب کو صرف اس شخص کے سامنے بیان کریں جس کو آپ خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتے ہوں (اور وہ خواب کی تعبیر بھی جانتا ہو) اگر آپ نے کوئی ایسا خواب دیکھا جس سے ڈر لگے اور آپ اس کو پسند نہیں کرتے تو بائیں طرف تین بار تھوکیں اور تین بار اس خواب کی برائی اور شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور اپنی کروٹ تبدیل کر دیں (یا اٹھ کر نماز پڑھیں) اور کسی کے سامنے اس خواب کا ذکر نہ کریں تو اس خواب کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ۱

(أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمْزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونَ)

(۹) تہجد کی نیت سے سوئیں اور جاگنے کے لئے مناسب انتظام بھی کریں ورنہ نیت صرف ایک خواہش ثابت ہوگی۔ مثلاً نائم پیس جاگنے کے لئے لگائیں یا کسی کو کہہ دیں کہ اگر آپ بیدار ہو جائیں تو مجھے بھی اٹھائیں، اگر کوئی ایسا انتظام نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کریں کہ یا اللہ! تہجد کے لئے بیداری اور تہجد پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائیے ۲۔ تہجد کے فضائل اگرچہ اسی کتاب کے کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکے ہیں تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ یہاں بھی اس کے چند فضائل نقل کرتا ہوں۔

۲۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دعا صرف اس صورت میں ہوگی جبکہ ٹائم پیس نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا و درخواست تو ہر حال میں کرنی چاہئے البتہ جب کوئی انتظام نہ ہو سکے تو پھر دعا پر اکتفا کیجئے۔

تہجد کے فضائل!

(۱) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز آدھی رات (یعنی تہجد) کی نماز ہے۔“
(صحیح مسلم: کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم: ۳۶۸)

(۲) آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی رات کو آنکھ کھل جائے اور پھر وہ یہ پڑھے:

(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَ ۱ اللَّهُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اس کے بعد یہ دعا کرے کہ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي)

”اے اللہ! میری مغفرت فرما دیجئے یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے پھر اگر وہ وضو کر کے نماز پڑھنے لگ جائے تو اس کی نماز قبول کی جاتی ہے۔“ (صحیح بخاری: کتاب التہجد باب فضل من تعار من الليل فصلى)

(۳) ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جس وقت تہائی رات رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ”کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے اور میں اس کی بخشش کروں۔“ (بخاری: کتاب الدعوات باب الدعاء نصف الليل: ۲/۲۳۶، مسلم: باب صلوة الليل: ۱/۲۵۸)

(۴) حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم ضرور تہجد پڑھا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کا طریقہ رہا ہے اور اس سے تمہیں اپنے رب کا قرب حاصل ہوگا گناہوں کے برے اثرات کو مٹانے والی اور گناہوں کو روکنے والی ہے۔“ (ترمذی، ابن ابی الدنیا وابن خزیمہ والحاکم وقال الحاکم صحیح علی شرط البخاری کذا فی الترغیب: ۱/۴۲۷)

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص تہجد پڑھنے کا ارادہ کرے اور اس کی رات کو ”الحمد للہ“ ہے یعنی اس میں اس طرح ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر.....“

عادی ہو اور (کسی رات) نیند کے غلبہ کی وجہ سے آنکھ نہ کھلی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہجد کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک انعام ہے (کہ بغیر تہجد پڑھے اسے اس رات) تہجد کا ثواب مل جاتا ہے۔“ (رواہ مالک، ابوداؤد، النسائی، ابن ابی الدنیا کذا فی الترغیب: ۴۰۹/۱)

(۶) حضرت ابودالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جو شخص رات سونے کے لئے بستر پر آئے اور اس کی نیت رات کو تہجد پڑھنے کی تھی لیکن وہ ایسا سویا کہ صبح ہی اٹھا تو اس کے لئے اس کی نیت پر تہجد کا ثواب لکھا جائے گا اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔“ (نسائی، ابن ماجہ وابن خزیمہ کذا فی الترغیب: ۴۰۹/۱)

(۷) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں تہجد گزار ایمانداروں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾

”پس کسی کو یہ خبر نہیں کہ ان لوگوں کے لئے (ان کے اعمال کے صلہ میں) آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا (نعمتیں، راحتیں، لذتیں اور عزتیں) چھپا رکھی گئی ہے۔ (سورۃ السجدہ: ۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اگر اس بات کی قرآن مجید سے) تصدیق کرنا چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب صفۃ الجنة و اہلہا)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے) اعلان کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستر سے الگ رہتے تھے (یعنی تہجد گزار لوگ کہاں ہیں؟) تو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ تھوڑے سے ہوں گے پس وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے پھر (اس کے بعد) دوسرے لوگوں کو حساب کے لئے بلایا جائے گا۔“ (رواہ البیہقی، الترغیب: ۴۲۶/۱)

اللہ تعالیٰ ہم کو تہجد گزار اور نیک صالح بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین

خوشی کے آداب!

انسان کو جن چیزوں سے خوشی حاصل ہوتی ہے وہ بہت کثرت سے ہیں مثلاً مال و دولت، اولاد، عہدہ، شادی و بیاہ، فتح و عید اور علم و فضل غرض انسان کو اپنی زندگی میں بہت سے مواقع ایسے پیش آتے ہیں جن میں وہ خوشی کا اظہار کرتا ہے لیکن یہ خوشی جب حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو انسان فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ خوشی اور تنگی دونوں حالتوں میں آزماتا ہے اور خوش حالی کا امتحان بہت سخت ہوتا ہے اور اس میں بہت کم لوگ پاس ہوتے ہیں اور بہت کم لوگ غرور و فخر کے بجائے ایسے حالات میں شکر اور تواضع کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ط وَفَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ (سورہ سبا: ۱۳)

”اے آل داود شکر گزاری کے ساتھ عمل کرو اور میرے بندوں میں تھوڑے ہی شکر گزار ہیں۔“

اور اسی ناشکری کی وجہ سے بہت سے لوگ اور بہت سی قومیں دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ اسلام نے خوشی کے مواقع میں معتدل طریقہ پر اظہارِ مسرت کی اجازت بھی دی ہے اور اس کے معتدل طریقے و آداب بھی بتلائے ہیں، وہ طریقے اور آداب یہ ہیں:

(۱) خوشی کے مواقع میں خوشی کا اظہار کرنا اور خوشی منانا صرف مباح اور جائز نہیں بلکہ ثواب بھی ہے بشرطیکہ خوشی شرعی حدود میں ہو اور انسان کو چاہئے کہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کو یہ خوشی حاصل ہوئی۔ اگر کوئی بڑی خوشی حاصل ہو تو دو رکعت نفل شکرانہ یا سجدہ شکر بجالانا چاہئے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طریقہ تھا کہ ان کو جب کوئی مسرت آمیز واقعہ پیش آتا تو سجدہ میں گر جاتے مثلاً حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ جب اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ان کو اس کی اطلاع ہو گئی تو وہ سجدہ میں گر پڑے۔

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مسرت کی بات پہنچتی یا آپ ﷺ کو خوشخبری دی جاتی تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے۔ (ابوداؤد: کتاب الجہاد ج: ۲ باب فی سجود الشکر: ۲۷)

(۲) شادی بیاہ کے مواقع پر نبی کریم ﷺ نے کچھ اچھے گیت، گانوں اور دف بجانے کی بھی اجازت دے دی ہے جیسا کہ اس کا بیان اسی کتاب کے شعر کا بیان میں موجود ہے۔ اسی طرح عید اور دوسری خوشیوں کے موقع پر بھی کچھ اچھے اشعار گانے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عید کے دن میرے پاس انصار کی دو لونڈیاں جو پیشہ ور گانے والیاں نہ تھیں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے بُعث کے لڑائی کے متعلق کہے تھے اسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ شیطان کے مزامیر اور (وہ بھی) رسول اللہ ﷺ کے گھر میں نبی کریم ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا اے ابوبکر! رہنے دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب صلوة العیدین)

(۳) خوشیوں کے مواقع پر ایسے اشعار ممنوع ہیں جن میں فحش اور بے حیائی کی باتیں ہوں یا ان کی وجہ سے عقیدے میں خرابی کے آنے کا احتمال ہو۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرہ کا نکاح ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے اس وقت چند لڑکیاں دف بجا بجا کر حضرت ربیع بنت معوذؓ کے ان بزرگوں کی تعریف میں اشعار گانے لگیں جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے اسی حالت میں ایک لڑکی نے یہ مصرع گایا:

وَفِينَانِي يَعْلمُ مَا فِي غَدٍ

”اور ہم میں ایک نبی ہے جو کل ہونے والی باتوں کو جانتا ہے۔“

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کو چھوڑ دو بلکہ جو کچھ تم پہلے گارہی تھیں اسی کو گاؤ۔“ (بخاری، مشکوٰۃ: باب اعلان النکاح)

(۴) خوشی میں ایسے مست بھی نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے لگے اور نہ اظہارِ مسرت ایسا ہو جو غرور و فخر کی شان لئے ہوئے ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾

”اور نہ اس چیز پر فخر کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اترانے والے اور فخر کرنے

والے کو پسند نہیں کرتا۔“ (حدید: ۲۳)

(۵) خوشیوں کے موقع پر دعوت کرنا بھی اچھا ہے جس میں دوستوں اور عزیزوں کو جمع کیا جائے خصوصاً شادی و بیاہ میں تو یہ دعوت مسنون ہے۔ شادی و بیاہ کے موقع پر جو دعوت کی جاتی ہے اس کو ولیمہ کہا جاتا ہے اس میں صرف دوستوں اور عزیزوں کو نہیں بلکہ فقیروں اور مسکینوں کو بھی شریک کیا جائے جیسا کہ اس کا بیان نکاح کے بیان میں گزر چکا ہے۔

(۶) خوشی و مسرت کے موقع پر خصوصاً عید کے دن صفائی ستھرائی اور نہانے دھونے کا اہتمام بھی مسنون ہے حیثیت کے مطابق اچھا لباس بھی پہننا چاہئے اور خوشبو بھی لگانی چاہئے۔ خوشیوں کے مواقع پر عمدہ کھانا تیار کیجئے ہل و عیال اور بچوں کو بھی موقع دیجئے کہ وہ جائز قسم کی تفریح اور کھیلوں سے جی بہلائیں۔ حسبِ توفیق ان کے لئے بھی اچھے لباس کا انتظام کریں۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ج: ۲: باب الحراب والدرق یوم العید)

(۷) خوشی کے دن طبیعت کو ذرا آزاد چھوڑ دیا کریں کہ آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوں اور ایسے مواقع میں جائز و مناسب تفریحی مشاغل بھی اختیار کیجئے۔

(۸) نکاح، شادی اسی طرح کے دوسرے خوشی کے موقعوں پر دوستوں اور عزیزوں کو کچھ تحفہ بھیجنا بھی درست ہے اس سے تعلقات میں تازگی اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور باہمی محبت و الفت میں اضافہ ہوتا ہے البتہ تحفہ اپنی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے اس میں نام و نمود سے بچنا ضروری ہے، نیز یہ کہ تحفے، تحائف بدلہ کے طور پر نہ ہوں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ہوں۔ اس کی پوری تفصیل ہدیہ اور تحفے کے بیان میں موجود ہے۔ (نیز دیکھئے نسائی: کتاب النکاح باب الہدیۃ لمن عرس)

(۹) اپنی خوشی میں دوسروں کو بھی شریک کیجئے اسی طرح دوسروں کی خوشی میں خود بھی شرکت کر کے دوستوں اور عزیزوں کی خوشی و مسرت میں اضافہ کریں اور خوشی کے مواقع پر مبارکباد بھی دیا کریں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ جب قبول ہو گئی اور مسلمانوں کو معلوم ہوا تو جوق در جوق ان کے پاس مبارکباد دینے کے لئے آئے اور اظہار مسرت کرنے لگے یہاں تک کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی مبارکباد اور اظہار مسرت سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس قدر متاثر ہوئے کہ زندگی بھر یاد کرتے رہے۔ حضرت کعب نے بڑھاپے

کے زمانہ میں اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنی آزمائش اور توبہ کا واقعہ سنایا تو خصوصیت کے ساتھ حضرت طلحہ ؓ کے اظہارِ مسرت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں طلحہ ؓ کی مبارکباد اور جذباتِ مسرت کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ (صحیح بخاری: کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک: ۶۳۶/۲)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کے نکاح پر اس کو مبارکباد دیتے تو یوں فرماتے:

(بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنُكَمَا فِي خَيْرٍ)

”تیرے لئے اللہ مبارک کرے (اور تمہیں خوش حال رکھے) اور تم پر برکت نازل فرمائے اور تم دونوں کو خیر و خوبی کے ساتھ جمع رکھے۔“ (ابوداؤد، ترمذی: کتاب النکاح باب ما يقال للمتزوج)

(۱۰) جب کوئی عزیز یا دوست کسی دور دراز سفر سے آئے تو اس کا استقبال کرنا چاہئے اس کے واپس آنے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہونے پر خوشی کا اظہار کیجئے۔ نبی کریم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مسلمان مرد اور بچے آپ کے استقبال کے لئے ثیۃ الوداع تک پہنچے۔ (دیکھئے ابوداؤد: کتاب الجہاد: ج ۲: باب فی التلقی)

اور جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو مسلمان مرد، عورتیں، بچے اور بچیاں سب ہی آپ کے استقبال کے لئے نکل آئے اور بچیاں خوشی سے گیت گارہی تھیں جیسا کہ اس کا بیان شعر کے بیان میں گزر چکا ہے۔

ہنسنے اور مسکرا نے کا بیان!

خوشی اور ہنسی کے موقع پر ہنسنایا مسکرانا بھی انسانی فطرت کا تقاضا ہے، یہ کوئی خوبی کی بات نہیں کہ آدمی مجالس اور ملاقاتوں کے دوران ترش رو رہے حالانکہ نبی کریم ﷺ جب صحابہ کرام ؓ سے ملتے تھے تو ہمیشہ مسکرا کر ملتے تھے۔ اس کی وجہ سے باہمی الفت، محبت اور خلوص میں اضافہ ہوتا ہے اور مسکرا کر ملنا کارِ ثواب اور صدقہ بھی ہے چنانچہ حضرت ابو ذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ) (ترمذی: بواب البر والصلہ باب ما جاء فی ضائع المعروف)

”اپنے (مسلمان) بھائی کے سامنے تیرا مسکرانا (بھی) تیرے لئے صدقہ ہے۔“

حضرت عبداللہ بن حارث ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکرا نے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: باب الضحک)

حضرت جریر ؓ کا بیان ہے کہ جب بھی آپ ﷺ مجھے دیکھتے تو آپ ﷺ مسکرا دیتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت جابر بن سمرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ جس جگہ نماز فجر پڑھتے وہاں سے اس وقت تک نہیں اُٹھتے جب تک سورج طلوع نہ ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور (نماز فجر کے بعد سے اشراق تک) اس دوران صحابہ کرام ؓ زمانہ جاہلیت کی باتیں (بھی) کیا کرتے تھے اور (زمانہ جاہلیت کے خرافات اور حماقتوں کو یاد کر کے) ان پر ہنسا بھی کرتے تھے (ان خرافات اور حماقتوں کو سن کر) آپ ﷺ بھی تبسم فرماتے تھے (یعنی مسکراتے تھے)۔ (مسلم)

ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس دوران صحابہ کرام ؓ اشعار (بھی) پڑھتے اور سنتے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: باب الضحک)

قہقہہ اور کھلکھلا کر ہنسا اور ہنسنے میں حد سے تجاوز درست نہیں!

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ہنسنے میں حد سے تجاوز ہر وقت ہنسی مذاق کرنا کھلکھلا کر ہنسا اور قہقہہ لگانا بھی ناپسندیدہ ہیں۔ اب اس سے متعلق بھی چند حدیثوں کو پڑھ لیجئے:

(۱) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم (نبی کریم ﷺ) نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو یقیناً تمہارا روزا زیادہ اور ہنسنا کم ہو جائے گا۔ (بخاری، مشکوٰۃ: باب البکاء والخوف)

آپ ﷺ کے اس ارشاد میں امت کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ موت اور آخرت کی ہولنا کیوں کو یاد رکھیں اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی خشیت کو مسلط کریں اور یہی احساسات رونے اور فکر آخرت کے باعث ہوتی ہیں، نیز مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جاہل اور غافل لوگوں کی طرح بہت زیادہ ہنسی مذاق اور بہت زیادہ راحت

و آرام سے اجتناب کریں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

(مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ
إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ) (بخاری، مشکوٰۃ: باب التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ)

”میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی پوری طرح کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے دہن مبارک کا اندرونی حصہ (تالو یا حلق کا کوایا مسوڑھا) مجھے نظر آیا ہو بس آپ تو مسکراتے تھے۔“
آپ ﷺ کی عادت شریفہ مسکرانا ہی تھی البتہ کبھی کبھی جب ہنسی کا غلبہ ہو جاتا تو آپ اس طرح بھی مسکراتے تھے کہ دہن مبارک کسی قدر کھل جاتے تھے چنانچہ بعض روایات میں ہے:

(ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ)

”آپ ﷺ کو ایسی ہنسی آئی کہ اندر کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔“ (ماخوذ از معارف الحدیث: ۶/۲۰۲)

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نماز کے لئے (مسجد میں) تشریف لائے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا کہ گویا وہ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں (یہ حالت چونکہ غفلت کی علامت تھی اس لئے) آپ ﷺ نے (ان کی اصلاحِ حال کے لئے) فرمایا خبردار اگر تم لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو زیادہ یاد کرو تو وہ تم کو اس (طرح غافل لوگوں طرح ہنسنے) سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں لہذا موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ قبر پر کوئی ایسا دن (یعنی کوئی ایسا وقت) نہیں گزرتا جس میں وہ یہ نہ پکارتی ہو کہ میں مسافرت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں اور (اس کے بعد آپ نے فرمایا) جب کسی (حقیقی) مومن بندہ کو دفن کیا جاتا ہے تو زمین (خوشی سے باغ باغ ہو کر) کہنے لگتی ہے مرحبا خوب آئے اور اپنے گھر ہی آئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم میرے نزدیک ان لوگوں میں سب سے زیادہ پیارے تھے جو میرے اوپر چلتے تھے اور آج تم میرے سپرد کر دیئے گئے ہو اور میرے پاس آگئے ہو تو اب تم دیکھو گے کہ (تمہاری خدمت اور راحت رسانی کے لئے) میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ زمین اس بندہ

کے لئے حدنگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی فاسق، بدکار یا کافر آدمی دفن کیا جاتا ہے تو زمین (غضبناک ہو کر) اس سے کہتی ہے کہ جتنے آدمی میرے اوپر چلتے تھے ان سب سے زیادہ مبغوض مجھے تو ہی تھا اور آج تو میرے حوالے کر دیا گیا ہے اور میرے قبضے میں آ گیا ہے اب تو دیکھے گا کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ زمین ہر طرف سے اس کو بھینچتی ہے یہاں تک کہ اس سے اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو کر ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر ہم کو اس کا نقشہ دکھایا، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ستر اڑ دے اس پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں جن میں ایک بھی اگر زمین پر پھنکار مارے تو رہتی دنیا تک وہ زمین سبز نہ اگائے گی، پھر یہ اڑ دے اس کو برابر کاٹتے اور نوچتے رہیں گے یہاں تک کہ (قیامت کے روز) اس کو حساب کے لئے لے جایا جائے گا۔ ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے آگ کا ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ: باب البرکاء والخوف)

عیادت اور بیمار پرسی کا بیان!

بیمار کی عیادت میں بیمار کی تیمارداری، غمخواری، خدمت گزاری اور اس کی بیماری کی حالت کو پوچھنا سب شامل ہیں۔ عیادت ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا دینی حق ہے اور مریض کی غمخواری، خیر خواہی اور تعاون سے غفلت برتنا دراصل اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے۔ میں بیمار تھا اور تو نے میری عیادت نہیں کی بندہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! آپ ساری کائنات کے رب بھلا میں آپ کی عیادت کیسے کر سکتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا (یعنی میری خوشنودی اور میری رحمت کا مستحق قرار پاتا)۔“ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اس سے ملاقات کے لئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (دنیا و آخرت کے لحاظ سے) تم اچھے، تمہارا چلنا اچھا اور تم نے جنت میں ٹھکانا بنا لیا۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ واپس آنے تک جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الجنائز)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور ثواب کی نیت سے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو اس کو ساٹھ برس کی مقدار کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ)

نیز فرمایا: ”جب کوئی مسلمان کسی بیمار مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور جب وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہوتا ہے۔“ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

عیادت اور بیمار پرسی کے آداب!

(۱) جب آپ کسی مسلمان کے پاس جائیں تو اس سے اس کی صحت اور زندگی کے بارے میں تسلی کی باتیں کریں اور اس کے دل کو خوش کریں (مثلاً یہ کہ تمہاری حالت بہتر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جلد تندرست ہو جاؤ گے اس کے سامنے ایسی باتوں سے گریز کریں جن کی وجہ سے وہ اپنی زندگی یا صحت سے مایوس ہو جائے)۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

(۲) مریض کے لئے ممکن تعاون پیش کرے اگر اسے مال کی ضرورت ہے اور آپ اس کی مالی مدد کر سکتے ہیں تو بغیر مانگے اس سے مالی تعاون کریں اگر کسی اچھے ڈاکٹر و طبیب کو جانتے ہوں تو اس کی طرف اس کی توجہ دلائیں اگر آپ خود ڈاکٹر اور طبیب ہوں تو اس کا علاج نہایت ہمدردی سے کریں۔

(۳) مریض کے لئے صحت کی دعا کیجئے اگر کوئی دم یاد ہے تو اس پر دم بھی کریں۔

جب کوئی آدمی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا دانا ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے:

(أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادَرُ

سَقَمًا) (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد کی شکایت کی جو ان کے بدن کے کسی حصہ میں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم اس جگہ اپنا ہاتھ رکھو جہاں تکلیف ہے اور تین دفعہ کہو ”بسم اللہ“ اور سات دفعہ کہو ”أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا جَدُّوْا حَازِرُ“ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دور فرمادی۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

”نبی کریم ﷺ جب خود بیمار ہوتے تو مَعْوِذَات (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر اپنے اوپر دم فرمایا کرتے تھے اور دست مبارک کو اپنے جسم پر پھیرتے، پھر جب آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تو میں وہی مَعْوِذَات پڑھ کر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ ﷺ دم کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا دست مبارک آپ کے جسم پر پھیرتی۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

مَعْوِذَات سے مراد بظاہر ”قل اعوذ برب الفلق“ اور ”قل اعوذ برب الناس“ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دعائیں مراد ہوں جن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی جاتی ہے جو آپ بیماروں پر اکثر دم کیا کرتے تھے۔ (معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھ کر حضرت حسن و حسینؓ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے:

(أَعِيذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَعَيْنٍ لَّامِيَةٍ)

اور آپ ﷺ (ان سے) فرماتے کہ تمہارے جدا مجد ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ پر ان کلمات سے دم کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے

اور کہا کہ ”اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟“ آپ ﷺ فرمایا کہ ہاں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ الفاظ پڑھ کر آپ ﷺ کو دم کیا۔:

(بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ
بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ) (مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کی عیادت کرے پھر وہ سات بار یہ دعا کرے ”اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يُّشْفِيَكَ“ تو اس مریض کو شفا دی جاتی ہے مگر یہ کہ اس کی موت ہی آچکی ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

(۴) مریض کے ساتھ زیادہ دیر تک نہ بیٹھے اور نہ شور و غل کیا جائے البتہ اگر مریض آپ کا کوئی بے تکلف دوست یا عزیز ہو اور وہ خود آپ کو بٹھائے رکھنے یا آپ کی خدمت گزاری کا خواہشمند ہو یا ضرورت مند ہو تو آپ ضرور اس کا دل خوش کیجئے۔

(۵) مریض کے رشتہ داروں اور متعلقین سے بھی مریض کا حال پوچھئے اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیجئے۔
(۶) مریض کے گھر عیادت کے لئے جائیں تو ادھر ادھر دیکھنے، نظر دوڑانے اور اونچی اونچی باتوں سے پرہیز کریں۔

(۷) مریض سے اپنے لئے بھی دعا کرایا کریں۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لئے دعا کی درخواست کیا کرو کیونکہ مریض کی دعا ایسی ہے جیسے فرشتوں کی دعا۔“ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)
فرشتے چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم پا کر ہی دعا کرتے ہیں اس لئے ان کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مریض کی دعا کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

رنج، غم اور خوف و ہراس کے آداب!

مصائب، بیماری، شکست، مالی و جانی نقصان میں دین اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:
(۱) جس طرح خوشی و مسرت کے اظہار میں بے اعتدالی ممنوع ہے اسی طرح رنج و غم میں بے اعتدالی ممنوع ہے۔

(۲) جب کسی رنج و غم کی خبر سنیں یا کوئی نقصان ہو جائے یا کسی ناگہانی مصیبت میں خدا نخواستہ گرفتار ہو جائیں تو فوراً ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ ہم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اسی نے دیا ہے اور وہی لینے والا ہے ہم بھی اُسی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں اس کا ہر کام مصلحت، حکمت اور انصاف پر مبنی ہے وہ جو کچھ کرتا ہے کسی بڑے خیر کے پیش نظر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوةٌ مِّن رَّبِّہُمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُہْتَدُونَ﴾

”اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے کچھ خوف و خطرہ اور بھوک سے، مالوں اور جانوں کے نقصان، پھلوں (اور جانوں) کی کمی سے اور خوشخبری دیجئے ان لوگوں کو جو صبر کرنے والے ہیں وہ جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات اور رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہیں جو راہ ہدایت پر ہیں۔“ (بقرہ: ۱۵۴ تا ۱۵۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان پر کوئی مصیبت آئے (اور کوئی چیز فوت ہو جائے) اور وہ اس وقت وہ کہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ اَللّٰہُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِنْہَا“ ہم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور ہم سب اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور (جو چیز مجھ سے لے لی گئی ہے) اس کے بجائے اس سے بہتر مجھے عطا فرما۔

(ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) جب میرے پہلے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے دل میں کہا کہ میرے شوہر ابو سلمہ سے کون مسلمان اچھا ہو سکتا ہے؟ وہ سب سے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اپنے تمام

گھربار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی (لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق) میں نے ان کی وفات کے بعد یہ (مذکورہ) کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہ کی جگہ رسول اللہ ﷺ مجھے نصیب فرمائے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الجنائز باب یا یتال عند من حضرہ الموت)

یہ کلمات صرف کسی کی موت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر مال جاتا رہے یا شکست ہو جائے یا کوئی زخمی ہو جائے یہاں تک کہ دیا اور چراغ بھی بجھ جائے یا جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے یا کاٹنا چھ جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مذکورہ بالا کلمات کہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اِذَا انْقَطَعَ شَسْعٌ اَحَدِكُمْ فَلْيَسْتَرْجِعْ فَإِنَّهُ مِنَ الْمَصَائِبِ“ جب تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ“ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبتوں میں سے (ایک مصیبت) ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ: کتاب الجنائز باب البرکاء علی المیت)

(۳) مصائب سے نہ گھبرائیں اور نہ مصیبت کے وقت شکایت اور ناشکری کے الفاظ زبان پر لائیں بلکہ صبر، تحمل اور وقار کے ساتھ مصیبت کو برداشت کریں۔ اگر مصائب میں جزع و فزع کے بجائے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور صبر کرے تو یہی مصیبت نعمت بن جاتی ہے اور اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ يُرِدَ اللّٰهُ بِہِ خَيْرًا يُصِْبْ مِنْہِ)

”جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔“

(موطا امام مالک، صحیح بخاری، ترمذی: ۲۸۳/۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کو کوئی بھی مصیبت پہنچتی ہے حتیٰ کہ اگر اسے ایک کاٹنا بھی چھ جاتا ہے (اور وہ اس پر صبر کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی: ۲۸۵/۴)

اللہ تعالیٰ جس شخص کو جتنی سخت آزمائش اور مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (اگر وہ صبر کرے) اللہ تعالیٰ

اتنا ہی بڑا صلہ و ثواب اس کو دے دیتا ہے۔^۱

نیز اللہ تعالیٰ جب کسی قوم اور شخص سے محبت کرتا ہے تو اس کو مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لئے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔^۲ اور حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ کسی شخص کے لئے روزِ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی خاص اور اعلیٰ مقام مقرر ہوتا ہے اور وہ اس مقام تک کسی عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا مگر اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (اور پھر اس پر صبر کی توفیق بھی عنایت فرماتا ہے) تو وہ اس (عظیم) مقام پر پہنچ جاتا ہے۔^۳ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو کائنات بھی چھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔^۴ اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور ایک خطا معاف فرما دیتا ہے۔^۵ (تفصیل کے لئے دیکھئے الترغیب والترہیب: ج: ۴ باب الترغیب فی الصبر.... ص ۲۷ تا ۳۰ نیز اسی کتاب کے ”صبر کا بیان“ میں بھی اس کی کچھ تفصیل موجود ہے۔)

(۴) کسی بھی چھوٹی اور بڑی مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجئے اور اس سے نجات پانے کے لئے نفلی نمازیں اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق صدقہ کیجئے، نیز اپنی کوتاہیوں اور گناہوں پر بھی نظر ڈالئے گناہوں سے توبہ کیجئے۔ اور اس بات کو خوب جان لیں کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور مصیبت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ يَمْسُسُكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾

”اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کو نہ پکارو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پس اگر تم ایسا کرو گے تو بے شک تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس کو دور کر سکے اور اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔“ (سورہ یونس: ۱۰۶ تا ۱۰۷)

۱۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ کذا فی الترغیب۔ ۲۔ رواہ احمد کذا فی الترغیب۔ ۳۔ رواہ ابو یعلیٰ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب۔ ۴۔ بخاری، مسلم کذا فی الترغیب۔ ۵۔ رواہ مسلم کذا فی الترغیب۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ط إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ٥﴾

”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ

ہے۔“ (سورہ بقرہ: ۱۵۳)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مصیبت پہنچتی تو (نفل) نماز پڑھتے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: باب التطوع)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِثَّةَ السُّوءِ)

”صدقہ و خیرات اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔“

(ترمذی، مشکوٰۃ: باب فضل الصدقة)

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(بَادِرُوا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَنْخَطِّأُهَا)

”صدقہ میں جلدی کرو کیونکہ صدقہ دینے سے بلا و مصیبت نہیں بڑھتی (یعنی صدقہ کرنے سے

بلائیں اور مصیبتیں ٹلتی ہیں)۔“ (مشکوٰۃ: باب الانفاق)

(۵) کسی تکلیف اور حادثے پر اظہارِ غم ایک فطری امر ہے البتہ اس بات کا پورا پورا خیال رہے کہ غم اور مصیبت کی انتہائی شدت میں بھی زبان سے کوئی ناحق بات نہ نکلے اور نہ گریباں پھاڑا جائے، نہ گالوں پر طمانچے مارے جائیں اور نہ سروسینہ کو پیٹا جائے اس طرح کی تمام حرکتیں شریعتِ مطہرہ میں ممنوع ہیں البتہ آنسو بہانا یا فریاد کرنا جس میں ناشکری و شکایت کی آمیزش نہ ہو اور بلا چنے چلائے رونے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”أَنَا بَرِيٌّ مِمَّنْ خَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ“ جو کوئی (موت اور غمی کے مواقع پر غم

کی وجہ سے) سرمٹا لے اور چلا کر روئے اور کپڑے پھاڑے (اور جاہلیت کے ان طریقوں سے

اظہارِ غم کرے) تو میں اس سے بری ہوں۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب البکا علی المیت)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَى بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)

”جو شخص (موت اور غمی کے موقع پر) اپنے رخساروں پر ٹھانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور اہل جاہلیت کے طریقے پروا دینا کرے تو وہ ہم میں سے نہیں (یعنی وہ ہمارے طریقہ پر نہیں)۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریب الموت تھے اور ان کے ارد گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی نبی کریم ﷺ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو رونے لگے جب لوگوں نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! اچھی طرح سن لو اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے رنج و غم پر سزا نہیں دیتا اور (زبان کی طرف اشارہ کر کے آپ ﷺ نے فرمایا) لیکن اس کی (غلطی کی) وجہ سے سزا بھی دیتا ہے اور رحم بھی کرتا ہے۔ (یعنی مصیبت اور غم کی وجہ سے زبان سے ناشکری یا اس کے دین کے بارے میں بے ادبی کے جوا الفاظ نکلیں یا چلا چلا کر روئے تو یہ سزا کا مستحق بن جاتا ہے اگر ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھے اور استغفار پڑھے اور ایسے کلمے پڑھے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وسیلہ بنیں تو اسی زبان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔) (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم)

میت پر گریہ فطری ہے نوحہ اور ماتم ناشکری ہے!

بہر حال کسی کی موت پر اس کے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین کا رنجیدہ ہونا اور اس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسو بہنا اسی طرح بے اختیار گریہ کے دوسرے آثار کا ظاہر ہو جانا بالکل فطری بات ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں محبت اور دردمندی کا جذبہ موجود ہے جو انسانیت کا ایک قیمتی اور پسندیدہ جذبہ ہے اس لئے شریعت نے اس پر پابندی نہیں لگائی بلکہ ایک درجہ میں اس کی تحسین اور قدر افزائی کی ہے لیکن شریعتِ مطہرہ نے اختیاری طور پر چیخنے، چلانے، دھاڑیں مار مار کر رونے، سر اور منہ

پیٹنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے کیونکہ یہ تو مقامِ عبدیت اور رضا بالقضاء کے بالکل خلاف ہے۔ دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم کی جو بیش بہا نعمت عطا فرمائی ہے اور حوادث کو برداشت کرنے کی جو خاص صلاحیت بخشی ہے نوحہ، ماتم اور گریبان چاک کرنا یا شکایت جیسے کلمات نکالنا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی ناقدری ہے۔ تیسرا یہ کہ اس سے اپنے اور دوسروں کے رنج و غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم نے جب وفات پائی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں لیکن ہماری زبانوں سے وہی نکلے گا جو رب کی مرضی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ بخاری، مسلم)

(۶) اگر مصیبت ایسی ہو جو محنت طلب ہو مثلاً شکست ہوئی یا کسی مشکل میں پھنس گیا یا کوئی مالی و جانی نقصان ہوا تو ایسی مشکلات اور مصائب کے اسباب پر نظر کریں ایسی مشکلات اور مصائب سے نکلنے کے لئے ایسی تدابیر بھی کریں جو شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہوں اور اس کے لئے محنت بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ بَقْوَمَ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا أَمَانًا بِأَنفُسِهِمْ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی روش میں تبدیلی نہ کرے۔“ (سورۃ رعد: ۱۱)

(۷) رنج و غم میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیا کریں۔ دکھ اور درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دیجئے۔ اس کا بیان مسلمان کے حقوق میں گزر چکا ہے۔

(۸) پریشانی کے حالات کے متعلق چند دعاؤں کو بھی یاد رکھئے۔ اور ان دعاؤں کو اللہ تعالیٰ سامنے گڑا گڑا کر مانگتے رہئے۔

حضرت یونس علی نبینا وعلیہ السلام کی دعا!

حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے یہ دعا کی تھی:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (سورۃ الانبیاء: ۸)

”تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بے عیب ہے بے شک میں ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوں۔“

شدت غم و فکر کے وقت کی دعا!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غم و فکر کے وقت یہ دعا کرتے:

(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ)

”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم اور بردبار ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں، زمین اور عرش کریم کا رب (اور مالک) ہے۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

ننانوے بیماریوں اور غموں کی دوا!

جس شخص نے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ (یہ) کہا تو (یہ) اس کے لئے ننانوے بیماریوں (اور

غموں) کی دوا ہے جس میں سب سے ہلکی بیماری غم ہے۔ (حاکم، طبرانی عن ابن عمر حصین)

نیز اس روایت کو بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہیں وہ

کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! ضرور

بتائیے آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: کتاب الدعوات)

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کا مطلب ہے کہ: ”کسی کام کے لئے سعی و حرکت اور اس کے

کرنے کی قوت بس اللہ تعالیٰ ہی سے مل سکتی ہے۔ دوسرا مطلب جو اس کے قریب قریب ہے وہ یہ کہ گناہ

سے باز رہنے کی طاقت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔

اس کلمے کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ ”ضرر و نقصان، بیماری اور فقر کو دفع کرنے اور گناہ سے بچنے کی

حفاظت نفع، عزت اور ہر خیر حاصل کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔“

ہر تنگی اور ہر غم سے نجات کا علاج!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص استغفار کی پابندی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے رہائی اور ہر رنج و غم سے نجات دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔“ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: باب الاستغفار) اس کی پوری تفصیل توبہ کے بیان میں دیکھئے۔

نیز تنگی اور ہر رنج و غم اور خطرات سے نجات کے لئے ”مناجاة الفقیر“ کو پڑھ لیجئے۔

(۹) جب کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھیں تو دل ہی دل میں یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ اللّٰهُ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا
”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اس مصیبت سے بچائے رکھا جس میں تم مبتلا ہو اور اپنی بہت سی مخلوقات پر مجھے فضیلت بخشی۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

خوف و ہراس کے وقت کیا کیا جائے؟

(۱۰) اگر دشمنان اسلام کی قتل و غارت گری، ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی ہیبت ہو یا قدرتی عذابوں کی تباہ کاریوں کا خوف ہو تو ایسے خوف و ہیبت کی حالت میں اصل اسباب کی کھوج لگائیں سطحی تدبیروں اور کھوکھلے نعروں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کتاب و سنت کی بتائی ہوئی حقیقی تدبیروں پر اپنی ساری قوتیں مرکوز کریں۔
(۱) پہلی تدبیر تویہ کریں کہ گناہوں اور کوتاہیوں پر نادم ہو کر سچی توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِیْكُمْ وَیَعْفُو عَنْ کَثِیْرٍ﴾

”اور تم پر جو کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہی کرتوتوں (اور کوتاہیوں) کا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت سی خطاؤں سے درگزر کرتا رہتا ہے۔“ (سورہ شوریٰ: ۳۰)

(ب) پورے دین اسلام پر اخلاص کے ساتھ چلنے کا عزم کریں اور پورے دین پر چلیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ جو کام اور جو بات اور زندگی کی جولائن بھی دین اسلام سے ہٹی ہوئی ہے وہ شیطانی راہ ہے اور شیطانی بات و کام ہے اس پر چل کر مسلمان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ط وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

مُبِينٌ ۝﴾

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔“ (بقرہ: ۲۰۸)

(ج) کوشش کریں کہ نفس پرستی عیاشی اور معاصی سے معاشرے کو پاک کیجئے اور اپنی اجتماعیت کو مضبوط بنا کر اجتماعی قوت کے ذریعے فتنہ و فساد کو مٹانے اور پوری ملت اسلامیہ میں خوفِ آخرت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور جہاد کے لئے جس قدر اور جس قسم کی جسمانی اور اسلحہ کی تیاری کی ضرورت ہو اس میں بھی کوتاہی نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو یاد رکھیں کہ:

﴿وَأَعِذُّوَالَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾

”اور ان (دشمنانِ اسلام) کے لئے جس قدر ہو سکے تیار رکھو قوت۔“ (سورۃ انفال: آیت ۶۰)

(د) جب دشمنوں سے خوف لاحق ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

”اے اللہ! ہم ان دشمنوں کے مقابلے میں تجھے سینہ سپر کرتے ہیں اور ان کے شر و فساد سے بچنے کے لئے تیری پناہ لیتے ہیں۔“ (ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، حاکم حصین)

اور جب دشمن گھیر لے تو یہ دعا مانگیں:

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَامِنْ رَّوْعَانِنَا

”اے اللہ! تو ہماری عزت و آبرو کی حفاظت (اور پردہ پوشی) فرما خوف و ہراس اور گھبراہٹ سے محفوظ رکھ۔“ (بزار، احمد دیکھئے مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاقات و حصین)

نیز حصین میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص دشمن یا کسی اور انسان کے خوف میں مبتلا ہو تو ”سورۃ لایلفِ قُرَیْشِ“ پڑھنا ہر شر و خوف سے امان کا باعث ہو گا یہ عمل مجرب ہے۔ خوف و ہراس، آندھیوں، طوفانوں اور بارش کی شدت و زیادتی کی دعاؤں کو حصین حصین اور مناجاة الفقیر میں دیکھ لیجئے۔

مصیبت زدہ کی تعزیت اور ہمدردی!

موت یا ایسی ہی کسی اور مصیبت اور شدید حادثے کے وقت مصیبت زدہ کو تسلی دینا، اس کو صبر کی تلقین کرنا اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا اور اس کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرنا یہ سب امور تعزیت میں شامل ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ عَزَى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ)

”جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا مصیبت زدہ

کو ملتا ہے۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: کتاب الجنائز)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ)

”جو بھی مسلمان اپنے (کسی مسلمان) بھائی کی مصیبت کی تعزیت کرے گا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ

قیامت کے روز اس کو بزرگی اور عزت کا لباس پہنائے گا۔“ (ابن ماجہ: ابواب ماجاء فی الجنائز)

جب کسی مسلمان کے گھر میں کوئی تازہ حادثہ ہو چکا ہو تو وہ اس صدمے کی وجہ سے ایسے حال میں نہیں ہوتے کہ کھانا پکانے کا اہتمام کر سکیں اس لئے ان کے ساتھ ہمدردی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس دن ان کے عزیز دوست یا محلہ کے لوگ ان کے کھانے کا اہتمام کریں۔ (حضرت) عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (ان کے والد ماجد حضرت جعفر) (بن ابی طالب ﷺ) کی شہادت کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے (اہل بیت سے) فرمایا:

(اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ آتَاهُمْ مَا يَشْغُلُهُمْ)

”جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ انہیں ایک ایسا حادثہ پیش آیا ہے جو انہیں کھانے

پکانے کی طرف توجہ نہیں کرنے دے گا۔“ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: باب البرکاء علی المیت)

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مصیبت زدہ اور میت کے گھر والوں کو تسلی دلائیں، ان کو صبر

کی تلقین کریں، ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں، ان کی مصیبت کو حتی الوسع کم کرنے کی کوشش کریں اور ان کی میت کے کفن و دفن کے انتظام میں دوڑ دھوپ کریں، ان کے لئے کھانے کا اہتمام کریں اور مصیبت زدہ کی تعزیت میں اس کو خط بھی لکھ سکتے ہیں چنانچہ حضرت معاذ ؓ کے بیٹے کے انتقال کے موقع پر خود نبی کریم ﷺ نے ان کو جو تعزیت نامہ یمن بھیجا تھا اس کو معارف الحدیث میں طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

سفر کے آداب!

(۱) زندگی کا کوئی اعتبار نہیں معلوم نہیں سفر سے واپس لوٹنا بھی نصیب ہوگا یا نہیں لہذا طویل سفر پر جاتے وقت تمام امانتیں لوٹا دینی چاہئیں یا گھر والوں کو ان کی تفصیلات بتا دینی چاہئیں۔ ہمیشہ امانتوں، قرضوں اور دوسرے معاملات جن میں کسی کا کوئی حق بنتا ہے اس کو تحریر میں لا کر حفاظت سے رکھا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس مسلمان بندہ کے پاس کوئی ایسی چیز (مثلاً امانت، قرض) ہو جس کے بارے میں وصیت کرنی چاہئے تو اسے چاہئے کہ وہ دوراتیں بھی ایسے حال میں نہ گزارے کہ اس کے پاس اس کے بارے میں تحریر شدہ وصیت موجود نہ ہو۔“ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب الوصایا)

دوراتوں سے مراد قلیل عرصہ ہے یعنی کم سے کم عرصہ بھی ایسا نہیں گزرنا چاہئے جس میں امانتوں، قرضوں اور لین دین کے بارے میں وصیت نامہ لکھا ہو ورنہ رکھا ہو کیونکہ انسان کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کس لمحہ موت آجائے اور وہ وصیت نامہ کی عدم موجودگی میں کسی کی حق تلفی کا وبال اس دنیا سے لے کر رخصت ہو جائے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص وصیت کی حالت میں مر گیا (یعنی اس حالت میں مر گیا کہ امانتوں، قرضوں، اپنے معاملات اور مالیت کے بارے میں جو وصیت کرنی چاہئے تھی وہ اس نے صحیح طریقے سے کی) تو اس کا انتقال راہِ مستقیم اور شریعت پر چلتے ہوئے ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی موت ہوئی اور اس کی مغفرت اور بخشش ہوگی۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ: باب الوصایا)

(۲) طویل سفر پر جانا ہو تو بیوی، بچوں کے لئے کھانے، پینے اور ضروریات کا مناسب انتظام کر کے جانا چاہئے

کیونکہ خاوند پر لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی، بچوں کے کھانے پینے کے خرچے کا انتظام کرے جیسا کہ اس کا بیان بیوی کے حقوق اور اولاد کے حقوق میں گزر چکا ہے۔

(۳) دور کا سفر تنہا نہیں کرنا چاہئے کم از کم تین آدمی ساتھ ہونے چاہئیں اس سے انسان بہت سے خطرات سے محفوظ رہتا ہے اور سامان کی حفاظت اور دوسری ضروریات میں بھی سہولت رہتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ تنہائی (کے سفر میں) جو (نقصان و خطرات) ہیں ان کو جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو رات کو کوئی سوار اکیلے سفر نہ کرتا۔ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ: کتاب الجہاد باب آداب السفر)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے یہ ترغیب دی ہے کہ سفر میں کم سے کم تین سوار ہونے چاہئیں۔ (دیکھئے مشکوٰۃ بحوالہ موطا امام مالک، ترمذی، ابوداؤد)

پہلی روایت میں ”سوار“ اور ”رات“ کی قید اور دوسری میں سوار کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ سوار کو پیادہ کی بہ نسبت زیادہ خطرہ رہتا ہے خصوصاً رات میں۔ سفر میں کم از کم اگر تین ساتھی ہوں تو اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ وہ جماعت سے نماز ادا کریں گے۔ دوسرا یہ کہ اگر ایک ساتھی کو کسی ضرورت سے کہیں جانا پڑا یا بھیجا گیا یا مثلاً تین ٹرک ساتھ جا رہے ہیں اور ایک ٹرک کی کوئی چیز ٹوٹ گئی فی الحال وہ جانے کے قابل نہ رہا یا کسی کاریاویگن میں تین سوار ہیں اور وہ خراب ہو گئی تو ان میں سے اگر ایک ساتھی چلا بھی گیا تو دو ساتھی سامان کی حفاظت اور ایک دوسرے کی دل بستگی کا ذریعہ بنیں گے۔ اسی طرح سفر کے دوران جب ایک سے زائد ساتھی ہوں تو اس میں بہت سے فوائد اور بہت سے خطرات سے حفاظت ہے لہذا سفر میں تین یا کم از کم دو ساتھی تو ضرور ہونے چاہئیں۔ (بخاری: کتاب الجہاد باب سفر الاثنین)

(۴) عورت کو ہمیشہ کسی محرم (خاوند، بیٹے یا باپ) کے ساتھ سفر کرنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اور کوئی عورت بغیر محرم کے (کوئی) سفر نہ کرے۔“ (بخاری، مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر ۱۷۹)

احتیاط اسی میں ہے کہ عورت خاوند اور باپ، بیٹے کے بغیر کوئی سفر نہ کرے خواہ زیادہ دیر کے لئے ہو

یا تھوڑی مدت کے لئے، دور کا سفر ہو یا نزدیک کا کیونکہ عورت کا اپنے شوہر کے بغیر تنہا سفر کرنے میں فتنہ و فساد کا خوف بہر صورت موجود ہے۔

(۵) اگر سفر میں تین ساتھی ہوں تو ان میں ایک کو اپنا امیر بنالینا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس وقت تین آدمی سفر کر رہے ہوں تو وہ ان میں سے ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: کتاب الجہاد باب السفر)

(۶) سفر پر روانگی سے قبل قضائے حاجت سے فارغ ہونا چاہئے اور با وضو ہو کر جانا چاہئے اگر مکروہ وقت نہیں تو دو رکعت نفل بھی پڑھ لینی چاہئے۔ (مجمع الزوائد: ۲۸۳ تا ۲۸۴/۲)

(۷) گھر سے نکلنے وقت یہ دعا پڑھئے:

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

”میں نکلتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ، بھروسہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ پر گناہوں سے پھرنے اطاعت اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“ ۱

جب کوئی شخص یہ دعا پڑھے تو اس وقت اس کو (اللہ کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ: اے اللہ! کے بندے تجھے راہِ راست دکھائی گئی اور تیری کفایت کی گئی اور تو (تمام برائیوں اور شرور سے) محفوظ رہا پس (یہ سن کر) شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے اس کو دوسرا شیطان کہتا ہے کہ تو اس شخص پر کیسے قابو پاسکتا ہے جسے راہِ راست دکھائی گئی جس کی کفایت کی گئی اور جو محفوظ رہا۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

گھر سے نکلنے کے وقت اور سفر پر جانے سے متعلق نبی کریم ﷺ سے طویل دعائیں بھی منقول ہیں جو ہمت والے لوگ ہیں وہ اس کے لئے کتاب الاذکار، حصن حصین اور مشکوٰۃ جیسی کتابوں کو پڑھ لیں۔ یہاں صرف ایک چھوٹی سی دعا نقل کر دیتا ہوں وہ یہ ہے جب گھر سے کوئی شخص سفر کے ارادے سے نکلے تو مذکورہ بالا دعا کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ

۱۔ مطلب یہ ہے کہ گناہ سے باز آنا اور طاعت کا بجالانا اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح مصائب و نقصان سے بچنا اور سکون وطمینان اور نفع کا ملنا اور ہر کسی کام کے لئے سعی و حرکت اور اس کے کرنے کی قوت و طاقت بس اللہ ہی سے مل سکتی ہے۔

”اے اللہ! تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی (اور نگہبان) ہے اور ہمارے پیچھے تو ہی ہمارے اہل و عیال (اور مال و جائیداد) کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والا ہے۔“ (مسلم، ترمذی، مشکوٰۃ، حصین)

(۸) جب کسی سواری پر سوار ہونے لگیں اور رکاب یا پائیدان میں قدم رکھیں تو ”بسم اللہ“ کہیں جب جانور یا گاڑی کی سیٹ پر بیٹھ جائے تو الحمد للہ کہیں پھر قرآن کی یہ آیت پڑھ لیجئے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝﴾

یعنی ”پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے مسخر کر دیا اور ہم ایسے نہ تھے کہ اس کو قابو میں کرتے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ (زخرف: ۱۳-۱۴)

بحری سواری میں بیٹھیں یا ہوائی جہاز جب ہوا میں اڑے تو یہ دعا پڑھے:

﴿بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَهَا وَمُرْسَهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

”اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا ہے اور ٹھہرنا بھی بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان۔“ (سورہ ہود: ۴۱)

جب سواری پر بیٹھ جائیں تو پھر تین بار ”سبحان اللہ“ اس کے بعد تین بار ”الحمد للہ“ اور تین بار ”اللہ اکبر“ پڑھے۔ پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھ لیجئے:

﴿سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ﴾

”اے اللہ! تو پاک ہے بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔“

حضرت علیؓ کی خدمت میں سواری لائی گئی انہوں نے مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ دعائیں پڑھیں جب آخری دعا کے خط کشیدہ الفاظ یعنی ”إِلَّا أَنْتَ“ کہہ دیے تو حضرت علیؓ مسکرائے کسی نے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کیوں مسکرائے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا آپؐ نے اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا پھر (آخر میں) آپؐ مسکرائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں آپؐ نے فرمایا: تیرا پروردگار (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) اپنے

بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ یہ کہتا ہے کہ ”رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي“ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بندہ جانتا ہے کہ گناہوں کو میرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

(۹) سوار ہوں یا پیدل جب بلندی پر چڑھیں تو ”اللہ اکبر“ کہیے اور جب نیچے اتریں تو ”سبحان اللہ“ پڑھیے۔ (بخاری، مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر: ۱۷۱)

اگر کسی قوم سے خوف ہو تو یہ دعا پڑھیے!

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نَحْوِ رِہِمُ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِہِمُ
 ”اے اللہ! ہم تجھے ان کے سامنے کیے دیتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔“ (ابوداؤد و نسائی، ریاض الصالحین)

رات میں ضرر سے حفاظت کی دعا!

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ
 ”میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ مخلوق کے شر اور برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔“
 نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص کسی منزل پر اترے پھر یہ مذکورہ دعا پڑھے تو اس کو اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔“ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ: باب الدعوات فی الاوقات)

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا کلمات کو شام کے وقت تین مرتبہ پڑھ لے تو اسے اس رات میں (کسی بھی زہریلے جانور) کا زہر ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (مظاہر حق، شرح مشکوٰۃ)

(۱۰) سفر میں اپنے لئے، اپنے اہل و عیال، دوست احباب اور ساری امت مسلمہ کے لئے دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کرنی چاہئے کیونکہ جائز اور درست مقصد والے سفر میں دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا اور (۳) باپ کی اپنے بیٹے کے لئے دعا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ریاض الصالحین: باب ۱۷۲)

(۱۱) سفر میں دوسرے ساتھیوں کی سہولت اور آرام کا خیال رکھیں، ان کے ساتھ تعاون کریں اور سفر میں

سواری اور سواری کے جانوروں کے آرام و سائش کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ (دیکھئے ریاض الصالحین: باب نمبر: ۱۶۸ تا ۱۶۹)

(۱۲) جب وہ ضرورت اور کام جس کے لئے سفر کیا گیا ہے وہ پورا ہو جائے تو پھر جلد واپس آ جانا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تمہارے کھانے پینے اور سونے میں خلل ڈالتا ہے لہذا جب تم میں سے کوئی اپنے سفر کی ضرورت پوری کر لے تو اپنے گھر لوٹنے میں جلدی کرے۔ (بخاری، مسلم: باب نمبر: ۱۷۵)

اس حدیث میں سفر کی بطور خاص دو پریشانیوں کا جو ذکر کیا گیا ہے کہ سفر کے دوران نہ تو وقت پر اور نہ طبیعت کے موافق کھانا، پینا ملتا ہے اور نہ آرام و چین کی نیند نصیب ہوتی ہے وہ محض مثال کے طور پر بیان ہوئے ورنہ سفر میں تو نہ معلوم کتنے ہی امور فوت ہوتے ہیں مثلاً قرابت داروں کے حقوق بروقت ادا نہیں ہوتے اور گھر والوں کو جدائی کی پریشانی رہتی ہے، اسی طرح سفر میں خود اس کو اور ان کے گھر والوں کو بہت سی پریشانیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں اس لئے اچھا یہ ہے کہ جوں ہی ضرورت پوری ہو جائے یا جس کام کے لئے گیا ہے وہ پورا ہو جائے تو پھر گھر جلد واپس آ جانا چاہئے کیونکہ سفر بہر حال تکلیف اور بے اطمینانی کی چیز ہے۔ (۱۳) سفر کے دوران گانے بجانے سے پرہیز کیجئے۔ گانا بجانا سفر کے بغیر بھی ہر حالت میں جائز نہیں لیکن چونکہ سفر کے دوران لوگ اپنے آپ کو ان چیزوں سے بہلاتے ہیں اس لئے اس کا ذکر یہاں خصوصیت کے ساتھ کیا گیا کہ گانے بجانے سے دل نہ بہلایا جائے البتہ بغیر بین باجے کے درست اشعار مثلاً نعت پڑھ سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس قافلہ کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس میں (بلا ضرورت کوئی) کتا اور جرس (یعنی گھنٹال اور گھنگرو) ہوں۔ (مسلم، مشکوٰۃ: باب آداب السفر)

جب گھنگرو اور گھنٹی کے بارے میں آپ ﷺ نے اس قدر سخت الفاظ استعمال فرمائے اور ان چیزوں سے رحمت کے فرشتوں کا دور ہونا بیان فرمایا تو جو لوگ بین باجے، گانے بجانے، ٹی وی اور ناچ گانوں میں مشغول ہو کر سفر کرتے ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔ آمین (۱۴) جب مسافر سفر سے لوٹے اور اپنے علاقے اور شہر کو دیکھے تو یہ مختصر دعا پڑھے:

أَتَّبِعُونَ تَأْتِيُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ

”ہم سفر سے واپس ہونے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی بندگی کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں۔“ (مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر ۱۷۷)

(۱۵) سفر سے آنے کے ساتھ ہی اچانک گھر میں داخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ گھر والوں کو تیاری کا تھوڑا موقع دینا چاہئے۔ اور اپنی قریبی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنی چاہئے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس آتے پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور دو رکعت (نفل) نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ریاض الصالحین: باب نمبر ۱۷۸)

نیز دوسری حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی طویل عرصہ کے بعد گھر آ رہا ہو اگر وہ (اپنی آبادی میں) رات کے وقت پہنچے تو اپنے گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ بیوی زیر ناف بالوں کو صاف نہ کر لے اور بیوی پر اگندہ بالوں میں کنگھی نہ کر لے۔ (دیکھئے مشکوٰۃ: باب آداب السفر بحوالہ بخاری، مسلم)

اور نبی کریم ﷺ کا اکثر معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ سفر سے چاشت کے وقت واپس آتے اور جب آپ ﷺ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے وہاں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے وہاں بیٹھ جاتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ: باب آداب السفر)

(۱۶) سفر کے وقت مسافر کو رخصت کرنا چاہئے اور کچھ دور تک اس کے ساتھ چلنا بھی چاہئے رخصت کرتے وقت اس سے دعا کی درخواست بھی کریں کیونکہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا جبکہ سفر پر جا رہے تھے کہ اے بھائی! مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

اس کو بھی خیر و عافیت کی کوئی نیک دعا کرنی چاہئے اگر ہو سکے تو وہ دعا کریں جو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے لشکر کو رخصت کرتے ہوئے کی ہے وہ دعا یہ ہے:

أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ

”میں تمہارے دین کو تمہاری صفت امانت کو اور تمہارے خاتمہ والے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد

کرتا ہوں۔“ (ابوداؤد، مشکوٰۃ: باب الدعوات)

(۱۷) اگر کوئی معزز یا محبوب شخص یا کوئی رشتہ دار طویل مدت کے بعد سفر سے واپس آ رہا ہو یا کوئی دوست اور رشتہ دار کسی مبارک سفر جیسے حج اور جہاد کے سفر سے واپس آ رہا ہو تو اس کا استقبال کرنا چاہئے بلکہ اس کے چھوٹے بچوں اور بھائیوں کو بھی اس کے سامنے استقبال کے لئے لے جانا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ کے اہل بیت اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں استقبال کے لئے لے جاتے چنانچہ ایک دن آپ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لائے (اور مدینہ کے قریب پہنچے) تو مجھ کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے مجھے اٹھالیا اور اپنے آگے سوار کر لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے (یعنی حضرت حسن ؓ یا حضرت حسین ؓ) کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ (بخاری دیکھئے مشکوٰۃ: باب اداب السفر) (۱۸) حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا۔

”جبیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ سفر میں نکلے تو اپنے سب ساتھیوں سے بڑھ کر اچھے حال میں رہو اور سب سے زیادہ تمہارے پاس زادِ راہ رہے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں میں ضرور چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ پانچ سورتیں سفر میں پڑھا کرو۔

(۱) ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ﴾ (۲) ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ﴾ (۳) ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (۴) ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (۵) ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾

ہر سورت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع اور ”قل اعوذ برب الناس“ کے ختم پر بھی ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ (اس طرح بسم اللہ چھ مرتبہ ہو جائے گی) حضرت جبیر ؓ کا بیان ہے کہ میں غنی اور زیادہ مال والا تھا جب سفر میں نکلتا تھا تو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ بد حال ہوتا تھا اور میرا زادِ راہ (یعنی راستے کا خرچہ) بھی سب سے کم ہو جاتا تھا جب سے میں نے نبی کریم ﷺ سے سفر میں ان سورتوں کے پڑھنے کا علم حاصل کیا اور برابر ان کو سفر میں پڑھنے لگا تو سفر سے واپس آنے تک اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اچھے حال میں رہتا اور میرا زادِ راہ بھی سب سے

زیادہ رہتا۔^۱ نیز اگر دشمن یا دشمن کے علاوہ کوئی چیز (بھوک، سواری کے گم ہو جانے) کا خوف ہو تو ﴿لَا يَلْفُ قَرِيْشٍ﴾ کا پڑھنا ہر برائی اور تکلیف سے حفاظت کا سبب ہے اور یہ ابوالحسن قزوینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جو بہت بڑے ولی اللہ تھے اور یہ بات مجرب اور آزمائی ہوئی ہے۔ (دیکھئے حصن حصین: دوسری منزل جمعہ ۲۷۷)

نیز قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت بھی حفاظت کے لئے مفید ہے۔^۲

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

”اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا حالانکہ (وہ ایسی عظمت، قدرت اور طاعت کا مالک ہے کہ) قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور (ساتوں) آسمان لپٹے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ میں ہونگے وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (سورہ زمر: ۶۷) اس کے ساتھ اگر آیۃ الکرسی بھی پڑھ لی جائے تو یہ حفاظت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

^۱ دیکھئے مجمع الزوائد: ج ۱۰ ص ۱۳۳ تا ۱۳۴۔

^۲ دیکھئے حصن حصین: منزل دوم (جمعہ) ص: ۲۸۳ بحوالہ طبرانی و ابویعلیٰ ابن سنی عن حسین بن علیؑ

